شاہ عبدالستار علوی القادری

تاریخ محمودی

[کتاب الشہادت]

ترجمہ

(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی

ادارہ مطبوعات مدرسہ نور محمدیہ جھنجھانہ ضلع مظفرنگر

Www.MadaariMedia.Com

دم مدار بیڑا پار

MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

شاہ عبدالستار علوی القادری جھنجھانوی

تاریخِ محمودی

(کتابُ الشہادت)

ترتیبِ ثانی

شاہ غلام شرف علوی الجھنجھانوی

ترجمہ

(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی

ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، ڈی لٹ (علیگ)

ادارہ مطبوعات مدرسہ نور محمدیہ جھنجھانہ ضلع۔ مظفر نگر

Www.MadaariMedia.Com

جملہ حقوق محفوظ

طبع اوّل ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ
تعداد ۱۰۰۰
مطبع جمال پریس دہلی
ناشر ادارۂ مطبوعات مدرسہ نور محمدیہ
قصبہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر
اہتمام نسیم احمد علوی جھنجھانوی
کتابت آرٹ کارنر ۴۶۵ مٹیا محل دہلی
قیمت مجلّد آٹھ روپے
غیر مجلّد سات روپے

ملنے کا پتہ
ادارۂ مطبوعات مدرسہ نور محمدیہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر

انتساب

قرآنِ پاک کی اِس آیتِ مقدس کے نام

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ
وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا
كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (پارہ الم رکوع ۱۶ سورۃ البقر)

یہ ایک اُمّت تھی جو گزر گئی اُن کو وہ ملے گا جو
اُنہوں نے کیا اور تم کو وہ جو تم نے کیا اور جو عمل وہ
کرتے تھے اُس کی پرسش تم سے نہ ہوگی۔

ترتیب

ہدیۂ تشکر	۷	فصل سووم:-	
حرف آغاز	۹	مہم محاربہ دوم	۱۳۵
مقدمہ		مہم محاربہ سوم	۱۴۰
قلمی نسخہ	۱۸	مہم محاربہ چہارم	۱۴۱
تسامحاتِ متن	۲۱	مہم محاربہ پنجم	۱۴۲
مطالعۂ متن	۲۴	مہم محاربہ ششم	۱۴۵
کتاب الشہادت	۷۳	مہم محاربہ ہفتم	۱۴۶
وجہ تصنیف کتاب	۷۸	مہم محاربہ ہشتم	۱۴۸
دیباچہ ترتیب ثانی	۷۹	مہم محاربہ نہم	۱۵۱
فصلِ اوّل:-		مہم محاربہ دہم	۱۵۲
واقعات و اذکار مملکت راجہ	۸۱	مہم محاربہ یازدہم	۱۵۶
سانحہ جہاد فی سبیل اللہ	۸۱	مہم محاربہ دوازدہم	۱۵۹
وجہ مخاصمت	۸۳	مہم محاربہ سیزدہم	۱۶۰
شجرۂ نسب حضرت امام شہید	۱۱۵	مہم محاربہ چہاردہم	۱۶۱
مہم محاربہ اول	۱۲۵	مہم محاربہ پانزدہم	۱۶۳

مہم محاربہ شانزدہم ۱۶۳
مہم محاربہ ہفت دہم ۱۶۳
مہم محاربہ ہژدہم ۱۶۴
مہم محاربہ نوزدہم ۱۶۴
مہم محاربہ بستم ۱۶۶
مہم محاربہ بست ویکم ۱۶۷
مہم محاربہ بست ودوم ۱۷۰
مہم محاربہ بست وسوم ۱۷۰
مہم محاربہ بست وچہارم ۱۷۲
مہم محاربہ بست وپنجم ۱۷۳
مہم محاربہ بست وششم ۱۷۳
مہم محاربہ بست وہفتم ۱۷۳
مہم محاربہ بست وہشتم ۱۶۵
مہم محاربہ بست ونہم ۱۷۴
مہم محاربہ سیم ۱۷۴
مہم محاربہ سی ویک ۱۷۴
مہم محاربہ سی ودو ۱۷۵
مہم محاربہ سی وسہ ۱۷۵
مہم محاربہ سی وچہار ۱۷۹
مہم محاربہ سی وپنج ۱۸۰
مہم محاربہ سی وشش ۱۸۲
مہم محاربہ سی وہفت ۱۹۳
مہم محاربہ سی وہشت ۲۰۹

فصل چہارم :-

مہم محاربہ سی ونہ ۲۱۱
مہم محاربہ چہل ۲۱۲

حصہ (ب)

حضرت والامرتبت کے کچھ خاص حالات ۲۳۶
ذکر درشان امام بدیع الدین ۲۳۹
ذکر درشان امام بدرالدین بدرالاسلام ۲۵۱
ذکر درشان امام رکن الدین ۲۵۷
ذکر درشان امام سراج الدین ۲۶۳
ذکر درشان امام جلال الدین کاشغری ۲۶۸
ذکر درشان امام قاسم کنیت محمد ۲۷۱
ذکر درشان امام موسیٰ زاہدی ۲۷۸
ذکر درشان امام شہاب الدین شاہ بیابانی ۲۸۰
ذکر تقرری بر عہدۂ سفارت ۲۸۴
ذکر والاشان امام شہاب اسعدی ۲۸۶

ذکر درشان امام حسام الدین حسن البرق ۲۹۳
ذکر درشان امام یحییٰ زاہدانی ۲۹۶
ذکر درشان امام شاہ محمد ہمدانی ۳۰۰
ذکر درشان امیر عبداللہ عباس ۳۰۱
ذکر درشان سالار کہتران ۳۰۱
ذکر درشان امام امیر عبدالرحمٰن ۳۰۱
ذکر درشان امام حسن شطاری ۳۰۳
ذکر درشان امام محمد کنیت قاسم ۳۰۶
ذکر درشان امام ابوبکر کنیت علی اصغر ۳۰۷
ذکر درشان امام محمد حنیف کنیت اکبر ۳۰۸
ذکر درشان امام ابوعثمان گرگامیہ ۳۱۰
ذکر درشان امام عبدالعزیز نجمیہ ۳۱۴
ذکر درشان امام زین العابدین مخزومی ۳۱۶
ذکر درشان امام یحییٰ متقی ۳۱۷
ذکر درشان امام جمال اللہ حسینی ۳۱۹
ذکر درشان امام ابوصالح ۳۲۰
ذکر درشان امام امین الدین کنیت اکبر ۳۲۲
ذکر درشان امام حسن نجمیہ ۳۲۴
ذکر درشان امام یحییٰ زاہدی ۳۲۶

حواشی :-

تاریخہائے شہادت و نشانات قبور ۳۳۰
کرنال ۳۳۴
جھنجھانہ ۳۳۷
کیرانہ ۳۵۶
بنت ۳۶۷
بڈھانہ ۳۶۸
ذکر نواب ابومحمد خاں ۳۷۰
ذکر نواب محمود علی خاں ۳۷۲
ذکر حضرت شاہ محی الدین عرف آسوری شاہ ۳۷۴
اشاریہ ۳۷۷
کتابیات ۳۸۲

ہدیۂ تشکّر

اللہ پاک کا ہزار ہزار احسان اور لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کتاب الشہادت مؤلفہ شاہ عبدالستار علوی القادری کا یہ ترجمہ "تاریخ محمودی" کے نام سے اشاعت پذیر ہو رہا ہے اسے تاریخ ہندوستان کے کچھ گم شدہ اوراق کی بازیابی کہا جا سکتا ہے۔

یہ اوراق جن میں سلطان شہاب الدین محمد غوری کی فتوحاتِ دہلی و اجمیر سے بھی کچھ پہلے کے واقعات ہیں اس اعتبار سے بہت اہم ہیں کہ ان سے اضلاع کرنال، سہارنپور اور مظفر نگر کے بعض ایسے تاریخی گوشوں پر روشنی پڑتی ہے جو ابھی تک تاریکی میں تھے۔ مجھے اپنے برادرِ عزیز ڈاکٹر تنویر احمد علوی کا شکر گزار ہونا چاہیے جنہوں نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس کی تاریخی اہمیت اور افادیت کی طرف ہم لوگوں کی توجہ مبذول کرائی اور اس کے ترجمہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ یہ کام رمضان المبارک کے پہلے ہفتہ میں شروع کیا گیا اور ربیع الاول کے آخری ہفتے میں اختتام کو پہنچا۔

ترجمہ کے دوران مجھے نعیم الحسن پسر شیخ نجم الحسن جھنجھانوی سے یہ معلوم ہوا کہ ان کے کسی دوست کے پاس آکرا ول کے طرز پر ہندی زبان اور ناگری رسم الخط میں لکھی ہوئی ایک قلمی کتاب ہے جس میں راجہ بھن بدری پرشاد مجاہدین کے ساتھ اس کی جنگ اور بعض دوسرے تاریخی حالات سے متعلق بہت کچھ مواد موجود ہے۔ ایک آدھ موقع پر دورانِ گفتگو انہوں نے کچھ باتیں بھی بتلائیں لیکن اس کتاب کو دکھانے پر کسی طرح آمادہ نہ ہوئے۔ اس سلسلے میں برادرِ عزیز ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے بھی انہیں ایک سے زیادہ مرتبہ خط لکھا اور جھنجھانہ پہنچ کر ان سے ملنے کی

کوشش کی مگر کتاب سے استفادہ یا اس تک رسائی کی کوئی راہ نہ نکل سکی بہرحال ہمیں یہ توقع ہے کہ وہ روایت جلد یا بدیر ضرور سامنے آئے گی اور نعیم صاحب اُسے ایک علمی خدمت سمجھ کر منظرِ عام پر لانے کے لئے تیار ہو جائیں گے ہم اِن اطلاعات کے لئے اُن کے شکرگزار ہیں جو اُن کی زبانی روایت کی صورت میں ہم تک پہنچ گئیں۔

میں حافظ شوکت حسین صاحب (سجادہ نشین و متولی درگاہ حضرت امام صاحب شہید نور اللہ مرقدہٗ) کا بطور خاص ممنون ہوں جن کی بدولت کتاب الشہادت کا قلمی نسخہ مجھ تک اور ترجمہ کے ذریعہ قارئین اور اہلِ علم حضرات تک پہنچ رہا ہے۔ انھوں نے اس بارۂ خاص میں بعض ضروری کاغذات کی فراہمی کے علاوہ اس کی کتابت کے اخراجات کے ضمن میں ساڑھے سات سو روپے کا گراں قدر عطیہ مرحمت فرمایا اور مزید امداد و اعانت کا وعدہ کیا۔

اسی کے ساتھ میں اپنے محبّ مکرم امداد احمد زبیری صاحب سرائے خیر نگر (میرٹھ) کا بھی سپاس گزار ہوں جنہوں نے اِس کتاب کی اشاعت سے متعلق امور پر مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

اِس موقع پر عزیزم عبدالخالق صدیقی کے اس خلوصِ بے حد کا منت شناس ہونا بھی اپنا ایک خوش گوار فرض سمجھتا ہوں جس کے ساتھ انہوں نے جھنجھانہ، بنت اور بڈھانہ پہنچ کر ان بزرگوں کے مزارات کے فوٹو لئے اور اس کام کو ایک کارِ خیر کے طور پر انجام دیا۔

پیر جی ناظر حسن صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد یوسف صاحب (بمبئی) کا بھی شکرگزار ہوں جنہوں نے مدرسے کے اشاعتی پروگرام سے خصوصی دلچسپی کا اظہار فرماتے ہوئے کتاب بحر الابرار کے لئے جو اس کتاب کے بعد مدرسے کے اشاعتی منصوبے میں شامل ہے، پانصد روپے کا عطیہ مرحمت فرمایا۔

عزیزی نجات خاں جھنجھانوی نے اس تمام کام میں جس پُرخلوص طریقے پر میری مدد کی ہے وہ ہر طرح لائقِ تحسین و ستائش ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ مدرسے کے اشاعتی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں ہماری مدد کرے اور اس کارِ خیر میں حصہ لینے والوں کو جزائے جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

حرفِ آغاز

للہ الحمد والشکر علیٰ احسانہ

کتاب الشہادت کا ترجمہ ختم ہوا۔ اب اسے تاریخ محمودی کہنا چاہیئے۔ یہ نام میں نے اس کی تاریخی مناسبت اور حضرت امام محمود شہید سبزواری سے ان تاریخی وقوعات کی نسبتِ خاص کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ کتاب الشہادت سے ذہن کربلا کے سانحۂ عظیم اور حضرت امام حسینؓ کی شہادتِ عظمیٰ کی طرف منتقل ہوتا ہے جبکہ موضوع دوسرا ہے۔ تاہم تاریخِ محمودی کے ساتھ قوسین میں کتاب کا اصل نام بھی دے دیا گیا ہے۔

ترجمہ کی اساس اس واحد قلمی نسخہ پر ہے جو حافظ شوکت حسین صاحب کے خاندانی ذخیرۂ کتب کی زینت رہا ہے۔ اس کی کوئی دوسری نقل یا اصل بھی کہیں موجود ہے یا نہیں اس کے بارے میں راقم الحروف کے لئے کچھ کہنا مشکل ہے۔ کتاب کے سرِ ورق سے پتہ چلتا ہے کہ اصل کتاب کی یہ نقل شاہ غلام شرف نے سنہ ۱۱۳۰ھ میں تیار کی تھی لیکن موجودہ قلمی نسخہ غالباً اتنا قدیم نہیں ہے جس کا اندازہ اس کی رسمِ کتابت سے بھی ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ زیرِ نظر قلمی نسخہ میں گوناگوں کتابت کی غلطیاں اور فروگزاشتیں موجود ہیں۔ کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہ ہونے کے سبب ان غلطیوں کی تحقیقی تصحیح ممکن نہیں۔ ہاں قیاسی تصحیح کی جاسکتی ہے۔ اس کے ذریعے ترجمے کے کام میں تو کچھ مدد مل سکتی ہے لیکن ترجمہ کے ساتھ یا بغیر ترجمہ کے اس متن کی اشاعت ممکن نہیں، چونکہ موجودہ نسخہ نقل در نقل کی سی نوعیت رکھتا ہے اور اس میں احتیاط اور ذمہ داری سے پوری طرح کام نہیں لیا گیا۔ اس وجہ سے

متن کے بعض عنوانات بھی اب باقی نہیں۔ مثال کے طور پر مؤلف کتاب شاہ عبدالستار علوی القادری نے اسے چار فصلوں میں تقسیم کیا تھا، لیکن موجودہ نسخہ میں ان چار فصلوں کی نشان دہی و عنوان نگاری کی طرف سے بے پرواہی برتی گئی ہے۔

کتاب کا اسلوبِ نگارش قدیمانہ ہے۔ اس قدیمانہ انداز کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ صاحبِ کتاب نے جہاں غسرکائے جہاد کا ذکر بہت احترام اور تحسینی کلمات کے ساتھ کیا ہے وہاں راجہ اور اس کے ساتھیوں کا تذکرہ بہت گئے گزرے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ مگر یہ کوئی اسی کتاب کی خصوصیت نہیں۔ ایسے مواقع پر بالعموم مخالف و متحارب گروہ کے افراد کو ایسے ہی الفاظ و کلمات سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔ مغل دربار کے مورخین اپنے حریف مسلمان امراء اور سلاطین کا ذکر اسی انداز سے کرتے ہیں۔ اس کا مذہبی امتیاز اور قومی تفاخر و تعصب سے کوئی تعلق نہیں۔

اِس کتاب میں مجاہدین اور راجہ کے مابین جہاد و جدال کے جو واقعات ہیں اُن کی تصدیق کے لئے معاصر شہادتیں موجود نہیں لیکن کرنال اور مظفر نگر گزٹیر متعلقہ جھنجھانہ، تھنت اور بڈھانہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اس جہاد سے متعلق روایتیں اس علاقے کے رہنے والوں کے ذہن پر صدیوں تک ابرپاروں کی طرح چھائی رہی ہیں۔ ان گزٹیرس میں ان روایات کا راوی ایک ہی شخص نہیں ہے مختلف اشخاص ہیں۔ انھوں نے جو کچھ بیان کیا وہ بھی حرف بحرف ایک نہیں ہے لیکن روایت ایک ہی ہے جو تواتر اور تسلسل کے ساتھ صدیوں تک ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتی رہی ہے۔ اس بنا پر اس کی حقیقت اور اہمیت سے فی الجملہ انکار ممکن نہیں[1]۔ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان گزٹیرس سے جگہ جگہ استفادہ کیا گیا ہے اور بیشتر مقامات پر اصل انگریزی عبارت نہیں اس کا ترجمہ درج کیا گیا ہے

(1؎ حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

ترجمہ کا مقصد ان حقائق کو سامنے لانا ہے۔ ممکن ہے تحقیق و تفحص کے ذریعے آئندہ اس بارۂ خاص میں ہماری معلومات کا یہ دائرہ زیادہ وسیع ہو سکے اور اس کے بہت سے تاریک گوشے تاریخ کی روشنی سے محروم نہ رہیں۔

صاحبِ کتاب نے بعض مواقع پر مبالغے سے کام لیا ہے اور راجہ کی طرف سے جنگ میں حصہ لینے اور میدانِ کارزار میں کام آنے والوں کی تعداد کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے۔ لیکن یہ تنہا اسی کتاب کا کوئی کمزور پہلو نہیں ہے۔ مستند مورخین کے یہاں بھی اس قسم کے مبالغہ آمیز بیانات مل جاتے ہیں۔ ابوالقاسم فرشتہ عہدِ وسطیٰ کے مورخین میں ایک معتبر راوی سمجھا جاتا ہے لیکن رائے پتھورا (پرتھوی راج) اور محمد غوری کے مابین جنگ کے سلسلے میں اس نے راجہ کی افواج کی تعداد کو جس مبالغے کے ساتھ پیش کیا اُسے پروفیسر حبیب اور پروفیسر خلیق نظامی نے ناقابلِ یقین قرار دیا ہے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

۵ اس موقع پر یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ اس علاقہ کے لوگ بلالحاظ مذہب و ملت ان شہدا کی قبروں اور مزاروں سے عقیدت رکھتے ہیں۔ ان کا عرس مناتے ہیں، منتیں مانتے ہیں اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ وہ ان سرفروش مجاہدین کو اپنا دشمن نہیں گردانتے۔ ان مجاہدین کا جو کردار ان کے اذکار میں پیش کیا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب فقرا، صلحا اور اہل اللہ ہیں انھوں نے حضرت امام شہاب الدین عرف شاہ بیابانی کے ساتھ یا کرنال گزٹیر کی روایت کے مطابق ایک پنڈت کے ساتھ توہین آمیز سلوک کا بدلہ لینے کے لئے جہاد کیا، راجا اور اس کے ساتھیوں کو شکست دی اور خود بھی ان میں سے بیشتر شہید ہو گئے۔ انھوں نے کسی بھی فتح کے بعد غارت گری نہیں کی۔ ان کا مالِ غنیمت صرف وسائل جنگ اور آلاتِ حرب پر مشتمل ہے۔ لڑنے اور شکست کھانے والے راجاؤں کے حرم سے انھوں نے کہیں کوئی تعارض نہیں کیا۔ یہ عمل و کردار ان کے مقصد کی سچائی اور اچھائی کو ظاہر کرتا ہے۔

"All the Rajputs of Hind were with the Rai...... according to Fareshta his army, consisted of two hundred thousand horsemen and thirsty thousand elephants, these are impossible fegures" (Page 139)

اسی طرح ایک اور موقع پر فرشتہ کے بیان سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا گیا ہے۔

"It will be too much to put credence to this story mentioned by Farishta" (Page 163)

کہنا صرف یہ ہے کہ صاحبِ کتاب نے بعض واقعات کے بیان میں مبالغہ سے کام لیا ہو یہ بالکل ممکن ہے لیکن اس مبالغہ کی وجہ سے پوری کتاب کی روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

کتاب سے متعلق مختلف مباحث پر مقدمہ میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے ترجمۂ متن کے بعد کرنال، جھنجھانہ، کیرانہ، بنت اور بڈھانہ سے متعلق بعض ضروری معلومات شاملِ اضافات کر دی گئی ہیں۔ ان میں کرنال، بنت اور بڈھانہ کے بارے میں جو باتیں درج کی گئی ہیں وہ گزیٹیر کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہیں۔ ذیلی حواشی میں راقم الحروف نے بعض باتیں اپنی جانب سے لکھی ہیں۔ آخر میں اشاریہ و کتابیات وغیرہ سے متعلق ضمیمے ہیں۔ اس موقع پر یہ ضروری ہے کہ ترجمہ کتاب کے بارے میں چند ضروری امور کو پیش کر دیا جائے۔

اِس سلسلے میں یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے لفظی ترجمہ کہنا صحیح نہ ہوگا۔ نقلِ کتابت کے گوناگوں تسامحات، الفاظ کی تکرار، حروفِ ربط کی عدم موجودگی اور عبارتوں کے اُلجھاؤ کے پیشِ نظر یہ ممکن بھی نہ تھا کہ لفظی ترجمہ کیا جاتا۔ بلکہ یہ صورتِ حال

اس امر کی تقاضا سنج تھی کہ لفظ سے زیادہ معنی پر توجہ دی جائے اور ترجمے کو فقرات و عبارات کے مجموعی مفہوم کا پابند رکھا جائے۔

عبارتے کہ بمعنی برابری دارد

تاہم اصل عبارت کی لفظیاتی بندشوں، فقرات کی ترتیب دہی کے عمل اور جملوں کے باہمی ربط و ضبط کے بہت سے نقوش ترجمے کی صورت میں بھی قارئین کی نظر سے گزریں گے اس کی بڑی وجہ یہ خیال ہے کہ قاری کے ذہن کو اصل عبارت اور اس کے اسلوبِ نگارش سے بہرحال قریب تر رہنا چاہیئے تاکہ وہ مصنف کے اپنے اندازِ فکر اور طرزِ ادا کو سمجھ سکے۔ اور امکانی حدود میں اس سے استفادہ کر سکے۔

اصل کتاب کا بیشتر حصہ کلاسیکی روش کی پابندی اور پر تکلف اندازِ عبارت آرائی کا نمونہ ہے۔ صاحبِ تحریر نے اکثر جملوں کو مقفےٰ اور مسجع صورت میں لکھا ہے۔ اور رعایاتِ لفظی سے آرائشی لوازمات کا کام لیا ہے تاہم وہ الفاظ کے پیچ و خم ہی میں اُلجھ کر نہیں رہ گیا۔ چنانچہ جہاں عبارت یا متن کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا وہاں مطالب کی تفہیم اور معنی کے تعین میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آتی۔

اس کتاب کے قلمی اور نقل کردہ خطی نسخے میں بہت بڑی تعداد میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں جو بیشتر فارسی کی بعض عشقیہ مثنویوں سے نقل کئے گئے ہیں۔۔ یہ زیبِ داستاں کے طور پر بڑھائے گئے ہیں لیکن اس کا لحاظ نہیں رکھا گیا کہ یہ اشعار معنوی طور پر موقع اور محل کے اعتبار سے موزوں بھی ہیں یا نہیں۔ جہاں جس طرح کے اشعار سامنے آئے ہیں بے تکلف نقل کر دیئے گئے ہیں اور اس وارفتگی شوق میں ایسا بھی ہوا ہے کہ شعر اپنے لفظی پیکر اور ارکانِ وزن کے اعتبار سے نامکمل رہ گیا ہے۔ اکثر

اشعار بے طرح بے ربطی مضامین و درہمی حال کا شکار ہیں اور اُن کی موجودگی نے اکثر مقامات پر اس کتاب کے متن کو مجموعۂ پریشانی بنا دیا ہے، جو کم سواد کاتبوں اور اضافہ کار راویوں کے ہاتھوں اہم متون کی ضیعان رسی اور نقصان برداشتگی کی ایک عبرت ناک داستان پیش کرتا ہے۔

چونکہ ان مسلسل اشعار کا سیاق و سباق قائم نہیں اور وہ اصل و فرع کے باہمی رشتے سے بے نیاز ہیں۔ اسی وجہ سے بیشتر مواقع پر ان کے معانی کی تفہیم اور تشریح میں دشواری پیش آتی ہے۔ اشعار کے ترجموں کا مطالعہ کرتے وقت اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ متن و معنی کے نازک رشتوں کے اس "فرق" کو سمجھا سکے۔

اس موقع پر یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ترجمے کی عبارت کو امکانی طور پر سلیس اور با محاورہ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ فقروں کی بندش، الفاظ کی چستی اور تراکیب کی درستی کے اعتبار سے خود اس کی اپنی ایک مستقل حیثیت ہو اور عبارات کا تسلسل اور الفاظ کا آہنگ کہیں ٹوٹنے نہ پائے اور اس کا قاری یہ محسوس کر سکے کہ وہ اردو کے وسیلے سے خود اصل کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے۔

موجودہ زمانے میں عربی اور فارسی زبان سے ناواقفیت کے سبب بہت سے ایسے لفظوں سے جن کا مفہوم سمجھنے میں کل تک ایک عام پڑھے لکھے آدمی کو کوئی خاص دشواری نہ ہوتی تھی۔ آج کے اُردو پڑھنے والوں کا ذہنی خزانہ خالی ہوتا جا رہا ہے، ایسی صورت میں یہ ضروری تھا کہ اس کی زبان بہت آسان اور بے تکلف ہوتی لیکن علمی نثر کا کسی بھی زبان میں اتنا آسان ہونا مشکل ہے کہ اس کے مفہوم اور معنی کو سمجھنے کے لئے زبان کے ضروری حصے سے واقفیت اور ادبی سطح پر اس کے مطالعے کی

ضرورت پیش نہ آئے۔

اور پھر یہ ترجمہ تو بہر حال ترجمہ ہے جس کا اپنی اصل سے بھی تعلق قائم ہے اور اس کے وسیلے سے قاری کو نہ صرف یہ کہ اصل کتاب کے مضامین و مطالب سے واقف کرانا مقصود ہے بلکہ اس کے ذریعے مصنف کے اسلوبِ فکر اور طرزِ ادا کی بھی بالجملہ واقفیت بہم پہنچانے کو بھی اس کے مقاصد میں شامل کیا جا سکتا ہے اور ان دونوں جہتوں کو ہم ایک دوسرے سے الگ کر کے نہیں دیکھ سکتے۔

یہ امور ایک حد تک ضمنی حیثیت رکھتے ہیں اصل حیثیت متن کتاب کی ہے۔ اگر اس کتاب کے بیان اور مظفر نگر گزٹیر ۱۸۵۷ء کی روایت کو، جس سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، صحیح مان لیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے وسیلے سے پہلی بار اس تاریخی جہاد کی تفصیلات سامنے آتی ہیں جو ترا وڑی کے میدان میں سلطان محمد غوری کی تاریخ ساز فتح سے بھی دو ماہ پیشتر ظہور پذیر ہوا۔

اس جہاد سے متعلق روایتیں اس تمام علاقے کے لوگوں کے ذہن پر صدیوں تک ابر پاروں کی طرح چھائی رہیں اور لوک کتھائیں بن گئیں۔ اسی کے ساتھ اس سے مضافاتِ دہلی کی ایسی وفاقی ریاست اور اس کے حدود کا علم ہوتا ہے جو رائے پتھورا کے زمانے میں موجود تھی اور غالباً اس کے سیاسی اثر سے آزاد تھی۔ اسی ریاست کا والی مہاراؤ جھن جھن بدری پرشاد جھنک پال دت رانا تھا۔ رانا کرنا دت شنکر اتم سنگھ والیٔ کرنال، رانا کرن پال دت اوتم چند گرو، (راجہ کیرانہ) راجہ ہنہت راؤ گوپال سنگھ ساہو (والی بنت) اور راجہ بڈھن سمرو (راجہ بڈھانہ) راجہ جھنجھانہ کے ماتحت ۔۔ اور اس کے رشتے دار تھے۔

نیز رانا بیر و بلوان، مہی پال راؤ اور مہندر جی راؤ ساہو اس کے امراء اور ارکانِ دولت میں سے تھے۔ یہ سب نام تاریخ کے لئے نئے ہیں۔

علاوہ بریں اس کی مدد سے نگارین، زنبورک اور جزائر بان جیسے اس زمانے کے بعض آتشیں ہتھیاروں کے نام بھی سامنے آتے ہیں، جو اس جنگ میں استعمال ہوئے۔ دیگر وسائل کی مدد سے اگر ان حقائق کی توثیق و تائید اور ان کے بارے میں مزید تحقیق و جستجو ممکن ہو سکی تو اس کا امکان قوی ہے کہ کل کو یہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک جزو بن جائیں۔

مقدمه

قلمی نسخہ

قلمی نسخے کی تقطیع ۵½ × ۸¾ ہے۔ ہر چہار طرف تقریباً ½-۱ انچ کا حاشیہ چھوڑا گیا ہے۔ سرِ ورق کی جدول کا باہری خط شنجرفی ہے اور اس کے اندر دو خط نیلے رنگ کی روشنائی سے کھینچے گئے ہیں۔ صفحات کی جدولیں صرف ایک شنجرفی خط سے تیار کی گئی ہیں۔ درمیان میں صرف دو ورق ایسے ہیں جن کی جدولیں دو خطی ہیں مگر رنگ یہی ہے۔

کتاب کا جو حصّہ وقت کی دست بُرد سے محفوظ رہ گیا ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۶۴ ہے۔ صفحات پر نشاناتِ شمار موجود ہیں جو غالباً بعد کا اضافہ ہیں شروع کے بیس صفحات ان نشانات سے خالی ہیں۔ ان کا سلسلہ صفحہ ۲۱ سے شروع ہوتا ہے اور آخری صفحہ کا نشان ۱۲۸ ہے

کاغذ جہاں امتدادِ زمانہ کے اثرات سے محفوظ نظر آتا ہے وہاں اچھا خاصہ دبیز ہے اور کچھ گہرے سے بادامی رنگ کا ہے۔ کہیں رنگ قدرے مختلف بھی ہے۔ کہیں کہیں صفحات کا رنگ پانی میں بھیگنے یا دھوئیں سے خراب ہونے کی وجہ سے بالکل یا بہت کچھ بدل گیا ہے۔ بعض صفحات کرم خوردہ اور بعض خستہ و شکستہ ہیں کہیں کہیں انھیں سفید کاغذ کی چیپیوں سے جوڑا بھی گیا ہے جو بالکل حال کی بات معلوم ہوتی ہے۔ خط معمولی نستعلیق ہے اور تحریری محاسن سے عاری نظر آتا ہے۔ رسمِ کتابت کچھ زیادہ

قدیم نہیں اور اپنی موجودہ صورت میں یہ کتاب زیادہ سے زیادہ پچھلی صدی ہجری کے ربع ثانی کی نقل کردہ ہوسکتی ہے۔ اس کا اندازہ کچھ تحریری علامات اور املائی نشانات سے بھی ہوجاتا ہے۔ کاف ہندی کو دو مرکزوں کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ بعض ہندی آوازوں جیسے ٹ اور ڈ کو ط کی علامت کے ساتھ بھی درج کیا گیا ہے لیکن زیادہ تر یہ علامت کا مے، یا وقفِ ناتمام کے طور پر آئی ہے اور اُسے شنجرفی روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ اس کا اہتمام کتاب کے صفحہ ۱۲ سے لے کر صفحہ ۴۰ تک کے مابین صفحات یا عبارات میں زیادہ ملتا ہے۔ اس کے بعد ایسا کوئی نشان کبھی کبھی یا کہیں کہیں آتا ہے۔ ممکن ہے یہ صفحات قدرے بعد کے زمانے کی نقل ہوں۔ انھیں صفحات کے شعری حصّے میں مصرعوں کے درمیان فاصلے کی نشان دہی بھی ؛ ÷ جیسے کسی نشان سے کی گئی ہے۔ ان میں زیادہ تر شنجرفی روشنائی کام میں لائی گئی ہے۔ بعض آیاتِ قرآنی پر اعراب بھی اسی روشنائی سے لگائے گئے ہیں۔ کاتب یا نقل بردار خطِ نسخ کے معاملے میں اور بھی زیادہ ناپختہ کار معلوم ہوتا ہے۔ فارسی زبان سے بھی (جو اس کتاب کی زبان ہے) نقل بردار کچھ یوں ہی سا واقف رہا ہوگا جس کی وجہ سے تسطیرِ عبارات یا نقل برداری کے عمل میں اس سے بہت سی فروگزاشتیں ہوئی ہیں۔ ممکن ہے ان فروگزاشتوں یا ان میں بعض تسامحات نقل کا تعلق نسخہ مبنی علیہ سے ہو۔ بعض مقامات پر املا کی غلطیاں بھی مل جاتی ہیں۔ مثلاً تابع کو ایک سے زیادہ مواقع پر طابع لکھا ہے اور اَلَف کو علف، تنجیم کو تخشیم اور صد کو حسن لکھا گیا ہے وغیرہ۔

سرورق کی تحریر بالخصوص کتاب کا نام کتاب الشہادت نسبتاً زیادہ خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔ ہوسکتا ہے اس صفحہ کا کاتب کوئی دوسرا شخص ہو۔ مگر خفی قلم میں

کوئی نمایاں فرق نہیں۔

قرآن پاک کی آیات کو کہیں مکمل طور پر درج کیا گیا ہے اور کہیں ان کا کوئی جزو نقل کر کے الخ لکھ دیا گیا ہے۔

سرورق کی پیشانی وقال الحمد للہ الذی فضلنا علیٰ کثیر من عبادہ المؤمنین سے مزین ہے۔ اس کے بعد کتاب کا نام کے خطوط کے مابین درج کیا گیا ہے۔ خط جلی اور روشن ہے اور سیاہی کی چمک ہنوز باقی ہے۔ بعد ازاں چند سطری تحریر ہے جس میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ مخطوطہ کتاب الشہادت کی نقل ہے جس کے مصنف شاہ عبدالستار علوی القادری ہیں اور یہ نقل شاہ غلام اشرف نے سنہ ۱۱۳۰ھ میں تیار کی ہے (اس پر تفصیلی گفتگو آئندہ سطور میں کی جائے گی) کتاب کا یہ نسخہ چونکہ موجودہ صورت میں ناقص الآخر ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نقل پر مبنی علیہ مخطوطہ کہاں اور کب تیار کیا گیا۔ خود اس کی کتابت کا اسلوب جیسا کہ گزشتہ سطور میں اشارہ کیا گیا ہے اتنا قدیم نہیں معلوم ہوتا جتنا کہ سرورق کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ سرورق اور اس کے ساتھ کچھ صفحے اسی وقت کے ہوں اس لئے کہ اس قلمی نسخے کے بعض صفحات کا رنگ دوسرے صفحات سے مختلف ہے۔ خصوصاً شروع کے چند صفحات کا۔

حافظ شوکت صاحب کا بیان ہے کہ ان کے پاس کبھی یہ نسخہ مکمل حالت میں تھا اور انھیں شیخ فتح محمد سے ملا تھا جو ایک معمر شخص تھے اور روضہ حضرت امام صاحب کے خاندانی مجاوروں میں سے تھے۔ انھوں نے سنہ ۱۹۴۰ء میں اسے شروع سے آخر تک نقل کر لیا تھا اور اب اس کا باقی ماندہ حصہ اسی نقل کی صورت میں محفوظ ہے۔

تسامحاتِ متن

موجودہ صورت میں یہ متن نہ اس کتاب کی وہ پہلی روایت ہو سکتی ہے جس کی ترتیب شاہ عبدالستار علوی القادری کے ہاتھوں عمل میں آئی نہ اسے اس متن کے مرتّبِ ثانی شاہ غلام اشرف ہی سے کلی طور پر نسبت دی جا سکتی ہے۔ ہاں یہ موخر الذکر کے تیار کردہ متن کی کوئی نقل ہو سکتی ہے۔ جس میں ممکن ہے بعض اضافے بھی عمل میں آئے ہوں۔ اس میں نقل روایت یا نگارشِ متن کی ایسی گوناگوں فروگذاشتیں اور بوقلموں تسامحات موجود ہیں، جن کو مشکل ہی سے کسی مصنّف یا مرتّب سے نسبت دی جا سکتی ہے۔ کہیں حروفِ ربط چھوٹ گئے ہیں کہیں غیر ضروری طور پر انھیں جزوِ متن بنا دیا گیا ہے۔ اسی طرح بعض افعال اور اُن کی علامتیں کہیں خلط ملط ہو گئی ہیں اور کہیں خورد بُرد جن سے کلمات کے معنوی ربط اور عبارات کے تسلسل میں بہت کچھ فرق پڑ گیا ہے اور جملوں کی نحوی ترکیب کچھ سے کچھ ہو گئی ہے۔ چونکہ ایسے مقامات کی تعداد بہت ہے اس وجہ سے حواشی میں اُن کی نشان دہی بھی ممکن نہیں۔

اسی کے ساتھ قلمی اور نقل شدہ نسخے میں ایسے اشعار بھی بڑی تعداد میں ہیں جن کا نفسِ موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ متن کے درمیان موقع بے موقع غیر متعلق اشعار کا یہ سلسلہ اصل کتاب کی ژولیدگی ہائے بیان میں اضافے کا سبب بنتا ہے ۔ خیال ہے کہ نفسِ مضمون سے اس بے تعلقی کے ساتھ یہ اشعار مصنف یا مرتّب کے قلم کے مرہونِ منّت نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی بعد کا اضافہ ہیں[۵]۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب ان کو متن سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک کوئی دوسری روایت سامنے نہ آجائے۔ اِن میں سے بعض اشعار کے ساتھ احقر اور بعض کے ساتھ حافظ اور کچھ اشعار کے ساتھ

۵۔ ملاحظہ ہو تذکرِ حضرت آسوی شاہ

مُحی تخلص ملتا ہے۔ بعض اشعار میں شوکت تخلص کو بھی داخل کیا گیا ہے۔ یہ تخلص بھی بسا اوقات بے ربطیِ اظہار کی نشان دہی کرتے ہیں اور اشعار کی طرح بعض مواقع پر الحاقی حیثیت رکھتے ہیں۔

بہر حال ایسے اشعار جن کے بعض اجزاء کی قرأت ممکن نہ تھی اُن کو بدرجۂ مجبوری نامکمل حالت میں نقل کیا گیا ہے اور تکمیل طلب اجزاء کی جگہ نقطے دے دیئے گئے۔ جن اشعار کے پہلے یا دوسرے مصرعے بالکل غیر مربوط صورت میں ملے اُن کا متن دُرست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسے درست کردہ متن کی نشان دہی خطوطِ وحدانی کی مدد سے عمل میں آئی ہے۔

اگر اس کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ یا ایک سے زیادہ نسخے دستیاب ہوتے تو اُن کی مدد سے متن کی ترتیب یا تصیح ممکن ہو سکتی تھی جس کے بعد ترجمے کا کام زیادہ سہل ہو جاتا، مگر بدقسمتی سے اس کا کوئی دوسرا نسخہ راقم الحروف کے علم میں نہیں ہے۔

بایں ہمہ اپنی گوناگوں فروگذاشتوں اور کمزوریوں کے باوجود اس قلمی نسخے کی اہمیت اور اس کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ جیسا کہ اس سے پیشتر بھی ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے وسیلے سے پہلی بار ہندوستان کی تاریخ کے کچھ وقوعات کا علم ہوتا ہے کچھ ایسے نام سامنے آتے ہیں جن پر ابھی تک ہماری لاعلمی کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ ان واقعات کے سامنے آنے کے بعد تحقیق و تفحص کے لئے ایک نئی راہ کھلتی ہے۔ تاریخ کے بہت سے اہم گوشوں کے بارے میں انسانی علم اسی طرح دھیرے دھیرے آگے بڑھا ہے اور بڑھتا رہے گا۔

اِس نادر قلمی نسخے کا اب صرف نصف حصّہ موجود ہے باقی ماندہ اس نقل

کے ساتھ ملتا ہے جو حافظ شوکت صاحب کی تیار کردہ ہے۔ حافظ صاحب نے یہ نقل فل سکیپ سائز کے صفحات پر تیار کی ہے جن کی تعداد ۱۴۸ ہے۔ ان میں کچھ ایسے صفحات بھی ہیں جو موضوعِ کتاب سے متعلق بعض دوسری نوعیت کی معلومات پر مشتمل ہیں۔ یہ بعد کے اضافات ہیں۔

حافظ شوکت نے اس نقل کو "عرفانِ محمود" کا نام دیا ہے۔ اس نقل کے صفحہ ۱۷۶ پر جہاں حضرت امام یحییٰ زاہدی کا احوال یا ترجمہ ختم ہوتا ہے وہاں یہ عبارت آتی ہے۔

لله الحمد والشکر علیٰ نعمائہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

شاید یہی مقدس کلمات اِس کتاب کا حرفِ آخر ہوں اس کے بعد کچھ اشعار ملتے ہیں جو اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے نفسِ مضمون سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتے۔ ہاں بعض تصرفات کے تحت انھیں اس دائرے میں ضرور لایا جاسکتا ہے۔ انہیں اشعار کے آخر میں وہ مادۂ تاریخ موجود ہے جس کا ذکر آگے آئے گا[1]۔ اصل کتاب پر کوئی مُہر یا کسی کے دستخط موجود نہیں۔ موجودہ قلمی نسخے اور حافظ شوکت صاحب کے نقل کردہ مخطوطے کے تقابلی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب نے نقل برداری کے سلسلے میں اپنی طرف سے کسی خاص تصرف یا تحریف سے کام نہیں لیا مگر نقل کردہ نسخہ اضافات سے کلیتًا بری بھی نہیں کہا جاسکتا اور جیسا کہ سطورِ بالا میں اشارہ کیا گیا ہے یہ اضافات اشعار، شجرات و قطعات یا کچھ وضاحتوں کی صورت میں اس کے صفحات پر الگ نظر آجاتے ہیں مثلاً ایک موقع پر لکھا ہے:

"اشعار خان بہادر بھیا بشیر الدین صاحب" یا حضرت امام محمود شہید سبزواری کی شہادت سے متعلق اشعار کا جو سلسلہ ہے اس کے ایک سمت حاشیے میں لکھا گیا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو ذکر حضرت آسوری شاہ

"راجہ بھی اسی وقت قتل ہوا"۔ اسی کے نیچے حاشیہ میں درج ہے "جائیکہ حضرت امام شہید دفن شد آں جائے را موہن باغ راجہ صاحب گفتہ اند و موہن باغ مشہور بود" وغیرہ۔ آخر کے کچھ صفحات میں سے ایک صفحہ پر نواب ابو محمد کا شجرہ نقل کیا گیا ہے۔ اسی نوعیت کے اور کچھ اضافات ہیں۔

مطالعہ متن

اصل عبارات میں بعض الفاظ، فقرے، تحسینی کلمات اور جملے بار بار آئے اور دہرائے گئے ہیں۔ جن سے کہیں کہیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مصنّف ایک ہی بات کو ایک ہی انداز اور ایک ہی اسلوب سے بار بار کہنا چاہتا ہے۔ ایسا واقعاتِ جہاد کے بیان میں بھی ہوا ہے اور سلسلۂ افکار کے ضمن میں بھی۔ مثلاً محاربات کو بیان کرتے ہوئے یہ فقرے مصنّف کی زبانِ قلم پر بہت بار آئے ہیں۔

"نائرہ جدال و قتال از حرارتِ غلیظے اشتعال یافتہ" "ہنگامۂ حرب و ضرب بطرفین شدت پذیرفت" "سینۂ دشمنان از گوہر آبدار پیکان ببر برگشت" "از کشتہا و خستہا حساب نگرفتہ" "از نائرہ جدال و قتال با تیغ سرفشاں و نیزہ ہائے خوں چکاں آثار رستخیزی شد" "حرارتِ پیکار بہ میدانِ کارزار از شدت شدید حرارت پذیرفت کہ از تحریر بیروں است" پائے استقامت .... در زمین کین محکم ساختہ۔ بہ چہرۂ سعادت بگل گونہ زخم آراستند۔ وغیرہ۔ اکثر تو یہ فقرے جوں کے توں دہرائے گئے ہیں۔ کہیں کہیں ان میں معمولی تبدیلی ہوئی ہے۔

اسی طرح تحسینی کلمات میں بعض القاب یا خطابات ایسے ہیں جن کا ورود مصنّف کی زبانِ قلم پر "ورد" کی طرح ہوتا ہے، جیسے امام الاولیائ، زبدۃ الفقہائ،

نخبۃ الفقرا، یا امام المجاہدین اشجعین، قدوۃ العارفین حجۃ الاسلام والمسلمین زبدۃ السالکین اکمل الکاملین امام العاکفین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ وحسن اولٰئک رفیقا ذٰلک الفضل من اللہ وکان اللہ ذوالفضل العظیما۔ للہ الحمد وللہ الاسماء الحسنیٰ، اِن مقدس کلمات کو جہاد میں شامل بزرگوں کے مناقب میں صفحہ بہ صفحہ اور ورق بہ ورق دیکھا جاسکتا ہے۔

اس اندازِ نگارش اور "اذکارِ والاشان" سے ان بزرگانِ دین کے ساتھ مصنف کے اپنے حُسنِ عقیدت اور جوشِ ارادت کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر محامد کی اس کثرت نے مصنّف کو اس کی مہلت نہ دی کہ تفحصِ احوال پر زیادہ توجہ دی جاسکے۔ ایک آدھ موقع پر خود صاحبِ تصنیف کو اس کا احساس ہوا کہ جو کچھ اس سے پہلے قلمبند ہوچکا ہے وہی اب بھی اس کی زبانِ قلم پر آرہا ہے اِس لئے اُسے اختصار سے کام لینا چاہیئے۔ چنانچہ امیر عبداللہ کے ذکر میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ "آپ تمام اوصافِ عالیہ اور محاسنِ کاملہ سے متّصف تھے اور جو کچھ میں اوپر کی سطور میں لکھ آیا ہوں وہ آپ کی بزرگانہ صفات اور مقدس ذات پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کا تذکرہ بہت مختصر ہے۔" (ترجمہ)

مذہبی رنگ کی تحریروں اور صوفیا کے تذکروں میں اس کی گوناگوں مثالیں مل جاتی ہیں کہ عقیدت نے کس طرح حقیقت کی راہ میں حسنِ خیال و حسنِ مقال کے پھول بچھادیئے اور پائے نگاہ تحقیق و تجسس کی آبلہ پائیوں سے محفوظ رہا۔

اِن بزرگانِ دین کے تراجم میں ایسا بہت کم ہوا ہے کہ ان کے بزرگانہ خصائل

اور کریمانہ فضائل کے علاوہ کسی اور بات کا ذکر آیا اور ان کے اشغالِ ذکر و فکر کے ماسوا کسی دوسرے پہلو پر کوئی توجہ دی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ان تراجم کے مطالعہ کے بعد بھی اُن کی پر تقدیس شخصیت کے احوال سے کچھ زیادہ واقف نہیں ہوتے۔ ہاں کبھی کبھی اور کہیں کچھ ایسی باتیں اور اشارے ضرور مل جاتے ہیں جن کی مدد سے ہم اُن کے بعض دوسرے کوائف اور اُن کی زندگی کے کسی دوسرے رُخ سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً امیر عبدالرحمٰن کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے ہمیں بتلایا ہے کہ آپ علومِ صوری و معنوی سے آراستہ اور ماہرِ فنِ سپہ گری ہیں۔ اسی طرح امام شاہ محمد ہمدانی کے محامد میں اس کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ آپ اہتمام اور انصرام میں بڑے سخت ہیں اور مضبوط ارادے کے مالک ہیں۔

یا حضرت امام بدیع الدین سیف الاسلام کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ آپ حضرت ظلِ الٰہی ستودۂ بارگاہِ نامتناہی امام محمد والی سبزوار و خراسان کے داماد ہیں اور حضرت ظلِ سبحانی کے مشیرانِ خاص میں سے ہیں۔

حضرت امام بدرالدین بدرالاسلام حضرت قدرِ قدرت ظلِ سبحانی آیۂ رحمتِ ربانی کے نواسے ہیں اور حضرت جلالت پناہ آپ کے جدِ مادری ہیں۔ جب واقعۂ جہاد پیش آیا تو آپ قرآنِ پاک کی تعلیم سے فراغت کے بعد جواہر منطق و معنی کی تدریس اور احکامِ دینِ محمدی کی تحصیل کے مراحل سے گزر رہے تھے۔

بہر حال یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ صاحبِ کتاب نے سیرت نگاری کو بہت کچھ اذکار و اشغال کے دائرے تک محدود رکھا ہے۔ پھر بھی ضمنی طور پر ہی سہی کچھ ایسی باتیں سامنے آ گئی ہیں جو اُن کے انفرادی کردار کی نشان دہی کرتی ہیں۔

حضرت امام شہاب الدین اسعدی نائب سفیر کے ذکر میں لکھا گیا ہے :-

آپ ناظمِ جاگیراتِ خاصہ ہیں اور آباد کاری محالاتِ جمہور رعایا برایا ہمیشہ آپ کے پیشِ نہادِ خاطر رہتی ہے۔ آپ رموزِ جہاں بانی کی رمز شناسی اور مہماتِ سلطنت کی عقدہ کشائی میں بے مثال ہیں۔

امام حسام الدین حسن البرق کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی حیاتِ مستعار کے لمحات لشکرِ اسلام کی ملازمت اور حضرت امیر المومنین کی خدمتِ بابرکت میں گزارے۔ حضرت امام حسن نجمیہ کے بارے میں لکھا ہے "آپ کے مواعظِ حسنہ جو سلکِ الفاظ و عبارات میں موتیوں کی طرح پروئے ہوئے ہیں اور آپ کے نصائحِ جلیلہ جو چراغِ ہدایت کی طرح روشن ہیں ابوابِ مقصود کی فتح کی کنجیاں ہیں۔ اسی طرح امام رکن الدین ابوالفتح شاہِ ولایت کے محامد میں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ مواعظِ حسنہ کی طرف آپ کا میلانِ خاطر زیادہ تھا۔

بعض بزرگوں کے ساتھ بطورِ خاص اس کا اظہار کیا گیا ہے کہ آپ اہلِ تصوف کے کس سلسلۂ عالیہ سے وابستہ تھے۔

امام حسن شطاری

آپ سلسلۂ عالیہ شطاریہ گرگامیہ مخزونیہ سے وابستہ ہیں۔

امام محمد کنیت قاسم

نسبتِ بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ سے رکھتے تھے۔

امام یحییٰ متقی

سلسلۂ عالیہ نجمیہ قادریہ سے وابستہ تھے اور حضرت شیخ عبدالعزیز مدنی کے خلیفہ

وجانشین تھے۔

امام جمال اللہ حسینی

آپ کا سلسلۂ بیعت سلسلۂ عالیہ مداریہ سے وابستہ ہے۔ جس کے آپ آٹھویں خلیفہ ہیں۔

امامِ امیر امین الدین کنّیت اکبر

آپ شاہ ابوالحسن جمالی سے سلسلۂ بیعت مصافحہ رکھتے ہیں اور اُن کے نویں خلیفہ ہیں۔

امام حسن نجمیہ

آپ کا سلسلۂ بیعت سلسلۂ عالیہ شطاریہ گرگامیہ درویشیہ ہے۔

یہ حضرات صوفیا فقرا اور اہل اللہ ہیں اور دربار نشینی سے زیادہ اُنھیں فقرو قناعت کی زاویہ گیری سے دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض قائم اللیل و صائم النہار ہیں۔ چنانچہ مصنّف نے حضرت امام زین العابدین مخزومی کے بارے میں لکھا ہے:

"آپ قائم اللیل و صائم النہار تھے۔ آپ کا سلسلۂ بیعت خاندانِ قادریہ مخزومیہ ہے یعنی آپ شہیدِ کربلا حضرت امام حسینؑ کے مرید ہیں"۔ وغیرہ۔

جیسا کہ ۔ ورق کی عبارت سے (جس کی طرف اس سے پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے) پتہ چلتا ہے، کتاب کے مصنف حضرت شاہ عبدالستار علوی القادری۔ (متوفی ۹۶۸ھ) ہیں۔

"نقل کتاب الشہادت مصنف افضل العلما والفضلا سیدنا شاہ عبدالستار صاحب ابن شیخ عبدالمومن خلیفۂ جلیلۃ الکبرے ابا عبداللہ حضرت شاہ العالمین

شمس الاسلام شاہ عبدالرزاق صاحب قادری نقش بندی سہروردی مجدّدی قدس اللہ سرہٗ جھنجھانوی درسال سنہ ۱۱۳۰ھ ہجری النبوی صلعم احقر العباد خاکپائے اُمّتِ محمدیہ صلعم شیخ غلام شرف ابن شیخ عزیزاللہ قدس سرہٗ جھنجھانوی"

اگرچہ اس عبارت کا یہ پہلو محلِ نظر ہے کہ حضرت شاہ العالمین متوفی ۹۴۹ھ کو "مجدّدی" کہا گیا ہے جبکہ اُن کے زمانے تک حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ ہجری کا کوئی وجود نہ تھا، تاہم اتنی بات اس عبارت سے ثابت ہے کہ یہ کتاب جس کتاب الشہادت کی نقل ہے اس کے مصنّف حضرت شاہ عبدالستار علوی القادری ہیں اور یہ کہ اس کی نقل شیخ غلام شرف نے سنہ ۱۱۳۰ھ میں تیار کی۔ لیکن مخطوطہ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ غلام شرف نے اصل قلمی یا خطی نسخے سے اپنے مخطوطے کو نقل ہی نہیں کیا بلکہ اُسے بعض اضافات کے ساتھ مرتب بھی کیا۔ اس کا اندازہ اُن کے سپرد قلم کئے ہوئے دیباچے کی اس عبارت سے ہوتا ہے:۔

"ایں حقیر بصورتِ فقیر شیخ غلام شرف ابن شیخ عزیزاللہ سجادہ نشین درگاہ دسگِ آستانہ فیض بارگاہ سیّدنا امام المجاہدین..... میراں امام محمود شہید کنیت ناصرالدین سبزواری قدس اللہ سرہٗ را سعادت مساعدت نمود و بساط بوسیٔ آں آستانۂ عالی..... نصیب گشت و بشرفِ ارادت چندے از اذکار مجاہدینِ اسلام ... بدل پیوستہ شد درسال یکہزار و یک صد و سی ہجری النبوی صلعم در تحریر یافت۔

بعضے اوقات نکاتِ غریب و رموز عجیب از زبان دربار گوہر نثار می فرمودند ایں فقیر می خواست کہ جملہ واقعات و اذکار در نسخۂ کتاب الشہادت

منضبط کردہ در قید آرد کہ موجب استفادۂ طالبان او (کذا) گرداند الموفق بالاتمام ولہ الاسماء الحسنیٰ۔"

اس عبارت میں ایک گونہ بے ربطی موجود ہے۔ سال تحریر کتابت درج کرنے کے بعد جو عبارت آئی ہے اُسے اس سے پہلے آنا چاہیئے تھا۔ صاحب تحریر نے اس کی وضاحت بھی نہیں کی کہ "از زبان دربار گوہر نثار" سے مراد کن بزرگ کی زبانِ فیض ترجمان ہے اور یہ کہ جو اذکار شاملِ کتاب کئے گئے ہیں ان کا تعلق متن کے کس حصّے سے ہے۔

اگر موخرالذکر عبارت اور سالِ تحریر سے پہلے آنے والے جملوں کو ایک ساتھ رکھ کر پڑھا جائے تو یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ شاید اس پوری روایت کا تعلق بعد کی اس روایت سے ہو جو شاہ عبدالستار علوی القادری نے وجہ تالیف کے طور پر سپردِ قلم کی ہے اور جس میں کچھ اسی نوعیت کی باتیں کی گئی ہیں۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے:۔

"خرمنِ اربابِ سخن را خیال و استدراک غوامض وادراک صحبت ارباب دانش و بینش را وجہ ہمت خود ساختہ برائے استفادہ آثار و اذکار مجاہدین و غازیانِ اسلام سعی نمود تا آنکہ بفیض سلسلۂ عالیہ قادریہ و ہم نشینی و ہم زبانی ایشاں بر تسطیر عبارات عالیہ و دریافت دقائق و واقعات از شہر سبزوار و غیرہا دریافتہ چہرۂ حال بہ گل گونہ کسب آرائش بر قرطاس ہا برآوردہ بہ منشور لامع النور کرامت گنجور برادرِ عزیز گرامی نژاد والا گہر حضرت شاہ مکرم محمد پیرزادۂ شیخ زماں شاہ عبدالرزاق علوی قادری نظامی دریں اوراق نگارش یافتہ در شہر ہم شوال المکرم سال نہ صد و پنجاہ و پنج ہجری مقدس۔"

یہ کتاب جن وقوعات پر مشتمل اور اذکار سے مزین ہے ان کا زمانہ ۸۸-۵۸۷ھ کے مابین ہے۔ اس صورت میں واقعہ کی ظہور پذیری کے تقریباً ۳۷۰ برس کے بعد اس کی تالیف عمل میں آئی ہے۔ ایسی حالت میں یہ خود تو کوئی معاصر شہادت نہیں ہو سکتی لیکن اس کا امکان ضرور ہے کہ اس کے ماخذ میں کوئی معاصر تحریر، دست آویزات وغیرہ شامل ہوں۔ راقم الحروف کے اس خیال کو مندرجہ بالا عبارت میں شامل بعض باتوں سے تقویت پہنچتی ہے۔

صاحبِ کتاب نے اپنے وسائلِ معلومات کے سلسلے میں سب سے پہلے "آثار و اذکار" کا ذکر کیا ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ یہ دونوں لفظ ہم معنی الفاظ کے طور پر استعمال کیے گئے ہوں اور ان سے مراد صرف زبانی روایتیں ہوں جو بزرگوں سے چلی آتی تھیں اور جو سلسلۂ عالیہ قادریہ کے فیضِ صحبت اور اُن کی ہم نشینی و ہم زبانی کے وسیلے سے مصنف تک پہنچی تھیں۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں آثار سے مراد کچھ دستاویزیں یا تحریریں ہوں اس لئے کہ دوسرے مرحلے پر "ذریات و دقائق و واقعات" از شہر سبزوار وغیرہما کا تذکرہ آیا ہے جو اس بارۂ خاص میں اساسی اہمیت رکھتا ہے۔

محض زبانی باتوں کی تصدیق کی طرف بھی صاحبِ تالیف کا ذہن منتقل ہو سکتا تھا لیکن یہ بات کچھ زیادہ قرینِ قیاس نہیں اور پھر یہ باتیں جن بزرگوں سے سنی تھیں ان کی زبان کو صدق ترجمان ماننے میں صاحبِ تصنیف کو کیسے تامل ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ ترتیبِ کتاب کے وقت اُن کے سامنے کچھ ایسی تحریریں یا یادداشتیں ہونگی جن میں بیان کئے جانے والے دقائق اور واقعات کی تصدیق وہاں سے کی جا سکتی تھی۔ میرے اس قیاس کی تائید بہت حد تک "تسطیرِ عباراتِ عالیہ" سے بھی ہوتی ہے۔ ان جیسا

کوئی مصنف خود اپنی تحریروں کو "عباراتِ عالیہ" نہیں کہہ سکتا، جن کی تسطیر و تحریر کا کام اس نے انجام دیا ہو۔ گمان غالب ہے کہ اس سے مراد کچھ ایسی تحریریں ہیں، جو بزرگانِ سلف سے اُنھیں پہنچی تھیں اور جن کی تسطیر شاہ مکرّم محمّد کے منشور لامع النور کے مطابق عمل میں آئی تھی جو مصنّف کے پیر و مرشد حضرت شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق علوی القادری کے بیٹے اور ان کی درگاہ کے سجّادہ نشین تھے۔

ان اشارات کے ماسوا اس مخطوطے میں اور بھی کئی ایسی داخلی شہادتیں موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اطلاعات کسی معاصر شخص کی فراہم کردہ ہیں۔

مثلاً جہاں حضرت میران شہاب الدین الملقب بہ شاہ بیابانی کے اہلِ خاندان کی سبزوار سے صحت و سلامتی کے ساتھ علاقۂ محروسہ جھنجھانہ میں آمد کا ذکر آیا ہے وہاں یہ فقرہ بے اختیار مصنّف کی زبانِ قلم پہ آجاتا ہے :-

"روزگار مسرّت آثار بخوبی و بہروزی مقرون، باد و فضلِ مفضلِ بے ہمال (ایشاں را) کامیاب بسلامت داراد"

اِسی طرح جب حضرت کو بیماری سے شفا ہوئی ہے تو یہ عبارت آئی ہے :-

"حکیم شافی آں مظہر معجزات را کہ وجودش دریں جزو زماں بسیار غنیمت است بسلامت داراد"

کیا یہ عبارت تین سو ستر برس کے بعد کے کسی آدمی کی ہو سکتی ہے ؟ اور وہ پونے چار سو برس پہلے شہادت پا جانے والے شخص کے لئے اس کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ " وجودش دریں جزو زماں بسیار غنیمت است "

اسی سلسلے میں آگے چل کر وہ لکھتا ہے :-

"در مقدمہ پرہیز و غذا کہ چہ و تا چند نگارش رود کہ چون و چنداں در تمشیت نہ
باشد، صحت یاب شد الحمد للہ والمنۃ فیہ شفاء للناس"۔
اس لب ولہجے اور اس اسلوبِ اظہار کے ساتھ یہ نگارش کسی معاصر تحریر کی موجودگی
کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

ایک اور موقع پر جب کمک آتی ہے تو اس کا ذکر اس انداز سے ہوتا ہے:۔
"....یکا یک کمک از دیار و مضافاتِ خراسان و سبزوار آمدہ بسیار و صد
بسیار (شکر) احسان خداوند ذوالجلال بجا آوردہ شد در ساعت سعید
بوقت سحر نزول اقبال وحلولِ اجلال فرمود.....الحمد للہ رب
العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ سید المرسلین والطاہرین
اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین"
کمک کی اس یکا یک آمد کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے:۔
"مزید قافلہ صد مجاہدین جاں بازان و غازیانِ اسلام ہمراہ آں بود کجا
ہست خدایا بسلامت داردش....."
اسی کے ساتھ پھر یہ جملہ آتا ہے:۔
"الحمد للہ والشکر کہ مزید قافلہ صد جاں بازان و غازیانِ اجمعین اسلام
ہمیں یوم بوقتِ ساعتِ سعید بساعتِ اول شب دیگور از جنگلستان
و بیابان ہا از دشت ادبار بیرون آمدہ نزول اقبال وحلول اجلال
فرمود" (مہم محاربہ دہم)
اسی طرح کی تفصیلات بعد کے کسی شخص کی تحریروں میں مشکل ہی سے آسکتی

ہیں۔ جگہ جگہ واقعاتِ جنگ و جدال کا بیان کچھ اس طرح ہوا ہے جیسے کوئی شخص خود اس وقت وہاں موجود ہو۔

غازیانِ اسلام منصور یہ را مخبر خبر رسانیدند کہ راجہ شقی فرصت را غنیمت شمردہ باشکر خویش کہ ہمہ تن مردمانِ سنجیدہ واز فن سپہگری آراستہ فراہم کردہ با جمعے کثیر از مضافاتِ محروسہ جوق در جوق از زرہ و جوشن آراستہ چوں مور و ملخ۔ (گرد آمدہ)

(مجاہدین اجمعین) سلاح از بر نکشادند، ناگاہ پاسے از شب گذشتہ بود کہ شور و آشوبی از سمت راجہ شقی بہ شکر رفیع الشان مجاہدین اسلام والمسلمین برخاستہ خبر رسید کہ راجہ شقی از کثرتِ افواجِ مقہورہ وقلت لشکرِ مجاہدین وغازیانِ اجمعین سنجیدہ (کذا) کہ از تواتر حرکات و توالی .... محاربات ومقاتلات دست خوش خوابِ غفلت بودند (بودہ باشند؟) یکبارگی یورش کرد۔" (مہم محاربہ سی و ششم)

محاربات کے سلسلے میں بھی جگہ جگہ یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ احوال وآثار شنیدہ نہیں دیدہ ہیں۔ ان کا راوی خود ان محاربات میں شریک ہے۔

شرکائے جہاد کے اذکار میں بھی ایسی روایتیں موجود ہیں جو اس قیاس کی تائید کرتی ہیں۔

امام شہاب الدین اسعدی کے ذکر میں ایک موقع پر یہ عبارت آئی ہے۔

"تا منظرِ چرخِ خضر خوابگاہ شہ سوارِ مہر انور دست سریر سلطنت ابد بنیاد شاہ خراسان وسبزوار خدیو اسلام والمسلمین بجلوس اشرف و داد غیرت بخشِ

خورشید مشرق باد ؓ

یہاں تک کہ حضرت امام یحییٰ زاہدی کے بارے میں، جن کا ترجمہ کتاب کے آخر میں کیا ہے، یہ لکھا ہے :-

" الحال بہ حین حیات اند و بہ وطن مالوف باہمہ عافیت مراجعت فرمودند"

اگرچہ خارجی شہادتوں اور دیگر مستند روایتوں کی عدم موجودگی میں ان وقوعات کے بارے میں بہ یقین و وثوق تو کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن یہ عبارتیں اور ایسے اشارات ذہن کو اس طرف مائل ضرور کرتے ہیں کہ جب حضرت شاہ عبدالستار علوی القادری نے سنہ ۹۵۵ھ میں "تسطیر عبارات عالیہ" کی مہم کو سرانجام دیا تو ان کے پاس اس سے متعلق کچھ تاریخی مواد معاصر تحریروں یا دستاویزوں کی صورت میں ضرور موجود ہوگا۔

علاوہ بریں راجہ کے علاقہ محروسہ کے بارے میں جو تفصیلات فراہم کی گئی ہیں وہ بھی ایک معاصر روایت معلوم ہوتی ہیں :-

" مملکتِ محروسہ راجہ از سرحد حاشیہ پنجاب تا حدود سارنگ پور و سرحد بڈھوت۔ الامردمان آباد بدارالمملکت سہ لک وچند ہزار برآں وآباد کاری (آبادی ؟) مردمان دارالخلافہ جھنجھنہ سی وپنج ہزار وچند صد برآں و از مردمان اسلام بجز متعلقین وآلِ اطہار حضرت قدوۃ الشہدا امام بیابانی کسے نبودہ. وقلعہ معلّٰے راجہ بہ بالائے حصار بود و پائیں حصار جملہ رعایا برایا وقبیلہ ہا آباد بودند وجملہ راجگان کہ اندرون حدودِ مملکت مذکور بودند زیر نگیں وتابعِ فرمان راجہ مذکور بود:..... راجہ بڈھن سنگھ سمرو والی بوڈھانہ رانا کرن پال درت والی کرانہ ورانا بنہت راؤ والی بنہت وغیرہ "

راجہ کی حدود مملکت واقعی طور پر کیا تھیں۔اس سلسلے میں کوئی فیصلہ مشکل ہے۔ نیز یہاں "سرحدِ پنجاب ..... سے کیا مراد ہے۔اس کے بارے میں بھی وثوق سے کچھ کہنا ممکن نہیں۔اس عہد میں اور اس سے بہت پہلے سے اس علاقے میں مقامی حکمراں برابر ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔اسی کے ساتھ پنجاب کی طرف سے حملوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا جس کے نتیجے میں مقامی ریاستوں کی حدود میں برابر کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔پروفیسر حبیب اور پروفیسر خلیق نظامی کی مرتّب کردہ تاریخ ہندوستان میں اس صورتِ حال کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:۔

during the preceding century and a half areas were conqurred and lost, political influence was extended and pushed back.[a1]

یہ سلطان محمد غوری کے حملے سے پہلے کے ہندوستان کی تصویر ہے جس میں سرحدِ پنجاب سے لے کر دہلی تک کے علاقہ اور خطۂ دواب کو بطورِ خاص شامل سمجھنا چاہیئے۔

جو راجہ جھنجھانہ کے ماتحت تھے، وہ چھوٹے چھوٹے علاقوں پر قابض تھے اور یہ چھوٹے چھوٹے راجہ، جھنجھانہ راج کی سرکردگی میں ایک ریاستی وفاق بنائے ہوئے تھے۔

---

a1 A Comprehensive History of India Vol V Page 137.

اس نوعیت کی وفاقی حکومتیں اس وقت شمالی ہندوستان میں بہت سی تھیں چنانچہ مذکورہ تاریخ کے فاضل مرتبین کا بیان ہے :-

When Turks appeared on the Indian scene feudalism had intered upon the last and by far the most disturbing phase of its history and the practice of sub infeudration had gained ground, most of the big feudration had their own vessals like samantas thakuras and Rawalas etc.[1]

اس کتاب میں حضرت امام محمود شہید کے والد بزرگوار حضرت امام محمدؒ کنیت مسعود کو علاقہ محروسہ سبزوار و خراسان کا حاکم بتلایا گیا ہے اور انھیں امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین واسداللہ فی الارضین جیسے القاب کے ساتھ یاد کیا ہے۔ اسی کے ساتھ ان کا شجرۂ نسب اس ترتیب سے نقل ہوا ہے :-

شجرۂ نسب حضرت امام شہید قدس سرہٗ

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

|

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

|

حضرت امام زین العابدین رضؓ

|

[1] A Comprehensive History of India Vol. V Page 133.

حضرت امام محمد باقر رضؓ

حضرت عبداللہ مکی | حضرت امام جعفر صادق رضؓ [۱]

حضرت سیدنا علی منظر

حضرت سیدنا عبداللہ سعید

حضرت امام ابو محمد کنیت احمد

حضرت امام ابو صالح کنیت عبداللہ

---

[۱] حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ماہ ربیع الاول ۸۳ھ میں ہوئی۔ ان کی ماں فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت بایزید بسطامی اور حضرت امام مالک آپ کے شاگرد تھے۔

آپ کے سات بیٹے تھے۔ اسماعیل، موسیٰ کاظم، اسحٰق، محمد، عباس، علی، عبداللہ اور تین لڑکیاں تھیں۔ (تذکرۃ الکرام ص ۹۹ - ۳۹۸)۔ ممکن ہے عبداللہ کے ساتھ آنے والا نام علی ہی وہ نام ہے جسے علی منظر کہا گیا ہے اور خود عبداللہ مکی ہوں۔ اس زمانہ میں خلافتِ عباسیہ قائم ہو چکی تھی چنانچہ مذکورہ تذکرۃ الکرام "تاریخ خلفائے عرب والسلام" میں لکھا ہے۔ ۱۴۹ھ میں منصور بغداد کی بنا سے فارغ ہوا۔ ۱۵۰ھ میں خراسانی لشکر باغی ہو گیا۔ بڑی لڑائی کے بعد منصور کو فتح حاصل ہوئی۔

(ص ۳۹۹)

حضرت امام حسن کنیت زاہد

حضرت امام علی اکبر کنیت قاسم

حضرت امام ابوالفرح

حضرت سیدنا امام محمدؒ کنیت مسعود

حضرت امام سید احمدؒ کنیت سعید | حضرت امام سید محمد شہید سبزواری

سلسلے کے بانی حضرت امام علی منظر ہیں جو حضرت عبداللہؒ کے بھتیجے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ اُن کے بارے میں فارسی نسخہ اور اس کی نقل دونوں کے ساتھ بزبانِ اُردو یہ وضاحت موجود ہے۔ حضرت سیدنا علی منظر علیہ السلام ۱۵۳ھ مقدسہ میں سالارِ فوج ہوکر سبزوار آئے اور فتح کرکے وہیں سکونت اختیار کی۔

فارسی نسخہ کی نقل کے ساتھ اس موقع پر ایک الگ کاغذ پر یہ شجرہ حضرت امام محمد باقر سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد یہ نام آتے ہیں۔ امام علی منظر، امام عبداللہ سعید، امام مہدی کنیت عمر، امام حسن کنیت زاہد، امام محمد، امام قاسم، امام عبداللہ مسعود محمد کنیت اور اس کے ذیل میں امام محمود، ارتضیٰ، محمد حنیف اور علی اکبر لکھا ہے۔ اس شجرے کے نیچے ایک ملتے جلتے خط میں یہ عبارت درج ہے۔ اس میں کچھ نام نہیں۔ یہ شجرہ پانی پت سے آیا۔

بعدازاں سُرخ پنسل سے لکھا گیا ہے کرنال سے یہ شجرہ ملایا گیا صحیح ہے۔

اس شجرے میں بھی امام سیدنا علی منظر کے نام کے ساتھ یہ صراحت کی گئی ہے کہ وہ ۱۵۳ھ میں سبزوار آئے تھے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ روایت بعض ناموں کے فرق کے ساتھ ایک سے زیادہ جگہوں پر موجود ہے۔ یہ شجرہ کن لوگوں کے پاس سے نقل کیا گیا تھا یہ بات اس موقع پر وضاحت کی روشنی سے محروم رہی۔

اس شجرے کی تائید و تصدیق سر دست کسی اور خارجی وسیلے ہی سے ہو سکتی ہے یا نہیں، اس کے بارے میں فی الوقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ راقم الحروف نے اس سلسلے میں بطور خاص تذکرۃ الکرام، تاریخ خلفائے عرب و اسلام مؤلفہ سید شاہ محمد کبیر صاحب داناپوری کی طرف رجوع کیا، جس میں اس عہد اور اس کے بعد کے بہت سے شاہی خاندانوں کا ذکر اور اُن کے شجرے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخ الفخری اور تاریخ ابن خلدون سے بھی استفادہ کیا وہ بھی اس بارے میں خاموش ہیں۔

جہاں تک نسخہ زیرِ نظر کتاب کا تعلق ہے جگہ جگہ امام محمد کنیت مسعود کو صاحبِ حکومت و خلافت لکھا گیا ہے اور جہاد میں شامل اکابرین سے بعض وہ ہیں جو ان کے اہلِ دربار میں سے ہیں۔ چنانچہ امام حسن نجمیہ کے بارے میں لکھا ہے۔

آپ خدیو زماں و خلیفۂ جہاں کے دربار کے رُکنِ رکین اور مشیر والا تمکین ہیں۔ امام بدیع الدین سیف الاسلام کے متعلق یہ روایت ملتی ہے۔

آپ حضرت ظلِ الٰہی ستودہ بارگاہِ لا متناہی امام محمد والی سبزوار و خراسان کے داماد اور حضرت والا اختصاص کے مشیر خاص ہیں۔ اسی طرح حضرت امام شہاب الدین اسعدی نائب سفیر کے بارے میں لکھا ہے:۔

آپ ناظم جاگیراتِ خاصہ ہیں اور آبادکاری محالاتِ جمہور رعایا برایا آپ

کے پیشِ نہادِ خاطر رہتی ہے۔ آپ رموزِ جہاں بانی کی رمز شناسی اور امورِ سلطنت کی عقدہ کشائی میں بے مثال ہیں۔

خود حضرت امام شہاب الدین الملقب بہ شاہ بیابانی کے ذکر میں یہ روایت اس طور پر دُہرائی گئی ہے۔ آپ حضرت ظلِّ سبحانی کے محبِ با اخلاص اور معتمدِ خاص ہیں اور بارگاہِ سلطانی میں کچھ مدت گزار کر حضرت امام محمد کنیت مسعود کے حکم کے مطابق منصب سفارتِ عالیہ پر مقرر ہوئے جس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت امام محمد ایک ایسی خود مختار حکومت کے مالک تھے جس کے سفیر دور دراز علاقوں تک جاتے اور رموزِ سلطنت کی عقدہ کشائی کا کام انجام دیتے تھے۔

مگر اس اختلافِ احوال کا سبب سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک طرف تو اس زمانے میں کسی ایسی ریاست کا وجود مشتبہ ہے۔ دوسری طرف اس سے متعلق ایسے واقعات اور روایتیں موجود ہیں۔ ممکن ہے امام محمد کنیت مسعود کا دربار اپنے تشرف اور تقدس کے اعتبار سے اس عہد یا اس سے پہلے سے قابلِ صد احترام سمجھا جاتا ہو۔ اور یہ کچھ جاگیراتِ خاصہ اور محالاتِ عالیہ کا مالک ہو اور درویشی نے شاہی کا رنگ اختیار کر لیا ہو۔ لیکن اس ریاست کی جانب سے جہاد میں شامل ہونے والے بزرگوں کا کردار سرتاسر مذہبی اور متصوفانہ ہے۔ اُن کی زندگی درباری سے زیادہ فقر و قناعت کی گوشہ گیری و زاویہ نشینی سے عبارت ہے۔

ایسے کسی مذہبی یا نیم مذہبی ریاست کو دور دراز علاقوں سے تعلقات استوار کرنے کی کیا ضرورت پیش آسکتی ہے، یہ بات غور طلب ہے۔

یہ واقعات جس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں اس عہد میں خراسان کی حکومت خوارزم شاہیوں کے ہاتھ میں ہے۔ جن کا سربراہِ حکومت تکش خاں ہے[15]۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ممکن ہے امام محمّد خوارزم شاہیوں کے کوئی امیر ہوں یا اُن کے عہد میں بھی اپنی خاندانی جاگیرات پر قابض ہوں اور فی الجملہ مسند نشینِ دربار خیال کئے جاتے ہوں۔

اس دَور میں امامت و خلافت کی دعویدار ایک دوسری مذہبی ریاست قصر الموط کی حکومت ہے جس کے فدائی اپنے پر اسرار مذہبی جہاد اور اس عہد کے حکمرانوں کے خلاف قتل کی سازشوں کے لئے تاریخ میں مشہور ہیں۔ اس زمانے میں ان کے امام کا نام محمّد ہے۔ جس کا زمانۂ حکومت سنہ ۱۱۶۶ء تا ۱۲۱۰ھ تک ہے[1]۔ لیکن نہ اس حکومت کے عقائد وہ ہیں جو امام محمّد کنیت مسعود کی حکومت کے ہیں۔ نہ مقاصد میں ہم آہنگی ہے۔ نہ شجرۂ نسب ہی ملتا ہے۔

بہر حال جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ امیر سبزوار کی جانب سے حضرت امام شہاب الدین الملقب بہ شاہ بیابانی کو راجہ چمن چمن بدری پرشاد جھنک پال دت رانا کے دربار میں سفیر مقرر کیا گیا۔ اور اس کتاب میں جن واقعاتِ جہاد یا دینی محاربات کا ذکر ہے وہ اسی سفارت کے نتیجے میں پیش آنے والے وقوعات ہیں۔

اس کے اسباب و علل کی طرف "وجہ مخاصمت" کے ذیل میں قدرے تفصیل سے اشارے کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے صاحبِ تصنیف نے اس سفارت کا ذکر ان الفاظ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) [1] ملاحظہ ہو تاریخ الفخری ص ۴۸ - ۴۴۳

ملاحظہ ہو تذکرۃ الکرام۔ تاریخ خلفائے عرب و اسلام ص ۴۷ - ۴۴۰

ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم ص ۳۳۷ - ۲۷۸

a) A Comprehensive History of India Vol. V Page 51 - 53

میں کیا ہے :-

"حجۃ الاسلام والمسلمین مولائے من سیدنا امیر شہاب الدین ملقب بہ شاہ بیابانی بہ عہدۂ سفارتِ عالیہ مقرر شدند تا کشایش و انکشافات رموز و عقود کارہائے جہاں وادی با عمر ابد و بفضل وا فار صمد (بعمل آید)

اس سفارتی تقرر سے متعلق بعض تفصیلات شرکائے جہاد کے اذکار میں ملتی ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ بیابانی کے ذکر میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ قافلہ ہفت مراحلِ سفر طے کرنے کے بعد ماہ شوال فرخندہ فال کی پانچویں تاریخ کو اپنی منزل پر پہنچا تھا۔ سنہ کا اس موقع پر ذکر نہیں آیا۔ انہیں اذکار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ بیابانی کے ساتھ امام شہاب الدین اسعدی کو نائب سفیر کا عہدہ دیا گیا تھا جو ظلم جاگیراتِ خاصہ تھے۔ حضرت امام شہاب الدین اسعدی کے ترجمہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے ساتھ ایک جماعت اس علاقے تک آئی تھی اور اس نے سفارت کی کامیابی سے متعلق حضرت جہاں پناہی ظلِّ الٰہی کو اطلاع بہم پہنچائی تھی۔

"منہیان خبر آوردند کہ نتائج دودمانِ خلافت و ثمراتِ ریاضِ سلطنت کہ بخیر و خوبی میرسد در رکاب ایشان سعادت اندوزِ خدمت بودہ رہ نورد کعبۂ مقصود می گردد و اُمید کہ ایں معنی بعرضِ اقدس رسد"

اس ضمن میں صعوباتِ سفر کی طرف بھی اشارہ موجود ہے :-

"خاطر را متوحش نہ گرداند بندہ از اعقاب سفر کہ نمونۂ صعوبات سقر است ....از مزاج مستقیم سزاوار منزلت فخیم بعید نماید"

(ذکر حضرت امام اسعدی)

کچھ وقت گزرنے کے بعد حضرت امام شہاب الدین بیابانی نے یہ چاہا کہ اپنے اہلِ خاندان کو بھی اپنے ساتھ رکھیں اور یہ لوگ دشوار گزار راہوں سے سفر کرتے ہوئے بالآخر باریابِ خدمت ہوگئے۔

"ہمدگر بہ تصمیم عزم و بتوکل حبل المتین بتائید الٰہی از وطنِ مالوفِ آلِ اطہار (سبزوار) باوصفِ طولِ مسافت بسرعتِ سریع سفر کردہ غرۂ رجب المرجب سنہ ۵۸۷ ہجری النبوی صلعم کہ ساعتِ سعید بود با کوششِ بلیغ و فراواں کشاکش ہائے دشوار گزار طے نمودہ با عافیت و سلامتی و کامرانی بہ معاونت بارگاہِ ربانی ریاض مراد اہلِ صلاح بگلہائے خرمی شگفتن گرفت"۔

اگر اس موقع پر غرۂ رجب سنہ ۵۸۷ھ کا اندراج صحیح ہے تو اس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جھنجھانہ میں سفارت کا ورود ماہ شوال ۵۸۶ھ میں ہوا ہوگا۔

کچھ مزید وقت بیت جانے کے بعد حضرت پیر بیابانی نے چاہا کہ اپنی بیٹی کے (جس کا نام بوڑھانہ گزٹیر میں رابعہ یا ربیعہ بتلایا گیا) عقدِ مسنون اور رسم نکاح سے احکامِ شریعت کے مطابق فراغت پائیں جس کی اطلاع وکیلِ سلطنت کے ذریعے راجہ کو کردی گئی۔ غالباً اس وقت حضرت شاہ بیابانی جھنجھانہ کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر فروکش تھے۔

"بعد چنداں ایام گذاری تہیہ کردکہ از عقد و نکاح نورِ چشمی مطابق سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فراغت یافتہ باشد"۔

"ایں سخن ہائے زریں مشتمل بصواب گزیں بسمع وکیل مجیب گذرانید

کہ ارسطاطالیس (مدارالمہام راجہ) را گوش گذار کنند۔"

راجہ تک یہ خبر پہنچی تو برہم ہوگیا۔ اس بابۂ خاص میں صاحب تصنیف نے راجہ کے دربار کے اس دستور کا ذکر کیا ہے کہ جب اس کے اُمرائے دولت منصب داران ریاست کے یہاں کوئی لڑکی جوان ہوتی تھی تو اس کی اطلاع راجہ کو دی جاتی تھی۔ اور بعض مراسم کی ادائیگی کے لئے وہ رخصت سے پہلے راج محل میں جاتی تھی۔

"راجہ بیدین را قواعد وضوابط بایں طور بود کہ آں وقت کہ نور چشمۂ درخانہ ہائے رعایا برایا و امرائے ذی مرتبت متصدیان و عاملان و منصبداران وغیرہ ہما بہ سن بلوغ رسد اطلاعش دادہ آید۔"

اگر کوئی یہ نہیں کرتا تھا تو راجہ کے جاسوس اس کی اطلاع راجہ کے کانوں تک پہنچا دیتے تھے۔

"مخبران جواسیس اطلاع و آگاہی آں بسماعت راجہ فسقی بیدین رسانیدہ بودند"

وہ اس لڑکی کو محلات شاہی میں طلب کرتا تھا۔ اس قاعدے کے مطابق حضرت شاہ بیا بانی کی دختر نیک اختر کو بھی طلب کیا گیا۔ حضرت اس وقت تک رشتے وغیرہ کی تجویز سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ نے بقول صاحب کتاب :-

"حضرت شقی بیدین را جواب مجتلٰے و مصفٰے دادند کہ در شریعت دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ایں قواعد وضوابط قطعاً حرام و ممنوع ہستند و نزد من بندۂ خدائے وحدہٗ لاشریک دیگر خدائے را پرستش کردن شرک است۔"

اس موقع پر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ راجہ کوئی ناپسندیدہ کردار انسان تھا اور یہ قواعد وضوابط اس کے عیش پسندانہ جذبات کی تسکین کے لئے وضع کئے گئے تھے۔ امراء اور اہل دول میں اس طرح کے کردار موجود رہے ہیں۔ لیکن اس موقع پر شاید یہ سوچنا بھی

غلط نہ ہوگا۔ راجہ اپنی رعایا برایا' یا امرائے دولت کے ساتھ جو بھی سلوک کرتا رہا ہو لیکن ایک غیر ملک کے سفیر کی بیٹی کو کسی ایسے مقصد کے لئے محل میں طلب کرنے کی بات قرین قیاس نہیں۔ زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ اس رسم کا تعلق راج دربار سے مذہبی نوعیت کا ہوگا۔ خود حضرت کے جواب باصواب سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ یہ قواعد و ضوابط از روئے شریعت حرام اور ممنوع ہیں اور میرے نزدیک خدائے واحد کے علاوہ کسی کی پرستش شرک ہے۔

غالباً راجہ کی یہ خواہش رہی ہوگی کہ منگنی یا شادی کی بعض رسومات خود شاہی محل یا راج مندر میں ادا ہوں۔ ایسی صورت میں اصل مسئلہ رسوم پرستش و اعتقاد کا تھا نہ یہ کہ لڑکی راج محل میں رات گزارے اور راجہ کی شریک خلوت ہو۔

اس وقت راجہ کی عمر بھی کافی ہو چکی تھی اور بڈھانہ گزٹیر کی روایت کے مطابق اس کی ایک لڑکی سمترا راجہ کیرا گڑھ کرنال سے بیاہی جا چکی تھی۔

اس ضمن میں گزٹیر مذکور کی روایت یہ ہے کہ حضرت پیر بیابانی سفیر ریاست جھنجھنہ اپنی لڑکی ربیعہ کی رخصتی سینر وار جاکر کرنا چاہتے تھے۔ راجہ نے اجازت نہ دی اور حضرت شاہ بیابانی کو قید کر لیا۔ (ملاحظہ ہو گزٹیر مظفر نگر متعلقہ بڈھانہ بروایت لالہ شنکر داس برائے ۱۸۵۷ء)

کرنال گزٹیر میں یہ روایت راجہ تھارو سے نسبت کے ساتھ بیان کی گئی ہے مگر لڑکی حضرت شاہ بیابانی کی نہیں، ایک برہمن کی تھی۔

نارو ک کے علاقے میں ایک راجہ تھارو تھا جس کے نام کی مناسبت سے ہنوز بہت سے گاؤں تھارو ا کہلاتے تھے۔ یہ راجہ ہبڑی (Habri) میں رہتا تھا۔ اس نے اپنی

رعایا پر ایک خاص طرح کا جاگیر دارانہ ٹیکس عائد کیا تھا۔ وہ یہ کہ کنواری دلہن پہلے ایک رات راج محل میں گزارے۔ ایک برہمن کی لڑکی کو بھی یہ مصیبت برداشت کرنی پڑی۔ جس پر برہمن نے میران شہید سے شکایت کی اور مدد مانگی۔ میراں جی نے سیدوں مغلوں اور افغانوں کی ایک بڑی فوج جمع کی۔ راجہ کی حکومت ختم ہوگئی۔ یہ جنگ اس کی پوری مملکت میں پھیل گئی اور دہلی تک لڑی گئی۔ سیدوں کے مزارات ان مسلمانوں کی قبریں ہیں جو اس جنگ میں شہید ہوئے[51]

اس روایت میں حضرت پیر بیابانی کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کی پرچھائیاں موجود ہیں۔ ممکن ہے وہ لڑکی جسے برہمن کی لڑکی کہا گیا ہے خود حضرت امیر کی لڑکی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت امیر نے اس برہمن کی مدد کی ہو۔

بہرحال واقعہ کی نوعیت جو بھی ہو گزٹیر اور خود صاحب کتاب کی روایت کے مطابق یہی واقعہ وجہ نزاع بنا اور دونوں مملکتوں کے تعلقات خراب ہوگئے۔

"ازیں جواب راجۂ شقی لعین برہم شد و شمشیر الفکرد مولائی و مرشدی جواب تیغ بہ تیغ دادند لاجرم تعلقات ہر دو مملکت متعلقہ جہاں داری خراب شد"

اس قضیہ نامرضیہ اور واقعہ فاجعہ کی اطلاع حضرت شاہ بیابانی نے نامہ بر کبوتر کے ذریعہ سبزوار بھیجی۔

"القصہ بعد انقطاع تعلقات سفارت از دربار شقی لعین نامۂ باطلاع ایں امور و معاملات معلومہ متعلقۂ جہاں داری و کارہائے نامشروعہ آں

---

51 ملاحظہ ہو کرنال گزٹیر ۱۹۱۸ ص

مغرور آمادۂ پیکار کارزار بذریعہ نامہ بر فضائیہ روانہ کرد و ایں جملہ ناقعات را اطلاع داد خبر کرد کہ ؛ ن در حراست راجۂ شقی مع اہل و عیال ہستم "

اس موقع پر اس کا کوئی ذکر نہیں کہ نائب سفیر کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ آیا اُن کو بھی شا؟ بیا بانی اور ان کے متعلقین کے ساتھ قید کیا گیا یا پھر وہ اس وقت تک کسی وجہ سے وطن واپس جا چکے تھے۔ بہر نوع جب یہ اطلاع سبزوار پہنچی تو اہلِ شہر اور اہلِ دربار سخت تشویش کا شکار ہو گئے۔

اس موقع کی تفصیل سے اس واقعہ سے متعلق صفحات تو خالی نظر آتے ہیں لیکن حضرت امام جلال الدین جلال کا شغری کے ذکر میں اس کا بیان قدرے تفصیل کے ساتھ ہوا ہے۔

"فردائے روز جہاں افروز از حکمِ سلطانی و سایہ عاطفت رحمانی فرماں روائے ہفت اقلیم، سزاوار تخت و دیہیم در ساعت سعید اختیار کردۂ کارپردازان کارگاہ سلطنت و منتظمانِ بارگاہِ خلافت دارالسرور مملکت مسعودیہ حضرت جلالت مآب امام محمدؐ کنیت مسعود شاہ خراسان و سبزوار زاد اللہ اعلامکم۔ دراں انجمن، ارم آئین و دولت خانہ بہشت تزئین بزمے دلکشا و جشن بشاشت پیرا شرف انعقاد یافت چندے از امور مملکت و رموزِ سلطنت طے یافتہ کہ بعد انقضائے یک پہر و پنج گھڑی کہ ساعت نحش (کذا) بود ..... مخبر خبر وحشت انگیز کوائف احوالِ امام الاولیاء امام امیر شہاب الدین بہ گوشِ حقیقت نیوش حضرت

سلطان رسانید در مجلس شورا طے یافت کہ بہر جہاد تیاری بعمل آید و آں

کافر بکیفر کردار رسانیدہ شود"

لشکر ضروری تیاری کے بعد حضرت امام محمود شہید سبزواری کی سرکردگی میں روانہ ہوا اور کشمیر کی راہ سے گزرا۔ اس علاقے کے سفر کو حضرت شاہ بیا بانی کے سفر کے سلسلے میں ہفت مرحلہ کہا گیا ہے اور آلِ اطہار کے سفر کے ضمن میں کتلہ ہائے دشوار گذار کا ذکر آیا ہے۔[1] لیکن خود اس موقع پر اس کی تفصیلات بالکل نہیں ملتیں۔ کچھ اشعار ضرور ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں مجاہدین کا پرجوش استقبال ہوا اور انھوں نے کشتیوں پر دریا کا سفر کیا۔ اس کے بعد کا سفر اونٹوں پر طے ہوا۔

بار کردند جملہ مال و منال　　بر شتر ہائے مست کوہ مثال

جس دشت سے وہ گزرے وہ بے آب و گیاہ تھا۔

فرسخے چند دشت بے آبے　　دل گداز ندہ جہاں تابے

دشت یک عمر دُور تر از آب　　کہ سراسر سموم بود و سراب

خیال ہے کہ اس سفر کی تفصیلات والا حصہ اب شمائلِ کتاب نہیں ضائع ہو گیا۔ صرف اشعار رہ گئے ہیں۔

صاحبِ کتاب نے اسے چار فصلوں میں ترتیب دیا تھا۔

فصل اول :۔ اذکار و واقعات، جہاد فی سبیل اللہ و روانہ شدن لشکر مجاہدین، براہ کشمیر تا کرنال۔

---

[1] اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سفر چینی ترکستان کے راستے سے ہوا اور مجاہدین قراقرم کے دروں سے کشمیر میں داخل ہوئے۔

فصل دوم :۔ محاربہ شدن باراجہ کرنال۔

فصل سوم : محاربہ شدن با راجہ جمن جمن بدری پرشاد جھنک پال دت رانا والئی جھنجھانہ۔

فصل چہارم :۔ محاربہ شدن با حملہ راجگان تا بوڈھانہ تابع فرمان وزیر نگیں مملکت رانا جمن جمن بدری پرشاد جھنک پال دت نگارش یافتہ۔

ممکن ہے فصل اوّل میں وہ اذکار بھی شامل ہوں جو فارسی نسخے سے نقل کردہ حصے کے مندرجات ب میں شامل ہیں۔ بہر حال مجاہدین کا یہ قافلہ کرنال پہنچ گیا جہاں اس نے اپنی صفوں کو آراستہ کیا اور مندرجہ ذیل حضرات لشکرِ مجاہدین کے سالار مقرر ہوئے۔

۱۔ سلطان العلوم اربابِ رشد و ہدایت سیّدنا امام امیر شہاب الدین اسعدی۔

۲۔ سلطان الفقراء امام بدرالدین بدرالاسلام زاہدی۔

۳۔ سیّدنا امام بدیع الدین سیف الاسلام فرع نواز۔

۴۔ صاحب الکرامت والشجاعت امام جلال الدین جلال کاشغری المعروف بہ شہید قتال۔

۵۔ صاحب الشریعت والطریقت سیدنا امام امیر شاہ محمد ہمدانی۔

۶۔ معدن الجود والکرم سیّدنا امام سراج الدین محمد کنیت احمد المعروف بہ اخوند (پیر)

۷۔ اشجعین اسلام والمسلمین امام حسام الدین کنیت حسن برق۔

۸۔ امیر الاسلام والمسلمین امام یحیٰی زاہدی علمبردار اعظم المعروف بہ نوگزہ شہید

۹۔ عالم باعمل اشجعینِ اسلام والمسلمین سیدنا امام امیر قاسم کنیت محمد علمبردار کہتر۔

۱۰۔ زبدۃ العارفین وقدوۃ السالکین حضرت مولانا رکن الدین ابوالفتح۔

۱۱- ابوالمعظم سالار اشجعین سیدنا امیر عبداللہ عباس۔

سالارِ کھتر و نائبینِ لشکر

۱- فخرالملت والدین امیر عبدالرحمٰن۔

۲- امیر جماعت امام امین الدین کنیت احمد

۳- قدوۃ الفقہا محقق التفسیر حضرت امام حسن شطاری

۴- سیدنا و مولانا امام محمدؒ کنیت قاسم

۵- امیر الاولیا والفقرا امام ابوبکرؒ کنیت علی اصغر

۶- رہبرِ ملت و رہنمائے طریقت عالم باعمل امیر محمدؒ حنیف کنیت اکبر

۷- سید العارفین والسالکین امام ابوعثمان گرگامیہ

۸- سید العلما والفقرا امام عبدالعزیز نجمیہ

۹- امیر شریعت والطریقت امام زین العابدین مخزومی

۱۰- زبدۃ العاملین والکاملین امام امیر احمد یحییٰ متقی

۱۱- معدن الجود والکرم امام جمال اللہ حسینی

۱۲- منبع العلم والحکم امام ابوصالح کنیت احمد عبداللہ

۱۳- سیدی وسندی امیر کبیر میران امین الدین کنیت حسن۔

۱۴- معلم القرآن مصباح العلوم والفنون امیر زبیر ابن عبداللہ

جہاد شروع کرنے سے پہلے مولانا رکن الدین ابوالفتح نے وعظ فرمایا۔ جس کی

تاریخ ۲۵ ر شہر ذی الحجہ سنہ ۵۸۷ ہجری النبوی ہے۔

پہلا معرکہ جو وادی کرنال میں ہوا اس میں راجہ کی فوج کے ساتھ جن قبائل نے حصّہ لیا اُن کے نام سنتھا، بنتھا اور مانو موریہ ہیں۔ اس فوج کی کل تعداد پچیس ہزار تھی۔ اس معرکہ میں حضرت امام کی انگشت سبابہ شہید ہوئی۔ راجہ کرنال اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ اس کی فوج میں سے ایک ہزار نوسو آدمی میدانِ جنگ میں کام آئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ مجاہدین میں شہادت پانے والوں کی تعداد ایک سو تین بتلائی گئی ہے۔

مجاہدین نے آگے بڑھ کر جمنا پار کی اور میہور[۱] گاؤں میں پڑاؤ ڈالا۔ یہاں اُن پر مخالفین نے شب خون مارا۔ حدودِ جھنجھانہ میں داخل ہو کر راجہ کے پاس اپنے دو سفیر بھیجے۔ یہ واقعہ دوم شہر محرم الحرام سنہ ۵۸۸ ھ کو ظہور پذیر ہوا جس کے یہ معنی ہیں کہ کرنال سے یہاں تک مجاہدین کے پہنچنے میں ایک ہفتہ لگ گیا۔ یہ سفارت بھی ناکام ہوئی۔ دونوں ایلچی قتل کر دیئے گئے: "باتفاق عاملان و متصدیان راجہ شقی لعین ہر دو قاصدانِ اسلام مذکور الصدر را شہید کرد"۔ جس کے جواب میں چہارم شہر محرم الحرام ۵۸۸ھ ہجری النبوی کو صبح صادق ابیض کے وقت جنگ شروع ہوئی۔ اس وقت جو سپاہ راجہ کے ساتھ میدانِ کارزار میں جمع ہوئی تھی اس میں چموریہ، ڈفلیا اور مانو موریہ قبائل کے لوگ بھی شامل تھے۔ راجہ کی فوج کی تعداد ۶۹ ہزار بتائی گئی ہے۔ اسی کے ساتھ راجہ بدمن سنگھو سمرو گوپال دت کے ساتھ اگلے دن دس ہزار فوج بطور کمک اور آ گئی۔ راجہ کرن پال دت اور تم چند

---

[۱] یہ گاؤں اب مہورا یا منصورہ کہلاتا ہے۔

گروبا ۱۸ ہزار سوار اور پیادہ فوج کے ساتھ گمک کو پہنچا۔ مزید برآں راجہ بہنت راؤ گوپال سنگھ ساہو کے ساتھ جو فوج آئی وہ سات ہزار سوار اور پیادوں پر مشتمل تھی۔

اس طرح کل تعداد نوے ہزار کے قریب ہو جاتی ہے۔ خیال ہے کہ اس موقع پر مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ جب کل علاقے کی آبادی تین لاکھ چند ہزار افراد سے زیادہ نہ تھی تو اتنی بڑی فوج کہاں سے آگئی۔ راجہ جھنبھانہ اور اس کے حلیفوں کی اس دَل بادل فوج میں سے جو لوگ میدانِ جنگ میں کھیت رہے اُن کی تعداد ہفت دہ ہزار رہے۔ اتنی بڑی تعداد میں لڑنے والے سپاہیوں کے کام آنے کے بعد پھر محاربات کے آئندہ سلسلوں کو ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ گمان غالب ہے کہ مقتولین اور اسی نسبت سے جنگ کرنے والوں کی یہ تعداد بعد کے اضافات ہیں جس کا اندازہ کچھ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ اس کے بعد کے معرکوں میں یہ تعداد اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اس کے بعد خود سرزمین جھنجھانہ میں بہت سے معرکے ہوئے اور ہنگامۂ جدال وقتال گرم رہا۔

ان جنگ جوئیوں اور معرکہ آرائیوں کا جو بیان صاحبِ کتاب کے یہاں ملتا ہے ان سے ایک بار پھر ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ ان حالات کو قلمبند کرنے والا خود ان جنگوں میں شریک ہے۔

"سیدنا جلال کاشغری برافواجِ بیدیناں مقہورہ راجہ بودھن دسنگھ اسمرو گوپال ورت راؤ از جانب یمین حملہ کرد" (مہم محاربہ چہارم)

اندریں اثنا سالار مجاہدین امیر بدرالدین بدرالاسلام بالمقابل راجہ کرن پال او تم چند گرو از جانب یسار حملہ کرد" (مہم محاربہ پنجم)

"یکا یک از جدت طرازی راجہ بہنت راؤ گوپال سنگھ با مقہوران بیدینان

پس پشت غازیانِ اسلام فیروزی حملہ آور گشت ۔" (مہم محاربہ ہفتم)

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہدا کی تجہیز و تکفین اسی وقت اور اُسی جگہ عمل میں آتی تھی جہاں وہ شہید ہوتے تھے۔ آج بھی ان شہداء کے مزارات مختلف جگہوں پر پائے جاتے ہیں۔

محاربہ ہشتم کے بعد جس میں حضرت امام جلال الدین جلال کاشغری شہید ہوئے حضرت امام امیر شہاب الدین شاہ بیابانی کو راجہ کی قید سے رہا کیا گیا۔

"الحمد للہ والشکر کہ مجاہدِ اسلام والمسلمین سالار لشکر اسلام از حبسِ دوام راجہ شفقی مع آل طاہرین بیرون آوردہ شد و بر عہدۂ سالاری فائز گشتہ۔"

جن ہتھیاروں سے ان معرکہ ہائے جنگ وجدل میں کام لیا گیا ان میں تیغ، تبر، تیر اور جزائربان کے علاوہ زنبورک و اشیائے آتشیں کا بھی ذکر آیا ہے۔

" ایں حال تیر و تبر و جزائربان بسان ابر نیساں باریدن گرفت و نائرہ جدال و قتال از طرفین بہ تیر دسنان و خدنگ التہاب یافتہ بصدمات زنبورک و اشیائے آتشیں رعد خروش صورت رستخیز از فدت شدید جلوۂ ظہور نمود ۔" (مہم محاربہ نہم)

محرالحرام کی آٹھ تاریخ کو یکایک مضافات خراسان سے کمک آئی جو صبح کے وقت پہنچی اور انھیں مجاہدین کے ساتھ روانہ ہونے والا سو آدمیوں پر مشتمل ایک قافلہ تاریک رات کے اوّل حصے میں پہنچ سکا اور جنگلوں اور بیابانوں سے گزرتا ہوا آیا۔ اس اثنا میں راجہ کو بھی کمک پہنچ گئی۔

"راجہ شفقی بموجب قضا امضا با فوجے از موکب ہمراہ بہ کمک یافتہ بود آفت

رسیدہ آمادۂ معاندت گردیدہ۔ باغی خسراں شعار در صعوبت طرف وافزونی گریوہ ومغاک ہوائے نخوت ومغروری درکاخ دماغ افگندہ بود۔

ازطرفین ہنگامۂ رزم وپیکار گرمی داشتہ ومسالک معاصرہ قرار واقعی نمودہ طریق عبور و مرور قافلہ وراہ رسیدن رسد مسدود گردانیدہ ....

(بعد چندے) غازیانِ صف شکن تاب تحمل نیاوردہ ہمدیگر بتصمیمِ عزم یورش کردند نکوہیدہ کاراں از دائرہ کار برآمدند و بہ تحریک عرقِ غیرت وہمت بسانِ شعلۂ جوالہ برآں کوہ آسمان شکوہ متصاعد گشتند .....امّا پردلاں از ریش بان وتیر ابر مدار واز تیغ آبدار سر افشاں بروار وگیر تہورانہ وہا وہوئے مردانہ بضرب تیغ وتبر سر از دوش مخذولاں براندا ختند وجدال وقتال کناں بہ پائیں قلعہ رسیدند راجہ بہ مع لشکر نکوہیدہ کاراں ہمیں وقت داخل قلعہ گشتہ باب قلعہ مسدود گردانید۔ (مہم محاربہ یازدہم)

آلا مجاہدینِ اشجعین اسلام بہ سلم دھروبان ہائے چوبیں از برِ نواح بر بروج ارتفاع گزیدہ .... از صف ہائے مقتولان متہوران باحشر انبوہ کثیر غلغلہ وواویلا بر آسمان رسیدہ ....سالار لشکر امیر حسام الدین حسن برق بہ تائید مشیتِ ایزدی بہ ید بالادستی بسرعت سریع دست بر باب قلعہ داشتہ۔ بہ تکبیر ایں اسم معظم۔

لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین۔
(پارہ ۱۷، انبیاء۔ رکوع ۵)

دیوارِ قلعہ شق شد۔

اسی محاربۂ عظیم میں میراں شہاب الدین شاہ بیابانی شہید ہوئے (مہم محاربہ چہاردہم)

راجہ کے محلات اور مطبخ میں جنگ کے واقعے پر مشتمل ہے۔

"غازیانِ اسلام رستخیزی کناں درون مطبخ راجہ شقی رسیدند و درون معبد خانہ محلات راجہ داخل شدند"

اس کے بعد معبد خانہ قدیم کے بیرونی علاقے میں راجہ کے ساتھ آخری بڑا معرکہ ہوا۔ جس میں گھٹایوں قبائل کے سردار نے ایک بڑی فوج کے ساتھ آکر راجہ کی مدد کی۔ اسی اثنا میں دست بدست جنگ ہوئی۔

"چوں بقیہ رعایا برا یا یکرنگ پوشیدہ از بر نواح بزروۂ محلات و بروج و دیوار ہائے عروج خروج کردہ باچنداں مدبران بالادست باکزلک و خنجر دست و گریبان گرویدند"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح گوشے گوشے اور چپے چپے میں لڑائی ہوئی۔ یہ زمانہ برسات کا تھا۔ ہر طرف بادل گھرے ہوئے تھے اور بجلیاں چمک رہی تھیں۔

"تیغ ہائے مبارزاں در خرمنِ وجود شان بسان برق خاطف می پیچید و حملۂ شجاعان مجاہدینِ اسلام فیروزی علم چوں سحاب متراکم از ہم می پاشید"

(محاربہ نوزدہم)

سب سے بڑا معرکہ قدیم مندر کے باہری میدان میں ہوا۔

اس معرکۂ عظیم کی تفصیلات بہت اہم ہیں اور ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ صاحب کتاب نے بعض محاربات کی تفصیل نگاری میں کس قدر اہتمام برتا ہے۔

"چوں سالارِ اعظم امام العساکر و المجاہدین سلطان العلوم صوری و معنوی شہزادۂ خراسان و سبزوار سیدنا امام محمود قرۃ العین امیر المومنین والی خراسان و

سبزوار امام محمدؒ بہ معیتِ عساکر مجاہدین وغازیانِ اشجعین بہ نواحِ معبد خانہ کہ
دراں جاراجہ شقی لعین مع افواج آمادۂ پیکار مقیم و مستحکم بود حملہ آور شدند کہ
یکایک از اطراف علاقہ محروسہ قریب بست وپنج ہزار سوار و پیادۂ بے شمار
جوق در جوق چوں مور و ملخ نمایاں گشتہ مجاہدینِ اسلام بعزمِ بالجزم فوج ظفر
موج را محاصرہ کردند۔ سالارِ کہتر عساکر مجاہدین سیدنا امام موسیٰ زاہدی و
جاں بازان و تہورانِ اسلام از جانب یمین حملہ آور شدند و سیدنا مرشدی و
مولائی امام یحییٰ زاہدی از یسار حملہ کردند۔ سالار کہتر مجاہدین سیدنا امام ابو صالح
کنیت احمد از جانب عقب حملہ آور شدند و چنداں تہوران و شجاعان
بزیر علم سالار کہتر امام الحجۃ جمال اللہ حسینی بسد باب امداد و آمد کمک متعین
شدہ از راہ علاقہ محروسہ حملہ آور شدند سالار کہتر اشجعینِ اسلام والمسلمین امام
زین العابدین مخزومی بالمقابل رعایا برایا بسر کردگی سردارانِ قبائل سنتھا
و چمور یہ نکوہیدہ کاران حملہ آور شدند سالار کہتر مجاہدینِ اسلام سیدی و
مولائی امام عبدالعزیز نجمیہ بمع چندان اشجعین و غازیانِ اسلام بالمقابل
ویلو بلوان رانا حملہ آور شدند۔ سالار کہتر سیدنا میران امام ابو عثمان گرگامیہ
مع چندان شجاعان و غازیانِ اسلام بالمقابل قبائل منو موریہ وغیرہما حملہ
آور شدند۔ سالار کہتر امیر شریعت امیر کبیر سیدنا امام عبداللہ عباس بالمقابل
لشکر نکوہیدہ کار بیدین مہندر راؤجی ساہو مدار المہام راجہ شقی حملہ آور شدند۔
سالارِ کہتر امیر شریعت و طریقت میران ابابکر کنیت علی اصغر نائب علمبردار
مع افواج تہوران بمعیت و امداد بقواعد کمک سالار اعظم میران امام

ناصرالدین محمود بالمقابل افواج راجہ خشقی بیدین حملہ آور شدند ـــــ

ـــــ اول تاریخ سیزدہم شہر محرم الحرام سردار راجہ خشقی بہیر رانا بلوان از حیلۂ محاربہ جنگ وجدل درمیاں گرفتہ باافواج نکوہیدہ کار راجہ آمادۂ پیکار گردید۔ نوائر جدال وقتال از ہر نواح باہم مرحلہ جات نہ سالار عساکر اسلام ودہم سالار اعظم امام المجاہدین اشتعال بہ شدت چوں نار جحیم پذیرفت...

یکایک کمک مزید یلغار از افواج راجہ بودھن سمر وگوپال دت پنجہزار سوار و پیادۂ بیشمار و دیگر مزید کمک از راجہ کرن پال دت گرد ہشت ہزار و پیادہ و یلغار کمک از راجہ بنہت راؤ گوپال سنگھ ساہو پنجہزار سوار و پیادہ آمد۔ ایں ہمہ افواج شامل افواج راجہ جھنک پال دت رانا گردید۔[1]

پیش قدمان معرکہ عدو سوزی بازوئے کوشش خصم افگن چوں برق افروزی کشادہ بہ نیزہ خدنگ و بھالاہا و تیر و سنان اجل زا بر می داشتند۔ پس از گیر و دار بسیار کہ از ساعات اول یا ہمہ روز تا شب بر ہمہ محاذات کارزار شدت داشت اشقیان باسائرہ کفاران قدم ہمت باز پس کشیدہ چوں بخت رمیدۂ خویش آوارۂ راہ فرار گردیدند....

لاتعداد ے غنیمت از تیغ ہائے آبدار و تیر و سنان و تیغ ہائے بیکراں و خنجر ہائے عمدہ و خدنگ التہاب و زنبورک و خدنگ نیستاں و شعلۂ قہر جاں سوز و نقارہ ہائے رعد خروش و نشان و فیلاں مرکوس بہ ساز۔

---

[1] یہ وہی تعداد ہے جو محاربات جھنجھانہ کے آغاز میں بتلائی گئی ہے یہاں اُسے دوبارہ کمک کے نام سے دہرایا گیا ہے۔

جوشن آراستہ بدست نصیب غازیانِ اسلام آمد ۔ (مہم محاربہ سی و ششم)
اس سازوسامان اور مالِ غنیمت سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلی بار راجہ کو بڑی شکست اسی معرکہ میں ہوئی۔ اسی اثنا میں راجہ کرن پال دت اوتم چند گرو راجہ کیرانہ پر بھی مجاہدینِ اسلام نے فتح پائی۔

"دریں حال لشکرِ جانبازانِ اسلام بعد انفراغ محاربہ افواج راجہ کیران پال اوتم چند گرو بانصرت وفتحمندی در معبد خانہ شامل لشکرِ مجاہدینِ اسلام گشتہ باسرعت سریع آمادۂ پیکار گردیدند۔"

جنگ کے یہ واقعات سلسلہ در سلسلہ ہیں اور ایک سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی مخالفت کی کسی کمزوری سے مجاہدین فائدہ اٹھاتے ہیں اور کبھی راجہ کی فوجیں موقع پاکر حملہ کرتی ہیں اور ایک معرکہ مختلف معرکوں میں بدل جاتا ہے۔

آمشب بساعتِ اول راجہ شفقی از جنگلستان مع انبوہ کثیر رعایا برایا برآمدہ حملہ آور گشت بجسارت پرخسارت بانہنگانِ بحرِ وغا آویختہ۔

.... الا مجاہدین اجمعین از تیغ سرافشاں واز خنجرِ خوں فشاں دست بدست وفرداً فرداً آمادۂ پیکار رستخیزی شدند۔ جمع کثیر تہہ تیغ کشتنی وخستنی سربگریبانِ فنا فرو رفتند وبسیارے از زخم ہائے کاری، بسان لالہ وگل برجگرہا بشگفتند۔ لاجرم راجہ شفقی بیدین شکستِ فاش یافت واز دست امام المجاہدین سیف الاسلام والمسلمین میران امام محمود سبزواری تہ تیغ شد۔"   (مہم محاربہ سی و ہفتم)

اسی سلسلۂ محاربات کی ایک کڑی وہ جنگ ہے جس میں حضرت امام محمودؒ شہید ہوئے۔

"چوں بقیہ لشکرِ بیدینان بالیگران فرار شدہ از کثرت وانبوہے از جنگلہائے دشوار گزار و رعایا برایا چوں مور وملخ از فراز کوئے ہا وتخا یک شعبہ ہائے جنگلستان نمایاں گشتند

....مقارن ایں حال بہ تیغ و تبر و تیر و سناں و جزائربان بسان ابرنیساں باریدن گرفت ودود از دامن ہوا بگریبان سما در رسید شعلۂ از تنگارین آہنی درخروش آمدہ آواز جاں خراش بگوش بیدینان رسانید۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آتشیں ہتھیار اُن کی جو بھی نوعیت ہو مجاہدین کی طرف سے استعمال کئے گئے اور ممکن ہے اُن کی فتوحات میں اس آتش باری کو بڑا دخل ہو۔

اِن محاربات کے نتیجے میں راجہ جمنبھانہ میدانِ جنگ میں لڑتے لڑتے "دیر گتی کو پراپت ہوا" اسی کے ساتھ اس کے یا اس کے کسی آدمی کے ہاتھ سے امام محمود کا سر مبارک بھی شہید ہوا۔ یہ شہادت ماہ محرم الحرام کی ۱۲ ر تاریخ کو بوقتِ عصرین یعنی عصر و مغرب کے درمیان ہوئی۔ تمام رات مجاہدین اپنے بچاؤ کے ساتھ میدانِ جہاد میں اپنے شہدار کو ابدی نیند سونے کے لئے سپردِ خاک کرتے رہے۔ سب سے پہلے حضرت امام کے سرِ بے تن کی تکفین عمل میں آئی (لاش کی تدفین بڑھانے جا کر عمل میں آئی جس پر آئندہ گفتگو کی جائیگی)

"بعد انفراغ تجہیز و تکفین سر مبارک حضرت والاشان امام المجاہدین شہزادۂ سبزوار از تجہیز و تکفین سالاران مجاہدین اسلام و جملہ شہداء نور اللہ مرقدہٗ بتاریخ امروزہ تا ہمہ شب و بتاریخ ۱۳ ماہ مذکور تا بوقت ساعت اول سحر انفراغ حاصل شد۔" (مہم محاربہ سی و ہشتم)

بعدہٗ مجاہدین کا یہ باقی ماندہ قافلہ راجہ بنہت راؤ گوپال سنگھ ساہو کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

"صفہائے لشکرِ مجاہدین بعزمِ غازیانہ سرِاقدس شہزادۂ سزوار بہ جھنجھانہ و تن بے سرِ باشجاعت تہورانہ درمیدان کارزار از راجہ بنہت راؤ گوپال سنگھ ساہ قتال وجدال کناں بہ تعاقب راجۂ شقی بیدین با جمع کثیر از قبائل چھمدیہ وغیرہا مع رعایا برایا خسارت آگیں آمادۂ پیکار گردیدہ۔ (مہم محاربہ سی ونہم)

اس معرکے میں دیگر مجاہدین اجمعین کے ساتھ حضرت امام محمود شہید کا دستِ چپ شہید ہوا۔ جن کی تجہیز و تکفین کے بعد مجاہدین آگے بڑھے اور راجہ بوڑھن سمرو گوپال دت رانا سے مقابلہ ہوا، جو جھنجھانہ کے میدانِ جنگ سے ہٹ کر اپنی فوج کے ساتھ اپنے علاقہ محروسہ میں واپس آگیا تھا۔ بنت سے بڈھانہ تک کے راستے میں ہی جھڑپوں اور مقابلوں کا تار نہ ٹوٹا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دو بڑے معرکے ہوئے اور دونوں طرف کی باقی ماندہ فوجوں نے ایک دوسرے کے مقابلے میں تیغ و تبر و تیر وسناں کے جوہر دکھائے اور میدانِ جنگ کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دیا۔ ایک معرکے میں کام آنے والے لشکرِ معاندین کی تفصیل اس طرح دی گئی ہے۔

"سر سرداران راجہ شقی نگوں سار و چہار سردار از قبائل گھٹیاوں بخت رمیدہ قریب زاید از دو ہزار لشکر راجہ بیدین و قریب سہ ہزار از قبائل مذکور از تیغ خوں فشاں وجاں ستاں مجاہدینِ اسلام فیروزی نشان تہ تیغ شد۔"

"بقیۃ السیف لشکرِ لعین و رعایا برایا از راہِ فرار بکوئے ادبار رفت۔"

(مہم محاربہ سی دہم)

یہ معرکہ لوئیاں قریہ کے قریب ہوا تھا جو مضافاتِ بڈھانہ سے ہے۔ وہاں سے آگے بڑھ کر مجاہدین حدود بڈھانے میں داخل ہوئے۔ باقی ماندہ لشکر کا پیچھا حضرت امام موسیٰ زاہدی

اور امام رکن الدین رکن الاسلام ابوالفتح نے کیا۔

"پس ازیں دار و گیر بسیار کہ از وقتِ عصرین تا نصف شب ہنگامہ کارزار گرمی داشت۔ نگوساراں قدم ہمت باز پس کشیدہ چوں بخت رمیدہ خویش منہزم گردیدہ۔"

"بقیۃ السیف لشکر راجہ شقی و قبائل کفاران نکوہیدہ کاران خائف و ہراساں و سراسیمہ از زروہ ہائے جنگلستان رختِ فرار بخرابہ ہائے ادبار کشید ہمعناں مجاہدین غازیانِ اسلام منصور تعاقب نمودہ استیصال کردہ و از سالارانِ عساکر اسلام فیروزی نواسید نا امام موسیٰ زاہدی و امام رکن الدین رکن الاسلام بہ ہمراہ جاں بازان تہوران اجمعین گرفتہ بتلاشہائے و ترددات متواتر بہ تعاقب چیدہ چیدہ سالاران و افواج بیدینان رفتہ آمادۂ پیکار گردیدند۔"

جس کے نتیجے میں بالآخر راجہ بودھن سمر ڈگوپال دت ہی مارا گیا یا پھر جیسا کہ مسودے میں شامل بعض اشعار سے پتہ چلتا ہے — زندہ گرفتار ہو کر حضرت امام رکن الدین ابوالفتح کے ہاتھوں قتل ہوا۔ خود امام ابوالفتح وعظ کہتے ہوئے شہید ہوئے۔ مظفر نگر گزیٹیر متعلقہ علاقہ جھنجھانہ کے ضمیمہ ۱ میں یہ روایت موجود ہے: "حضرت شاہ رکن الدین ابوالفتح مقام بڈھانہ میں خطبۂ جہاد دیتے اور اعلانِ جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔" (حاشیہ ملاحظہ ہو ص ۲۴۴)

بڈھانہ کے ایک معمر بزرگ نے ان روایات و توقعات کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ خود راجہ نے ایک درخت کی آڑ میں چھپ کر امام ابوالفتح کے نیزہ مارا تھا۔

دونوں روایتوں میں سے جو بھی صحیح ہو اس کے بعد جنگ کا خاتمہ ہو گیا اور جیسے ہی

اس جنگ کا خاتمہ ہوا حضرت امام کا جسدِ اطہر زمیں بوس شہادت ہوا۔

"چوں میدانِ کارزار اختتام پذیرشد جسدِ اطہر یعنی تنِ بے سر برزمیں افتاد واز نعمت شہادتِ عظمیٰ مشرف گشت[1] بعد غروب شمس بساعتِ اول مغربین ؎

---

[1] تنِ بے سر کے جنگ کرتے رہنے کی روایت بعض دوسرے بزرگوں اور اولیاء اللہ کے ساتھ بھی وابستہ ہے حضرت امام شہید سے متعلق یہ روایت کرنال کے گزیٹیر میں بھی ملتی ہے۔

میران صاحب بغداد کے سید تھے جن کے ساتھ کچھ عجیب و غریب کہانیاں وابستہ ہیں۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کو پنجاب میں حضرت پیرانِ پیر کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات قابلِ اعتبار نہیں معلوم ہوتی۔ انھوں نے ایک بڑی فوج کے ساتھ جنگ کی۔ دورانِ جنگ ان کا سر توپ کے ایک گولے سے اڑ گیا لیکن اس کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ برابر لڑتے رہے۔ تب راجہ تھارو (Tharwa) کے گاؤں کی ایک عورت نے اُن کو دیکھا اور کہا یہ کون ہے جو اپنے سر کے بغیر لڑ رہا ہے؟ جس پر جسم سے آواز آئی حق حق۔ اور اس کے بعد وہ زمیں بوس ہو گیا لیکن گرنے سے پہلے اُس نے کہا کیا یہ گاؤں اب تک نہیں گرے جس پر تھاروا کے علاقے سے تعلق رکھنے والے تمام گاؤں اُلٹ گئے اور اُن کے رہنے والے زمین میں دب کر رہ گئے سوائے اس برہمن کی لڑکی کے۔ اِن گاؤں کی دیواریں اب بھی اُلٹی کھڑی ہیں اور اس واقعہ کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ میران صاحب کو صبری میں دفن کیا گیا۔ نارد ک لوگ ان سے اور ان کے بھانجے سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں اور اُن کے مزاروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ سونی پت میں ان کا اور اُن کے بھانجے کا مشترک روضہ ہے جو ماموں بھانجے کا روضہ کہلاتا ہے۔ (کرنال گزیٹیر ۱۸ء۱۹ء)

الحاصل بعد انفراغ کارہائے جہاد فی سبیل اللہ تن بے سر سیدنا و سندنا امام الملت والدین سید السادات قرۃ العین والی خراسان و سبزوار فی التاریخ چہاردہم ماہ محرم سنین پانصد و ہشتاد و ہشت ہجری النبوی راکار تجہیز و تکفین بعمل آمد و بعد از دو ساعت شب دیجور انفراغ حاصل شد۔"

چاند کے اعتبار سے تو اسے چاندنی رات ہونا چاہیئے لیکن غالباً یہ برسات کی رات ہے اسی لئے اُسے شبِ دیجور کہا گیا ہے۔ ممکن ہے عمومِ غم کے باعث اسے شبِ دیجور سے تعبیر کیا گیا ہو۔

"بعد ازاں بہماں وقت و ہمچناں حال تجہیز و تکفین مولائی و مرشدی و استاذی معلم القرآن سیدنا شاہ امام رکن الدین بعمل آمد۔"

فی التاریخ پنجدہم شہر محرم الحرام سنین مذکور تجہیز و تکفین بندگان صالحین و اولیائے مرتاضین بعمل پیوست۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہِ اموات بَلْ احیاءٌ ولٰکن لا تشعرون۔

و

والصبر وما صبرك الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تکن فی ضیق مما یمکرون۔

اس کے بعد مجاہدین کا باقی ماندہ قافلہ اپنے وطن کی طرف واپس لوٹ گیا۔ ظاہر ہے کہ سب آدمی واپس نہ گئے ہوں گے۔ کچھ لوگ یہیں آس پاس کے علاقوں میں جا کر بس گئے ہوں گے۔ اگر یہ لوگ یہاں نہ رہ جاتے تو کچھ دنوں کے بعد ان قبروں کی نشان دہی

کیسے ہوتی اور ان پر مقابر کیسے تعمیر کئے جاتے[1]

اسی کے ساتھ کچھ لوگ واپس ہو گئے جس کا اندازہ تذکرائے جہاد کے تراجم سے بھی ہوتا ہے چنانچہ امام یحییٰ زاہدی کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ کا تقرر امام یحییٰ زاہدانی کی جگہ نائب علمبردار کی حیثیت سے ہوا تھا۔ آپ تا حال عین حیات ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کی سعادت کے بعد آپ نے اپنے وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی۔

امام شاہ محمد حمدانی:۔ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت اور لشکرِ اسلام کی فتح مبین کے بعد اپنے وطن کی طرف مراجعت فرمائی۔

امام عبداللہ عباس:۔ جہاد فی سبیل اللہ سے فراغت کے بعد اپنے دارالابرار شہر سبزوار کی طرف مراجعت فرمائی کہ آپ کا وطن مالوف تھا۔

---

[1] تاریخ فرشتہ اور بعض دوسری تاریخوں اور تذکروں سے یہ ثابت ہے کہ محمد غوری کے ہاتھوں فتح دہلی سے پہلے مختلف علاقوں اور بستیوں میں مسلمان آباد تھے۔ پروفیسر حبیب اور پروفیسر نظامی کی مرتب کردہ تاریخ میں اس پر ابھی خاصی وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سلسلے میں لکھا گیا ہے:۔

It appears that nearly half a century before the Ghorid conquest of northern India isolated Muslim cultural group secured a foot hold in the country (Vol. V Page 135)

مشرق میں بہار سے لے کر مغربی یوپی میں بدایوں تک ان کی ایسی آبادیاں موجود تھیں۔

مظفر نگر گزٹیر متعلقہ بڈھانہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ چند مجاہدین بچ کر اپنے وطن کو واپس ہوئے۔ [1]

انھیں کے خانوادوں سے شاہ عبدالستار نے وقائق و حقائق کی تصدیق اور تفتیشِ احوال کی ہوگی۔

اِس جہاد میں شرکت کرنے والے اکابر کے مزارات کرنال، سونی پت، جھنجھانہ، بنت اور بڈھانہ میں موجود ہیں۔ خود حضرت امام صاحب کے مزار پُرانوار کے بارے میں مظفر نگر گزٹیر متعلقہ جھنجھانہ میں یہ روایت ملتی ہے۔

"امام صاحب کے مزارات چار جگہ پر ہیں۔ انگشت سبابہ کرنال میں، سر مبارک جھنجھانہ میں، ایک ہاتھ بنت میں اور دھڑ بڈھانہ میں اور کوئی عضو منصورہ (میہورہ) پر بھی بتایا جاتا ہے۔" [2]

گزٹیر بنت ضمیمہ ۲ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے "امام صاحب کا مزار چار جگہوں پر بتلایا جاتا ہے جس جگہ جو عضو شہید ہوا وہیں دفن کیا گیا۔" [3]

جھنجھانہ میں حضرت امام محمود ناصر الدین شہید کا روضہ امام صاحب کہلاتا ہے۔ اور زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ اس کی سجّادہ نشینی کا سلسلہ سنہ ۶۰۲ھ سے قائم ہے۔ [4]

---

[1] ملاحظہ ہو ضمیمہ ۲ ص ۱۶۳ [2] ملاحظہ ہو ضمیمہ ۲ [3] ضمیمہ ۲ ص ۲۴۳

[4] ملاحظہ ہو صفحۂ آئندہ شجرہ متولیان و سجادگان۔ شاہ ابو سعید بن احمد رازی بحکم سلطانی بعہد سلطان شہاب الدین ۶۰۲ھ میں اس درگاہ کے پہلے متولی مقرر ہوئے بعد ازاں یہ سلسلہ اس طور پر آگے بڑھا۔ (سنہ ۱۳۲۲-۶۰۲ مدت سات سو بائیس سال) شجرہ متولیان درگاہ۔

شجرہ متولیان

نام	سنہ	سال دستاربندی
شاہ ابوسعید	سنہ ۶۰۲ھ	سال دستاربندی
شیخ نور کمال دانش ور	سنہ ۶۱۷ھ	〃
شیخ عبدالعزیز	سنہ ۶۴۴ھ	〃
شیخ نوربخش	سنہ ۶۸۷ھ	〃
شیخ ذوالنون	سنہ ۷۰۹ھ	〃
شیخ محمد حسن	سنہ ۷۳۹ھ	〃
شیخ اللہ دیا	سنہ ۷۹۱ھ	〃
شیخ عبدالمومن	سنہ ۸۴۲ھ	〃
شیخ شاہ عبدالستار	سنہ ۸۹۵ھ	〃
شیخ شاہ محمد بختار	سنہ ۹۶۸ھ	〃
شاہ محمد برخوردار	سنہ ۱۰۰۷ھ	سال دستاربندی
شاہ محمد خدابخش	سنہ ۱۰۸۱ھ	〃
شاہ محمد صاحب	سنہ ۱۱۱۳ھ	〃
شیخ محمد عزیز اللہ	سنہ ۱۱۱۶ھ	〃
شاہ محمد غلام شرف	سنہ ۱۱۲۹ھ	〃
شاہ حافظ محمد امام بخش	سنہ ۱۱۹۴ھ	〃
شیخ محمد قاسم علی	سنہ ۱۲۷۱ھ	〃
شاہ عبدالعزیز	سنہ ۱۳۱۷ھ	〃
شاہ حافظ نور احمد	سنہ ۱۳۲۴ھ	〃

یہ شجرہ شاہ حافظ نور احمد صاحب کی جانب سے مجاوروں کے خلاف ایک مقدمہ کے سلسلہ میں کیرانہ منصفی میں پیش کیا گیا تھا۔ دعویٰ ۴ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کو دائر کیا گیا اور ۱۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء کو اس کا فیصلہ سنایا گیا۔ اس مقدمہ کا نمبر ۱۲۰۴ ہے۔ حافظ نور احمد صاحب سجادہ نشین و متولی وقف (درگاہ امام صاحب) قوم شیخ ساکن قصبہ جھنجھانہ اس کے مدعی تھے اور برکت علی پسر قطب علی و رحمت علی و جعفر علی پسران امانت علی و فرزند علی پسر فدا حسین و ظہور احمد پسر اللہ رکھا اس کے مدعا علیہ تھے جو درگاہ امام صاحب کے مجاوروں میں سے تھے۔
چنانچہ ان کے نام کے ساتھ لکھا گیا ہے "قوم مجاور ساکن قصبہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر مدعا علیہم"

اس شجرہ پر حافظ نور احمد صاحب نے ۵ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کو بقلم خود لکھ کر دستخط کئے۔ منصف کے دستخط ۱۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء کی یادگار ہیں۔ اسی کے ساتھ ایک خالی جگہ منصرم کے دستخطوں کی نشاندہی کرتی ہے۔

یہ روایت اپنے تسلسل کے اعتبار سے کافی مستحکم روایت ہے اور اس امر کا ایک ثبوت ہے کہ حضرت امام کی شخصیت کے ساتھ یہ درگاہ بھی ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے جس کا اندازہ مظفر نگر گزٹیر بابت اگست ۱۸۵۷ء کے مندرجات سے بھی ہوتا ہے جس کا حوالہ زیر نظر مقدمہ کے صفحات پر جگہ جگہ درج ہے۔

قصبہ کے مشرق میں ایک درگاہ "امام صاحب" بہت پرانے زمانے کی ہے۔ یہ بزرگ محرم ۵۸۸ھ میں سبزوار سے آئے اور راجہ سے جہاد کرتے ہوئے ۱۲ تاریخ کو شہید ہوئے۔ اس درگاہ کو بادشاہوں نے بہت سے گاؤں دیئے تھے۔

اِس کے سجادہ نشین حافظ امام بخش عرف حافظ مکلا ولد شیخ غلام شرف ہیں[1]۔ امام محمود شہید کا مزار با اہتمام شیر خاں افغان ۱۰۶۰ھ میں بنا اور مقبرہ و مسجد و احاطہ با اہتمام شیخ عبدالستار ولد شیخ عبدالمومن سجادہ نشین ۹۰۱ھ میں تعمیر ہوا۔[2]

---

[1] شاہ حافظ امام بخش کا انتقال ۱۲۷۱ھ میں غدر کے تین سال پہلے ہو چکا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ گزٹیر کی یہ روایت اس سے بیشتر ۲۸-۱۸۲۷ء میں ترتیب پانے والے گزٹیر پر مبنی ہے جس سے استفادہ ممکن نہ ہو سکا۔

[2] ملاحظہ ہو گزٹیر ص ۲۴۳۔ پچھلے دنوں راقم الحروف نے مزار کی زیارت اور بعض مسائل کی تحقیق کے سلسلے میں جھنجھانہ کا سفر کیا تو مزار کی بیرونی سہ دری کی پیشانی پر لگے ہوئے کتبہ کو پڑھنے کی کوشش کی۔ کافی دنوں سے اس کتبہ پر سفیدی کی جاتی رہی تھی جس کی وجہ سے اس پر چونے مسالے کی ایک تہہ سی جم گئی تھی۔ اُسے صاف کرایا گیا تو معلوم ہوا کہ کتبہ کے کچھ حروف چونے کی تیزابیت کے باعث ضائع ہو چکے ہیں (اس کے نقش اُبھرواں ہیں) کوشش کرنے پر ابتدائی سطر "روضہ سید محمود شہید محیی غیاث خاں صاحب

(باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت امام محمود شہید کے واقعات جہاد کی روایت اور اُن کے روضہ کی تعمیر سے متعلق جھنجھانہ گزٹیر کی اس روایت کی تصدیق بنت گزٹیر سے بھی ہوتی ہے۔

قصبہ کے غرب میں ایک پرانے زمانے کی درگاہ امام صاحب ہے۔ یہ بزرگ آخر ذی الحجہ ۵۸۶ھ میں سبزوار سے آئے۔ کیراگڈھ یعنی کرنال کے راجہ سے جہاد کرتے ہوئے جھنجھانہ اور جھنجھانہ کے راجہ سے جہاد کرتے ہوئے بنت آئے اور راجہ بنہت راؤ سے جہاد کیا۔ راجہ مارا گیا۔ مجاہدین لڑتے ہوئے بڈھانہ تک گئے اور بڈھانہ میں جہاد کرتے ہوئے ۱۴ محرم ۵۸۸ھ کو شہید ہوئے۔ راجہ بڈھسن سنگھ سمرو بھی مارا گیا۔ یہ کل علاقہ فتح ہوا۔ کچھ عرصے تک یہ علاقہ غیرآباد رہا۔ اس کے بعد اس درگاہ کے متوتی سید تراب علی کے بقول امام صاحب کا مزار باہتمام شیر خاں سید میراں نے ۸۶۰ھ میں بحکمِ سلطانی بنوایا اور مسجد و صحن و فرش و چاہ پختہ اور حجرہ جات و دروازہ وغیرہ باہتمام سید حسین نبیرہ سید میراں بکوشش شیخ عبدالستار ۹۰۱ھ میں بنا۔ درگاہ کا سالانہ عرس ۱۱ محرم سے شروع اور ۱۲ محرم کو ختم ہوتا ہے۔[1]

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ سے) نے پڑھی۔ بعد کی دو سطروں کے کچھ حروف اپنی جگہ پر باقی نہ رہے تھے۔ یہ عبارت بالآخر راقم الحروف کی سمجھ میں آئی: بنا کردہ محمد معصوم المخاطب (اس میں سے ال اور طب کا جزو باقی ہے) بہ اعتقاد خاں سنہ ۱۱۱۶، اس وقت وہاں حافظ شوکت صاحب، حکیم اظہر حسن صاحب، نسیم احمد علوی صاحب اور صوفی پیر جی ناظر حسن صاحب موجود تھے۔ انھوں نے میری خواندگی سے اتفاق کیا۔

سنہ ۱۱۱۶ ممکن ہے ۱۱۱۶ھ ہو۔ اس وقت درگاہ کے سجادہ نشین و متولی اس کے پیش کردہ شجرہ کے مطابق شیخ محمد صاحب ہیں۔ یہ اس روضہ کی دوبارہ درستی کا سال ہو سکتا ہے۔ اعتقاد خاں کی شخصیت کا تعین نہیں ہو سکا۔

[1] ملاحظہ ہو گزٹیر III حصہ VII ص ۱۳۲-۱۳۱

"بڈھانہ سے متعلق حصّہ گزٹیر میں نسبتاً کچھ زیادہ تفصیلات موجود ہیں۔ قصبہ کے غرب میں پُرانے زمانے کی ایک درگاہ ایک امام صاحب کی ہے۔ یہ بزرگ سلطان شہاب الدین سے دو ماہ قبل آخر ذی الحجہ ۵۸۵ھ میں براہِ کیراگڈھ جسے اب کرنال کہا جاتا ہے سبزوار سے آئے راجہ کیراگڈھ سے بہت بڑا جہاد کیا۔ بعد فتح کیراگڈھ ریاست جھنجھانہ میں راجہ جھن جھن بدری پرشاد جھنکپال سے بہت زبردست لڑائی لڑکر فتح کرتے ہوئے راجہ بوڈھن سنگھ سمرو کے مقابل ہوئے بڑی لڑائی ہوئی۔ ۱۴ محرم کو راجہ مارا گیا اور فتح ہوئی۔ یہ کل علاقہ کچھ عرصہ غیر آباد رہا سلطان سام (شہاب الدین محمد غوری) کے زمانہ میں پھر کل علاقہ آباد ہوا۔"

کیراگڈھ سے اس لئے لڑائی لڑی گئی کہ راجہ جھن جھن بدری پرشاد کی لڑکی سمترا راجہ کیراگڈھ سے بیاہی گئی تھی۔ راجہ کیراگڈھ نے مجاہدین کو اندرون حدودِ ریاست سے جانے کا راستہ نہ دیا۔ راجہ کیران پال نے بھی اس وجہ سے راجہ کیراگڈھ سے مجاہدین نے زبردست لڑائی لڑی اور لڑکر جھنجھانہ کا رُخ کیا۔ راجہ بوڈھن سنگھ سمرو سے راجہ جھنجھنہ (جھنجھانہ) کی بہن شکنتلا بیاہی تھی۔ راجہ کیران پال راجہ جھنجھنہ کا خالہ زاد بھائی تھا۔ اس وجہ سے یہ سب ریاستیں ماتحت راجہ جھنجھانہ تھیں۔ اسی بنا پر مجاہدین نے ان سب سے جنگ کی۔[1]

اس جنگ کے سلسلے میں کرنال گزٹیر کی روایت وجہ مخاصمت کے ذیل میں پیش کی جاچکی جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ راجہ کے سارے علاقے میں دُور دُور تک پھیل گئی تھی۔ امام صاحب کے تنِ بے سر کے جہاد سے متعلق روایت بڈھانہ میں آپ کی آخری شہادت کے

---

[1] ملاحظہ ہو گزٹیر مظفر نگر متعلقہ بڈھانہ بابت اگست ۱۸۵۷ء ص ۱۶۳ - ۱۶۱۔ اسی گزٹیر کے ضمیمہ ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معلومات لالہ شنکر داس ولد لالہ سیر چند نے بہم پہنچائیں جو اپنی عمر ۱۴۰ سال بتلاتے ہیں۔

حق میں دی جاچکی ہے کرنال گزٹیر میں ایک قریہ کانام ٹھسکہ میران جی بتلایا گیا ہے اور اس کے ذیل میں لکھا ہے :۔

"یہاں صاحب میران جی کا ایک روضہ شریف ہے ۔ یہ خالص سنگ مرمر سے بنایا ہے اور اس کے اخراجات کے لئے ایک بڑی جائداد وقف ہے۔"[۱]

ان وقوعات کی تصدیق کے سلسلے میں جن پر آج صدیاں بیت رہی ہیں اگرچہ گزٹیر کی فراہم کردہ شہادتوں پر کلیتًا اعتماد نہیں کیا جاسکتا، لیکن تاریخ کی گم شدہ کڑیوں کی بازیافت کی کوشش اور حقائق تک رسائی کی راہ میں ان نشانات کی اہمیت سے صرف نظر بھی ممکن نہیں۔

پروفیسر حبیب اور پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی مرتب کردہ مبسوط تاریخ ہندستان میں

ایسے شواہد و نظائر سے استفادہ کیا ہے اور اُن کو بعض روایتوں کے حق میں ایک ثبوت مانتے ہوئے لکھا ہے :۔

"some families in these towns claim that their ancestors settled there during this period, there ~~pe~~ claim may not be correct but it is difficult to challange local traditions with regard

---

۱۔ کرنال گزٹیر جلد ششم اے ص ۲۲۰

the history of these graves; perticularly when the existence of Muslim settlement in the areas is proved by evedences available from other sources"ؔ[1]

اِن مقابر اور ان سے متعلق خاندانی روایتوں اور کتاب الشہادت میں بیان کردہ وقوعات کو بھی جن کی تائید و تصدیق بعض دوسرے وسائل سے ہوتی ہے۔ تاریخی تحقیق میں یہی درجہ دیا جانا چاہیئے۔

۱۵ مئی ۱۹۷۱ء
بوقت چھ بجے شام

(A comprehensive History of India vol. V) [1]
P. 139

وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ

کتابُ الشّہادتْ

نقل کتاب الشّہادت مصنّفہ افضل العلمار حضرت سیّدنا شاہ عبدالستار (صاحب) بن شیخ عبدالمومن خلیفہ جلیلۃ الکبرے اباعبداللہ حضرت شاہ العالمین شمس الاسلام شاہ عبدالرزاق (صاحب) قادری نقشبندی (سہروردی مجدّدی) قدس اللہ السرہٗ جھنجھانوی۔ درسنہ ۱۱۳۰ھ النّبوی صلعم، احقرالعباد خاکپائے اُمّتِ محمدیہ شیخ غلام شرف بن شیخ عزیزاللہ قدس سرہٗ جھنجھانوی

ھوالمحمود　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　ھوالناصر

لا الٰہ الا اللہ الحکیم الکریم فسبحان اللہ رب العرش
العظیم والحمد للہ رب العالمین ۝

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ
وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (پارہ ۱۔ سورہ بقر رکوع ۱۸)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں اُن کو مُردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں گو تم اُن کو نہیں
دیکھ سکتے

حمدِ لامتناہی اس خدائے پاک کے لئے ہے جس نے اپنے محبوں کو وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (اور ہم نے فضیلت دی ابن آدم کو اور انھیں سوار کیا (یعنی حاکم بنایا) بحر و بر پر) کی تشریف سے برگزیدگی بخشی اور ثنائے بے حد اس بادشاہِ دوجہاں کے واسطے ہے، جس نے اپنے حبیبوں کو فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ (اور ہم نے فضیلت دی بعض کو بعض پر) کی خلعت سے نوازا۔ وہ ایسا ہدایت کرنے والا ہے، جو وادیٔ طلب کے گم گشتہ راہوں کی منزلِ مُراد کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور رہگزارِ رنج و تعب کے مہجوروں کو سراپردۂ جمال کی طرف لاتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے راہِ مستقیم کی طرف) وہ ایسا ظاہر ہے

کہ جمیع اعیان اس کے مظاہر ہیں اور ایسا "باطن" ہے کہ بطونِ ارواح میں پوشیدہ و پنہاں ہے۔

اشعار

دلِ مجروح، عشقش را مقام است — مئے او را شکستِ شیشہ جام است
نسیمِ بوستانش آہِ سرد است — گُلِ گلزارِ عشقش رنگِ زرد است
خرد در فکرِ او مجنوں و مدہوش — جبیں از سجدہ اش لیلےٰ در آغوش
براہش درکِ دانش گام عاجز — رسیدن در نخستیں گام عاجز
الٰہی آتشِ عشقِ جگر سیر — چراغِ خانقاہ و شعلۂ دیر
خیالم را بمعنی رہبری کن — ز شوخی مصرعم بالِ پری کن
قبولش عاشقِ انجاحِ آمال — غنیمت داں کن احقر عرضِ احوال

(ترجمہ) دلِ مجروح اس کے عشق کی منزل ہے اور عاشقوں کے خستہ جگر کا شیشہ اس کی شرابِ محبت کا جام ہے۔ اُس کے گلستانِ محبت کی نسیم آہِ سرد ہے اور اُس کے پیار کے چمنستان کا پھول عاشق نامراد کا چہرۂ زرد۔ عقل اس کی فکر میں مجنون و مدہوش ہے۔ اور جبینِ شوق اُس کے نقشِ سجدہ کی بدولت جلوۂ محبوب سے ہم کنار۔

عقل اس کنہ معنی کے ادراک میں عاجز ہے اور راہِ طلب کی منزلِ اول ہی میں تھک کر بیٹھ جاتی ہے۔

اے خدا میں ترے عشق کی اس آگ کا آرزومند ہوں جو میرے دل و جگر کو جلا کر خاکستر کر دے۔ وہ آگ جو چراغِ خانقاہ اور شعلۂ دیر ہے۔

خداوندا! میرے خیال کی رہبری صورت سے معنی کی طرف کر اور میرے شعر کے ہر مصرع کو بالِ پری جیسی شوخی عطا فرما۔

اُس کا لُطفِ قبول مُرادوں کے برلانے پر عاشق ہے۔ اے احقر اس لمحے کو غنیمت سمجھ اور عرضِ احوال کر۔

در مدحِ حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام

اشعار

زفیضِ لذّتِ مدحِ پیمبر | زباں را سازِ موجِ آبِ کوثر
جنابے قبلۂ دل کعبۂ جاں | چراغِ آفرینش رُوحِ ایماں
جنابے سرورِ مختارِ عالم | جنابے شانِ عزت فخرِ آدم
محمّد شاہدِ دیں جانِ ایماں | محمّد رحمتِ حق لطفِ یزداں
چو در حرفِ شفاعت لب کند باز | سزد بر رحمت از عصیاں کند ناز
شود چوں آستانش قبلہ آرا | جبینِ چرخ گردِ سجدہ فرسا
بہار ہفت جنّت رنگ و بویش | بہشت نہ فلک خاکے ز کویش
سوالش تا بہ زیرِ لب رسیدہ | جوابش گفت عین اللہ دیدہ
نیارم گفت حالِ دل کہ چوں ست | دہن ہنگامِ گفتن زخم خوں ست
شدا حقر جلوۂ دیدار سایل | بمہر چار یارِ اوست یک دل
ہزاراں مدح بر جان و تنش باد | غریبے احقر آشفتہ فریاد

(ترجمہ) مدحتِ پیمبر کی شیرینی و لطافت کی وجہ سے میری زبان میں کوثر و تسنیم کی سی روانی پیدا ہو گئی ہے۔

وہ جناب جو قبلۂ دل اور کعبۂ جاں ہے وہ مقدس وجود جو چراغِ آفرینش

اور روحِ ایمان ہے۔

وہ جو سرورِ کونین اور مختارِ دو عالم ہے۔ وہ جو عالمِ امکاں کے لئے وجہِ شرف اور نوعِ انسان کے لئے باعثِ فخر ہے۔

وہ جو دینِ برحق کی روشنی اور ایمان کی رُوح ہے۔ وہ جو اللہ جل شانہٗ کی شانِ رحمت اور خدائے لم یزل کا لطفِ لایزال ہے۔

جب اس کے پاک لبوں پر حرفِ شفاعت آتا ہے تو احساس گناہ اس کی رحمت پر ناز کرتا ہے۔

جب اس کا آستانہ قبلہ آرائی کرتا ہے تو آسمان کی پیشانی اس پر سجدہ ریز ہوتی ہے۔ سات بہشتوں کی بہاریں اُس کے کوچے کی دنیائے رنگ و بُو ہے اور نو آسمانوں کی جنّت اس کی گلی کی مُشتِ خاک۔

اس سے پہلے کہ حرفِ سوال اس کے زیرِ لب پر آئے عین ذاتِ الٰہی اس کی صورتِ مُدّعا کو دیکھ لیتی ہے اور حُسنِ قبول اس کا جواب بن جاتا ہے۔

میں بیان نہیں کرسکتا کہ میرے دل کا کیا حال ہے جب میں کچھ کہنا چاہتا ہوں تو میرا لبِ اظہار دہانِ زخم بن جاتا ہے۔

یا محمدؐ یہ بندۂ حقیر آپ کے دیدار کا سائل ہے اور آپ کے چار یاروں کی محبت اس کے دل میں بسی ہوئی ہے۔

ہزاروں تعریفیں اس کی روحِ پاک اور وجودِ اطہر کے لئے ہیں (جس کا تصوّر آتے ہی) مجھ آشفتہ حال اور درویشِ بے نوا کی رُوح مایل بفریاد ہو جاتی ہے۔

وجہ تصنیف کتاب

خرمنِ اربابِ سخن کی خوشہ چینی، استدراکِ رموزِ معنی کا خیال اور صحبتِ اصحابِ دانش وبینش کا فیضان میرے لئے وجہ ہمت بن گیا اور میں غازیانِ دینِ مبین اور مجاہدانِ اسلام والمسلمین کے اذکار وآثار سے استفاضہ پر مایل ہوا۔ یہاں تک کہ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے فیض اور بزرگوں کی ہم زبانی وہم نشینی کی برکت سے میں عباراتِ عالیہ کی تحریر اور شہر سبزوار اور دوسرے وسائل سے حقائق اور واقعات کی تحقیق میں کامیاب ہوا اور کسبِ کمال سے چہرۂ حال کی آرایش کر کے میں نے اِسے صفحۂ قرطاس پر جلوہ گر کیا۔

اور یہ تالیف برادرِ عزیز، گرامی قدر والا گہر واجبُ الاحترام والاکرام منبع الجود والاحسان حضرت شاہ مکرّم محمّد کے منشورِ عالی سے مزیّن ہے (جو میرے پیرزادہ اور حضرت شیخ زماں فخر الملّت والدّین باعثِ اعلائے کلمۃ اللہ والمسلمین اباعبداللہ شمس الاسلام .... قبلۂ ایمان وکعبۂ جہان حضرت شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق علوی قادری چشتی نظامی کے نبیرہ ہیں۔)

اس منشور کا ہر ایک حرف گنجینۂ مقصود کی کلید اور خزینۂ بہبود کی کنجی ہے جو اس کی لوحِ پیشانی سے نُورِ سحر کی طرح جلوہ گر ہے۔ (مختصر یہ کہ) ان اوراق کی تسطیر ماہِ شوّال (سنہ ۹۵۵ھ) کی نو تاریخ کو عمل میں آئی۔ (یہ رسالہ) چار فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل جہادِ فی سبیل اللہ کے اذکار وواقعات سے متعلق ہے، جس میں مجاہدین کی شہر سبزوار سے براہِ کشمیر روانگی اور کرنال تک رسائی کو بیان کیا گیا ہے۔ (شہر سبزوار

قبلۂ عالم و عالمیاں جہاں پناہ ظل اللہ سیدنا امام محمد کنیت مسعود سلطان سزوار پدرِ عالی قدر حضرت سیدنا امام محمود شہید قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ممالک محروسہ میں تھا)

فصل دوم : کرناں کے راجہ سے محاربہ کے بیان میں ہے۔

فصل سوم : راجہ جمن جمن بدری پرشاد دھنک پالؔ رانا والی جھنبھانہ کے ساتھ لڑائی کے ذکر میں ہے۔

فصل چہارم : ان تمام رجواڑوں کے ساتھ محاربات کے سلسلے میں ہے جن کی سرحدیں سرحدِ پنجاب سے بڈھانہ اندسارنگ پور سے برٹھوت تک تھیں جو راجہ جھنجھانہ کے ساتھی اور تابعِ فرمان تھے۔

(دیباچہ ترتیبِ ثانی)

ب

ہزاراں ہزار درود وسلام سرورِ کائنات فخرِ موجودات افضلِ مخلوقات حضور پُرنور نبیٔ آخرالزماں آقائے دوجہاں امام الانبیاء تاجدارِ ہل اُتی مہبطِ وحی السکینہ سرکارِ مدینہ احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ اجمعین پر جن کی شان حبیبی میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک (اے محمدؐ اگر میں تجھ کو پیدا نہ کرتا تو افلاک یعنی کائنات کو بھی پیدا نہ کرتا) اور جن کی ذاتِ رحمت آیات کو وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (ہم نے تمہاری طرف نہیں بھیجا مگر اُسے جو تمام عالموں کیلئے باعثِ رحمت ہے) کی توقیع سے امتیاز بخشا گیا ہے اور جنہیں وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ (اور نہیں ہیں محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ مگر وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور نبیوں

کے سلسلے کے ختم کرنے والے ہیں) ـــــ سے یاد فرماکر تمام انبیائے مرسلین میں درجۂ اختصاص عطا فرمایا گیا ہے۔ یہ حقیر بصورت و معنی فقیر (جو درویشانِ الٰہی کا سگِ درگاہ اور بزم نشینانِ ذاتِ ولایت پناہی کی خاکِ پا ہے۔ جو بے حد ضعیف و نحیف ہے۔ طالبِ دُعا اور عاجز و بے نوا ہے۔ جو خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ گنہگار اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں میں سب سے زیادہ خطاوار ہے) جس کا نام شیخ غلام شرف ابن شیخ عزیز اللہ ہے (اور جو سیدنا امام المجاہدین غازی دینِ متین میرمیراں سید امام محمود شہید سبزواری قدس سرّہٗ العزیز کی درگاہ فیض بارگاہ کا سجادہ نشین ہے) عرض کرتا ہے کہ جب اللہ پاک کے بے حد لطف و کرم اور ذاتِ لم یزل کی لاانتہا عنایت و مہربانی سے میری قسمت نے یاوری اور سعادت نے مساعدت کی۔ مجھے وادیٔ حیرت و حسرت کی خاک بیزی و سرگردانی سے نجات ملی اور میں حضرت امام المجاہدین رئیس السالکین مرشدِ طریقت کاشفِ حقیقت وارثِ علوم انبیاء و مرسلین واصلِ درگاہِ رب العالمین عین الحقائق مظہر اسرار و دقایق ارشاد پناہ معارفِ دستگاہ سیدنا امام محمود شہید سبزواری نوراللہ مرقدہٗ و برہانہٗ کی بارگاہِ اقدس کی آستان بوسی سے سرفراز اور دل ارادت منزل کے ساتھ اس مجاہدِ جلیل کے اذکارِ عالیہ کی سماعت سے شرف یاب ہوا۔

بعض اوقات اِس ضمن میں (میرے پیر و مرشد) اپنی زبانِ گوہر فشاں سے عجیب و غریب رموز و نکات بیان فرماتے تھے اور بے اختیار میرا دل چاہتا تھا کہ میں ان جملہ اذکار اور واقعات کو کتاب الشہادت کی صورت میں ضبطِ تحریر میں لے آؤں جو دوسرے طالبانِ حق کے لئے وجہِ بصیرت ہوں۔ آخر سنہ ایک ہزار ایک سو تیس الہجری میں میں نے ان سب حالات و واقعات کو تحریر کیا۔ اللہ الموفق بالاتمام والاسماء الحسنیٰ۔

واقعات واذکار مملکتِ راجہ

جھنجھانہ کے اس بدکردار ستمگار اور متکبر مزاج راجہ کی مملکت کی حدیں سرحدِ پنجاب کے حاشیہ سے لے کر حدودِ سارنگ پور (سہارنپور) اور بڑوت کی سیماؤں تک پھیلی ہوئی تھیں۔اس کی مملکت کی آبادی تین لاکھ و چند ہزار افراد پر مشتمل تھی اور اس کی راجدھانی قصبہ جھنجھانہ میں پینتیس ہزار اور چند صد انسان بستے تھے۔اہلِ اسلام اس وقت میں بجز حضرت قدوۃ الشہدا امام بیابانی نور اللہ مرقدہٗ انکی آلِ اطہار اور بعض دوسرے متعلقین کے اور کوئی نہ تھا۔

راجہٗ مذکور کا قلعہ یعنی خاص محل ایک اونچے مقام پر بالائے حصار بنا ہوا تھا اور تمام رعایا برایا و اہلِ قبائل پائیں حصار رہتے تھے۔راجہ کے ممالکِ محروسہ کے زیرِ نگیں رہنے والے سب راجہ اس کے مطیع اور تابعِ فرمان تھے یعنی رانا بودھن سنگھ والی بڈھانہ رانا کرن پال دت والی کرانہ اور رانا بہنت راؤ والی جنت وغیرہ ہا۔

فصل اوّل

سانحۂ عظیم جہادِ فی سبیل اللہ

یہ زمانہ خلیفۃ اللہ فی الارضین و خلیفۃ الرسول فی المتقین، مواہبِ جلیلۂ الٰہی و مکارمِ جزیلہ بادشاہی، مزینِ روزگارِ فرخندہ آثار مہرِ سپہرِ افتخار و اقتدار کا امارت و ایالت مرتبت ثروت و جلالت منزلت خلیفۂ رب العالمین و صمصام بے نیام اولیائے دولتِ ابد قریں فروغ بخش احکامِ دینِ متین، شریعت پناہ، فضیلت دستگاہ متتبع حقائقِ علوم مستنبط دقائقِ رسوم مصباح انوارِ دانش مفتاح اسرارِ بینش مجمعِ فضائل

وکمال منبعِ کرم وافضال ناظمِ احکامِ شریعتِ غرّا مدبّرِ مہامِ ملّتِ بیضا مکارمِ کونین حاجی حرمین الشریفین خلیفہ جلیلۂ الٰہی ابوالعباس احمدالناصرالدین اللہ نوّاللہ نوراللہ کا عہدِ عدالت مہد تھا۔ جو شجاعت وشہامت میں ممتاز اور ذہانت وفطانت میں والاامتیاز تھا۔ کثرتِ فضائل سے متصف اور بے حد فصیح وبلیغ تھا۔ امورِ سلطنت کی تمام نزاکتوں اور احوالِ سپاہ ورعیت کی جزئی جزئی باتوں کی خبر رکھتا تھا۔ اور رعایا برایا کے حالات کی تفتیش بہ نفسِ نفیس کرتا تھا۔ اور شہر بغداد میں جو اس کا دارالخلافہ تھا راتوں کو کوچہ وبازار میں گشت کیا کرتا تھا۔ شریعتِ محمدی کا نہایت پابند اور مذہب شیعیت .... کا پیرو تھا۔ اُس نے علومِ شرعیہ کو بہت رونق بخشی اور اپنے دارالخلافہ سے تمام غیر مشروع چیزوں کو باہر نکال دیا، خانقاہوں اور لنگرخانوں کو آباد اور معمور کیا۔ اُس نے ممالکِ محروسہ وغیر محروسہ میں جاسوس اور خبر رساں متعین کیے جو اُسے ملکی وغیر ملکی حالات اور رؤسا اور اُمرائے سلطنت کے احوال وکوائف سے مطلع کرتے رہتے تھے۔ بالخصوص یہ خلیفہ چین، ہندوستان اور اُندلس جیسے ممالک کے حالات سے غیر معمولی دلچسپی رکھتا تھا اور اُن سے کلّی وجزئی طور سے واقف تھا۔ وہ اپنے ملک اور غیر ممالک کے آثار واحوال سے اس طور پر باخبر رہتا تھا اور ذرّہ ذرّہ سی باتوں کی اس کو اطلاع ہو جاتی تھی کہ بڑے بڑے امیر اور اہل رائے یہ کہتے تھے کہ خلیفہ کو کشف والہام ہوتا ہے۔ یا پھر ارواحِ غیب (از قسم جن وپری) اس کی تابع ہیں جو اُسے تمام حالات اور پوشیدہ باتوں سے باخبر رکھتی ہیں۔ مشیتِ الٰہی سے انہیں مبارک دنوں میں کہ ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ۵۸۷ - ۸۸ برس بیت رہے تھے، بارگاہِ فلک تزئین کے مقربوں اور انجمنِ خلد آئین کے بزم نشینوں کی عرض معروض سے خلیفہ کو راجہ جمن جمن

بدری پرشاد سے مجاہدینِ اسلام کے انتقام لینے، اُس کے لشکر کو شکست دینے اور راجہ کے تمام ساتھیوں کے ساتھ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچنے کی اطلاع ملی جس نے مملکتِ مسعودیہ کے سفیر حضرت امام امیر شہاب الدین الملقب بہ شاہ بیابانی کو مع ان کے اہل و عیال اور دیگر متعلقین کے حبسِ دوام کی سزا دے کر قید میں ڈال رکھا تھا اس لئے کہ حضرت شاہ بیابانی نے اس کے اپنے بنائے ہوئے ضابطہ کو شریعتِ محمدی کے خلاف قرار دیا تھا اور اپنی دخترِ نیک اختر کی طلب کے سلسلے میں جو راجہ بدرآل کی جانب سے عمل میں آئی تھی، راج دربار کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی جس پر راجہ اور سلطنت مسعودی کے اس سفیر کے مابین سخت و سُست گفتگو ہوئی اور راجہ نے اس پر برہم ہو کر حضرت امیر اور اُن کے اہلِ قبیلہ کو قید میں ڈال دیا تھا۔ نیز یہ کہ جونہی اس کی خبر دارالامارت مسعودی میں پہنچی، تمام ارکینِ سلطنت و اُمرائے دولت، تمام مسلمان مَردوں اور عورتوں میں اور جملہ رعایا برایا میں برہمی پھیل گئی اور پوری یکجہتی خلوصِ نیّت اور شوقِ شہادت کے ساتھ جہاد کی تیاری شروع کر دی گئی۔

وجہِ مُخاصمت

ب

امام الاولیاء، اکمل الاتقیا صاحبِ شریعت و طریقت قدوۃ السالکین حجۃ الاسلام والمسلمین اکمل الکاملین والشہدائے والصالحین محبوبِ ربّ العالمین سیّدنا امیر شہاب الدین سبزواری ملقب بہ شاہ بیابانی (نور اللہ مرقدہٗ و برہان اللہ اسرارہٗ) جب شاہِ خراسان و سبزوار کی جانب سے رموزِ مملکت کی عقدہ کشائی اور کارہائے جہانداری

کی فکر فرمائی کے لئے راجہ مہاراؤ راجہ جمن جمن بدری پرشاد جھنک پال دت والیٔ مملکت علاقہ محروسہ جھنجھانہ کے راج دربار میں سفارت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے تو کچھ عرصہ تنہا رہنے کے بعد آپ نے اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہا۔

اور وہ سب افراد اپنے عزمِ صمیم اور توکل علی اللہ کے ساتھ تائیدِ غیبی کے سہارے طولِ مسافت کے باوجود جرأت وسرعت کے ساتھ سفر کرتے بہت سے دشوار گزار پہاڑی سلسلوں کو طے فرماتے اور صعب المرور سنگلاخ وادیوں سے گزرتے بارگاہِ ربّانی کی معاونت اور فضلِ خداوندی کی رہنمائی سے بہ خیر وعافیت غرّہ رجب المرجب سنہ ۵۸۷ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو منزلِ مقصود تک پہنچ گئے ۔ خوشی و خرّمی کی ہوا چلنے لگی اور چمنستانِ مراد میں مسرّت وشادمانی کے پھول کھل گئے۔

بیت۔ نثار ونغمہ برلب آشیاں ساخت

تلذّذ خانہ درکام و زباں ساخت

مبارک باد کے نغموں نے لبوں پر آشیانہ بنا لیا اور لذّت وشیرینی نے کام وزبان میں گھر کر لیا۔

اس روزگار مسرّت آثار کی مبارک ساعتیں خدا کرے ہمیشہ خوبی وخوش قسمتی سے بہرہ مند رہیں اور اللہ پاک کی عنایتوں سے کہ بے مثال فضل کرنے والا ہے، یہ سب لوگ کامیاب ہوں اور سکون وسلامتی کے ساتھ زندگی گزاریں۔

کچھ دن اسی طرح گزر گئے اور حضرت شاہ بیابانی سفیر مملکتِ خراسان اپنے فرائض منصبی کو بڑی جزرسی اور حُسنِ تدبّر کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ سعادت

سے بھری ساعتوں میں اسرارِ آسمانی کے اس محرمِ راز اور رموزِ حقیقت کے اس دقیقہ شناس کی عقلِ صواب گزیں اور دلِ صداقت منزل میں، (جو اربابِ تنجیم کے احکامات اور اصحابِ زیچ وتقویم کے معتقدات سے بے نیاز تھا (خدا اُسے ہمیشہ خوش نصیبی کے اثمار سے بہرہ مند اور کامیابی وکامرانی سے ہمکنار رکھے) یہ بات آئی کہ وہ اپنی دخترِ نیک اختر کی رسمِ شادی سے، جس کی بات پہلے سے چل رہی تھی، سُبکدوشی حاصل کریں لہٰذا انہوں نے اس کا تہیّہ کرلیا کہ وہ اپنی اس نورِ چشمی کے عقدِ نکاح سے، جسے اللہ کے انوار میں سے ایک نُور کہا جانا چاہیئے۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے مطابق فراغت پائیں۔ یہ خوشیوں سے بھری اور صداقت کے موتیوں سے سجی ہوئی خبر وکیل محتسب کو دی گئی تاکہ وہ یہ اطلاع ارسطالیس (مہامنتری) کو پہنچا دے۔ ارسطالیس مذکور سے یہ بات راجائے بیدین کے کانوں تک پہنچی۔ مگر جیسے ہی موتی جیسی باتیں راجہ کے گوش گزار کی گئیں تو وہ برہم ہوگیا۔ اس لئے کہ اس بیدین کے یہاں کچھ ایسے قاعدے قانون بھی تھے کہ جب کوئی لڑکی رعایا برایا کے گھر یا اس کے ذی مرتبت متصدیوں، عاملوں اور ارکینِ دولت کے محلّات میں سنِ بلوغ کو پہنچے تو اس کی اطلاع راجہ کو دی جائے۔ اگر کوئی اس حقیقت کو چھپا لیتا تھا تو راجہ کے مخبر اور جاسوس اس بات کی خبر اس تک پہنچا دیتے تھے اور وہ اس کی شادی ورخصت سے پہلے اُسے اپنے راج محل میں طلب کرتا تھا چنانچہ حضرت شاہ بیا بانی کی دخترِ نیک اختر کی شادی کے بارے میں جب اُسے اطلاع ہوئی تو راجہ نے اس کے لئے بھی فرمانِ طلب بھیجا۔ حضرت کے اہلِ قبیلہ اس وقت تک آپ کی نورانی تربیت کی وجہ سے تشخیص ونشان اور دوسرے واجبات سے فراغت پا چکے تھے۔ اور اس سے پہلے کہ

راجہ کے فرستادے اپنے نشاناتِ تفاخر کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود تک آئیں اور چند روز میں مسافت طے کر کے بارگاہِ عالی کی آستاں بوسی کریں اور راجہ کا پیغام پہنچائیں (تمام معاملات طے ہو چکے تھے) حضرت امام الملّت والدین امام الاولیا زبدۃ الاتقیا سیدنا ومرشدنا امام امیر ملقّب بہ شاہ بیابانی نور اللہ مرقدہٗ راجہ بیدین کے قواعد و ضوابط سے متفق نہ ہوئے اور قرآن کے فیصلے پر ہی قائم رہے مگر راجہ کی اس حرکت سے آپ کے مزاجِ مخلصانہ کو بے حد اذیّت ہوئی۔ مزاجِ اقدس ناساز ہو گیا اور ضعف و ناتوانی کی گراں باریوں نے آپ کی صحت کو سخت صدمہ پہنچایا۔ (حکیم شافی ایسے مظہرِ معجزاتِ نبوت کو کہ جن کا مقدّس وجود اس زمانے میں کیا ہر زمانے میں بہت غنیمت ہوتا ہے، سلامت رکھے) پرہیز و غذا کے بارے میں کیا عرض کروں اور کتنا لکھوں کہ ان کا اثر و تاثر مشیّتِ الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔ بہرحال اس شافی مطلق نے حضرت کو شفا عطا فرمائی۔

الحمد للہ والمنۃ فیہ شفاءٌ للنّاس۔ برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

جہاں تک کہ نور چشمی سے متعلق قضیہ کا تعلق ہے، حضرت مجاہدِ ملّت والدین نے اس سنگدل بیدین کو صاف اور بے لاگ جواب دے دیا کہ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح کے قاعدے اور قانون سخت حرام اور ممنوع ہیں اور میں کلیتاً اس کا تابع ہوں میں صرف اللہ کو اپنا مالک و معبود سمجھتا ہوں اور سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے کسی دوسرے کی طاعت و پرستش .... کو شرک گردانتا ہوں۔ سنگدل راجہ اس جوابِ صاف کو سن کر بہت برہم ہوا اور غصّے میں اُس نے تلوار نکال لی۔ حضرت نے بھی راجہ کی برہمی کی کوئی پرواہ نہیں کی اور تلوار کا جواب تلوار سے دینے کی بات دل میں ٹھان لی۔ دونوں مملکتوں کے تعلّقات اس واقعہ کے بعد خراب ہو گئے۔

اور راجہ شقی و بے دین آمادۂ پیکار ہو گیا۔ راج دربار سے سفارتی تعلقات کے منقطع ہونے کے بعد شاہ بیابانی نے ایک خط کے ذریعے سے کارہائے جہانداری سے متعلق بعض امور معلومہ معاملات — دربار کے غیر شرعی ضابطوں اور اپنے لاؤ لشکر پر غرور و تکبر کرنے والے راجہ کے آمادۂ کارزار ہونے نیز دیگر امور کی اطلاع فضائی نامہ بر کے وسیلہ سے شاہِ خراسان کے دربار میں بھیجی اور اس کا اظہار کیا کہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ اس بے دین کی حراست میں ہوں :۔

آنکہ جاں بخشِ مردگاں باشد — دستگیرِ فتادگاں باشد
چیست غم بندہ را ز سختی و بیم — گر بداند کہ ہست حق و کریم
نیست در بارگاہِ عزّ و جل — نا اُمیدی و یاس را مدخل
عاجزے را چو رفت کار از دست — جز کسِ بیکساں کہ گیرد دست

ترجمہ:۔ وہ خدا جو مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہے وہی مصیبت میں گھرے ہوئے بے یار و مددگار انسانوں کا دستگیر ہے۔

بندے کو سختی کا کیا غم اور مصیبت کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ جب وہ جانتا ہے کہ اللہ پاک کی ذات ازلی اور ابدی ہے اور وہ ہمیشہ اپنے بیکس بندوں پر رحم کرتا ہے۔

وہ خداوند جو عزّت والا اور جلال والا ہے اس کی بارگاہ میں نا اُمیدی اور احساسِ محرومی کو کوئی دخل نہیں۔

جب کوئی بندہ بالکل عاجز اور بے دست و پا ہو جاتا ہے تو وہی اس کی دست گیری کرتا ہے جو بے کسوں کا مددگار ہے۔

نامہ بر کا شاہ سبزوار کی درگاہ میں پہنچنا اور حضرت امیر شہاب الدین قدس سرہٗ کے نامۂ مبارک کو بارگاہ سلطانی میں پہنچانا اور حضرت کے متعلق سلطان سبزوار کا یہ اطلاع پانا کہ وہ مع متعلقین راجہ کی حراست میں ہیں۔ اور خط کے دُکھ بھرے مضمون کا پڑھا جانا۔

اشعار

راوی ایں حکایتِ جانکاہ — ایں چنیں داد شرحِ نالہ و آہ
گفت آں سرفراز درگہِ پاک — ہمہ تن نیم جاں فتادہ بخاک
باز پر حیلہ چرخِ فتنہ گرا — کرد آئین طرحِ جشن بپا
اثرے ماندہ در جسد از جاں — ہمچو گردے زکارواں پرّاں
بسکہ بسیار دیدہ رنج و تعب — نفسے ماند امام را برلب
آں قدر ریخت نالہ برق اثر — کہ فلک گشت مُشتِ خاکستر

ترجمہ۔ اس حکایتِ جانکاہ کے راوی نے کچھ اس طرح اس داستانِ درد و غم کو بیان کیا

اور کہا کہ اس درگہِ پاک کا وہ بلند رُتبہ امیر غم و اندوہ سے نیم جاں ہو کر بستر خاک پر گر پڑا ہے۔

حیلہ باز اور فتنہ گر آسمان نے پھر نئے انداز سے جشنِ مصائب منایا ہے۔

اُن کے جسم میں جان کی صرف ایک رمق باقی رہ گئی ہے جیسے کارواں کی گرد اُڑ رہی ہو۔

چونکہ امام نے بہت رنج اور تکلیفیں برداشت کی ہیں اس لئے ان میں سانس

کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔

اس قاصد نے اِس قدر اپنے نالۂ برق اثر سے شعلہ باری کی کہ آسمان اس سے جل کر مشتِ خاک ہوگیا۔

[چہ بگویم ازاں فسانۂ غم شدہ نوکِ قلم زبانۂ غم]
چوں شدہ کو شہرۂ صغیر و کبیر خبرِ رستخیز قیدِ امیر
از سحابے کہ جست برق و شرر دل و جاں گشت مشت خاکستر
صفِ آشوبِ گریہ و فریاد پارہ ہائے جگر بغارت داد

(ترجمہ) میں اس افسانۂ غم کو کیسے بیان کروں کہ خود قلم کی نوک زبانۂ غم بنی ہوئی ہے۔
جب حضرت امام کی گرفتاری و حراست کی خبرِ قیامت اثر صغیر و کبیر میں پھیل گئی

تو ان کے سینے سے ایک برق پاش بادل اٹھا جس نے اُن کے دل و جاں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

گریہ و فریاد کی پُرآشوب صفوں نے جگر کے ٹکڑوں کو ہوا میں اڑا دیا۔

جوابِ باصواب از سبزوار

[دیگِ رحم و کرم بجوش آمد ناگہاں پیکِ سبز پوش آمد]
اہلِ دل را اشارۂ کافی است خاصہ آں را کہ باطنش صافی است

رحم و کرم کی دیگ جوش میں آگئی۔ جب اچانک ایک قاصد سبز پوش دربار میں آیا۔

اہلِ دل کے لئے ایک اشارہ کافی ہے خاص طور پر جبکہ اس کا باطن ایک صاف وشفاف آئینے کی طرح ہو۔

مجاہدینِ سبزوار کی خراسان سے روانگی

اسلام اور مسلمانوں کے سرفروش جاں باز اور شیر دل مجاہد جہاد فی سبیل اللہ، اور حضرت امیرِ شریعت وطریقت امام الاولیا سیدنا امیر شہاب الدین نور اللہ مرقدہٗ کی مدد اور اُن پر کئے جانے والے ظلم کا انتقام لینے کی غرض سے اپنے سروں سے کفن باندھ کر وطنِ مالوف سے نکل کھڑے ہوئے۔

اشعار

راقمِ ایں فسانۂ ہمہ غم | ایں چنیں کرد سر و نالہ رقم
کہ روانہ شد آں جماعہ نوز | یافت چوں حکمِ ایزدی منشور
ہر مجاہد بعزمِ ملکِ دگر | پے سپر دند بے ہراس و خطر
طے نمودند فرسنخے از راہ | از پئے آں گروہِ نامہ سیاہ
در رسیدند باہزار ستیز | بیدلاں را نماند جائے گریز
بکیشمش بصد عذاب عقاب | در بیابان دور تر از آب
طرفہ دشتے دکوہ و ریگستاں | کہ سقر سوختے زگرمیٔ آں
منقلے پرز شعلہ داغگر | کہ تواں گفت قطعۂ زسقر

ترجمہ۔ اس کہانی کے راوی نے جسے الف سے لے کر ی تک داستان تاریخ دغم کہا جاسکتا ہے'
"سرونالہ" کو اس طور سے صفحۂ کاغذ پر رقم کیا ہے
کہ اپنے امام کے حکم ایزدی منشور کو پا کر وہ نورایان کا محافظ گروہ سفرِ جہاد پہ
روانہ ہو گیا۔
ہر مجاہد ایک نئے ملک کو فتح کرنے کا عزم کئے ہوئے تھا اور وہ لوگ بغیر کسی خوف،
ہراس اور اندیشۂ و خطر کو دل میں لائے ہوئے سفر کر رہے تھے۔
وہ منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے تاکہ اس گروہ سے جس نے
اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر لیا تھا، انتقام لے سکیں۔
وہ ستیز و آویز کے جذبے کے ساتھ اس طرح حملہ کرنا چاہتے ... تھے کہ دشمنوں
کو راہِ فرار نہ مل سکے۔
(اور دل میں سوچ رہے تھے) کہ ہم اپنے دشمن کو اس طرح سخت عذاب دے کر
ماریں گے جیسے کوئی پیاسا پانی سے دُور دشتِ بے آب و گیاہ میں جان دیتا ہے۔
ان کے راستے میں مہیب جنگل، دشوار گزار سلسلہ ہائے کوہ اور تپتے ہوئے
ریگستان تھے جن کی گرمی سے دوزخ کا نفسِ آتشیں بھی جل اُٹھے۔
وہ ایک ایسی انگیٹھی کے مشابہ تھے جس میں انگارے دہک رہے ہوں اور
جس سے اس طرح شرارے اُڑ رہے ہوں کہ اُسے دوزخ کا ایک حصّہ کہا جاسکے۔

رسیدن بعلاقۂ کشمیر

گُل زمینے سفید سبز رنگ، کہ نگاریں بہشت نگار رنگ

بزم گاہ کدام سلطان ست — عقل آوارہ دیدہ حیران ست

حاضراں بر طریقِ استعجال — تا بدروازہ بہرِ استقبال

باصد اعزاز رفتہ آوردند — لابہ و معذرت بسے کردند

بعد ازاں ماجرائے پُر دہشت — شرح دادند پیش آنحضرت

نہ خلیدے ارادہ اش خارے — نگسلابے مشیتش تارے

بار کردند جملہ مال و منال — بر شترہائے مست کوہ مثال

گفت ایں گلشنِ بہشت نظیر — قطعۂ باغ پر گلِ کشمیر

جز بکشتی عبور نتواں کرد — نتواں ظلم بر دل و جاں کرد

صاحبِ ایں سفینہ کیست بگو — نام آں برگزیدہ چیست بگو

کشتئ آوردم برہ از آب — بہ نشیں در رہِ سفر بشتاب

چوں زملاح ایں مروت دید — باز گردید و باز آب کشید

ہم چو کشتئ بادہ ہوش رُبا — ہر کہ بنشست رفت دل از جا

(دشت زار سفر)

فرسخے چند دشتِ بے آبے — دل گداز ندۂ جہاں تابے

دشتِ یک عمر دور تر از آب — کہ سراسر سموم بود و سراب

(ورودِ کرنال)

رفت با صد نشاط تا کرنال — دشمناں را ز بہر استیصال (کذا)

نقش ابر خیال بر جدل است — نظرے سوئے نصرت فضل ہست (کذا)

(ترجمہ) یہ پھولوں سے بھری زمین کیا تھی، نیرنگیوں کا ایک مرقع تھا جسے رعنائیوں کی بہشتِ جمیل کہنا چاہیئے۔

{اسے دیکھ کر انسان سوچتا تھا کہ یہ کس بادشاہ کی بزم ارم تزئیں ہے جسکے دیکھنے سے عقل پریشان اور آنکھیں حیران ہیں!}

(مجاہدوں کا استقبال اور ان سے گفتگو)

حاضرین جلدی جلدی استقبال کے لئے آئے۔ دروازے تک بڑھ کر پیشوائی کی۔ اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو اندر لائے اور بہت کچھ عذر و معذرت سے پیش آئے۔

{اس کے بعد حضرت امام شہید نے ان کے سامنے اپنی وجوہاتِ سفر اور اس ماجرائے وحشت اثر کا ذکر کیا۔ جب امام کے سامنے راہ کی دشواریوں اور خطرات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے جواب دیا}

اس کے ارادے کے بغیر کوئی کانٹا بھی نہیں چبھتا اور نہ اس کی مرضی کے بنا کوئی تار ٹوٹتا ہے۔

یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ یہاں سے کوچ کی تیاری کی جائے اور اونچے اونچے کوہانوں والے اونٹوں پر اسبابِ سفر بار کیا جائے

کہا گیا کہ یہ گلشن بہشتِ نظر یعنی پھولوں سے بھرے ہوا یہ قطعۂ زمین کشتی میں سوار ہوئے بنا طے کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ اس بات میں ہماری صلاح مان لیجئے اور اپنے اوپر ظلم نہ کیجئے۔

آپ نے فرمایا وہ کون ہے جو اس کشتی کا مالک ہے۔ اس برگزیدہ شخص کا نام

کیا ہے؟

ملاح نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں یہیں کشتی کو کھیتا ہوا چلوں گا اور آپ کو پار اُتاروں گا۔ آپ بے تکلف سوار ہوں اور زحمتِ سفر سے بچیں۔

جب آپ نے ملاح کی یہ محبت اور مروّت دیکھی تو کشتی میں سوار ہوئے اور بِنا کشتی کے دریا کو عبور کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

وہ کشتی پانی پر اس طرح رواں ہوئی جیسے موجِ آب پر بطِ مے رواں ہوتی ہے۔ جو کشتی میں بیٹھتا تھا وہ اس دلچسپ سفر کے لطف میں کھو جاتا تھا۔

(یہاں سے گزر کر پھر آپ نے کافی دُور تک دوسرا راستہ طے کیا) یہ علاقہ بالکل دشتِ بے آب و گیاہ تھا جو اپنی گرمی اور تپش کی وجہ سے دلگداز اور جگر تاب تھا۔ ایسا خشک زار کہ جہاں تمام عمر اگر آدمی تلاش کرتا رہے تب بھی پانی نہ ملے۔

اسی طرح خشک و تر سے گزرتے ہوئے آپ کرنال تک پہنچ گئے جہاں آپ اس مقصد سے آئے تھے کہ دشمنانِ دین کو قرار واقعی سزا دیں۔ اور اُن کی جڑ بنیاد اُکھاڑ پھینکیں۔

اس وقت ان کے ذہن پر جنگ کا خیال ابرِ پاراں کی طرح چھایا ہوا تھا۔ اور اُن کی نظر خدا کے فضل اور اس کی نصرت پر تھی۔

فصل دوم

رفتنِ ایلچی سوئے راجہ شقی بیدین والی کرنال

اوّل آں غازیاں راہِ خدا گفتہ حرفے زرا وصلح و صفا

نیست جز این زماں تدبیر
بفرستیم نزدِ راجہ سفیر
تا ز کردارِ خویش باز آید
پیش ما از سر نیاز آید
ور نہ بیکار و جنگ در پیش است
تیر و تیغ و خدنگ در پیش است

(ایلچی کا راجہ شقی بیدین والی کرنال کے یہاں پہنچنا)

(کرنال پہنچ کر جہاں سے راجہ کا علاقہ محروسہ شروع ہوتا تھا)
ان غازیانِ راہِ خدا نے سب سے پہلے صلح کی بات کرنی چاہی اور آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ پہلے راجہ کے پاس ایک ایلچی اس مقصد سے بھیجا جائے کہ وہ اپنے کردار ناشائستہ سے باز آجائے اور نیازمندانہ طریقے سے ہمارے سامنے حاضر ہو، ورنہ اس کے علاوہ کوئی صورت باقی نہیں کہ ہمارے اور اس کے درمیان جنگ ہو اور تیغ و تیر و خدنگ سے کام لیا جائے۔

(جس کا جواب اس دشمنِ دین نے صاف الفاظ میں یہ دیا)

جواب راجۂ بے دین

دشمنِ دیں جواب داد بعزم
سر نہ تابیم ہیچ گہ از رزم
قرصِ خورشید در سیاہی رفت
کہ ازیں جا نہ باز خواہی رفت
[کہ دریں راہ بازگشتن نیست
جز بخوں سرفراز گشتن نیست]
[فرصتے ہست گر اماں خواہی
بدہم گر ز دست جاں خواہی]

ترجمہ: اس دشمن دین نے عزم کے ساتھ یہ جواب دیا کہ ہم کبھی میدانِ جنگ سے منھ نہیں موڑتے ــــ خورشید کی ٹکیہ سیاہی میں ڈوب گئی جس کے یہ معنی ہیں کہ تم یہاں سے زندہ و سلامت واپس نہ جا سکو گے ــــ یہ راہ وہ ہے جس سے آگے بڑھنے والا واپس نہیں لوٹ سکتا۔ اور سوائے جان دینے کے یہاں سرفرازی کی اور کوئی صورت نہیں۔ ہاں تم چاہو تو تمہیں جان کی امان دی جا سکتی ہے اور تمہیں ہمارے ہاتھ سے اپنی زندگی واپس مل سکتی ہے۔

یافت چوں حرفِ دشمنِ بیدیں　　شد برافروختہ امامِ حزیں
غازیاں ہم چو شیر بر جستہ　　پئے جنگ و جدل کمر بستہ

ترجمہ۔ جب دشمن کی طرف سے یہ جواب آیا تو امامِ زمن، جو بندگانِ خدا کا خون بہانا نہیں چاہتے تھے، برافروختہ ہو گئے۔ غازیانِ دین شیروں کی طرح بپھر گئے اور جنگ و جدال پر کمربستہ ہو گئے۔

مجاہدینِ اشجعین اسلام برائے جہاد تیار شدند

رواں ہم راہِ او فوجے ز لشکر　　غبارِ خاطر و غوغائے محشر
ز ہر سو محشرِ نظارہ در جوش　　قیامت حرفے از خاطر فراموش
نمکے داشت شورِ بختی او　　تلخئ و تند سخت بختی او (کذا)
برق گردیدہ جملہ شاں از قہر　　کہ بسوزد تمام ہستی دہر (کذا)

زسناں کاری خلشش در بر — جگراں گشتہ کینہ نشتر
حافظِ مسلماں خدا باشد — حامیٔ غازیاں خدا باشد
ہر کرا فضل حق بود یاور — نیست بیمش زخصم زور آور
کرد احقر تمام ایں ابیات — باد بر روحِ مصطفےٰ صلوٰۃ

ترجمہ:۔ اس کے ہمراہ لشکرکشوں کی ایک موج تھی، جس کی اُڑائی ہوئی گرد کو غبارِ خاطر فلک اور جس کے پیدا کئے ہوئے شور کو غوغائے محشر کہنا چاہیئے۔

ہر طرف وہ جوش و خروش تھا کہ اسے محشرستانِ نظارہ کہا جاسکتا ہے۔ اس وقت قیامت ایک ایسا لفظ تھا جو لوحِ خاطر سے محو ہو گیا تھا۔

اُس کی شور بختی میں ایک عجیب نمک تھا یعنی موت کی ایک اَن دیکھی تلخی اس کی سختی میں بے پناہ شور بختی و سخت کشی کی ایک کیفیت تھی۔

اُن کی نگاہ جیسے ایک برقِ بے اماں بن گئی تھی، جو ایک بار گر پڑے تو تمام خرمنِ ہستی کو سوخت کر کے رکھ دے۔

ایک بے نام خلش کی "سناں کاری" کی وجہ سے ان کے دل جگر ایک نشتر کدہ بن گئے تھے۔

مسلمانوں کا حافظ خدا ہوتا ہے اور غازیوں کی حامی اللہ پاک کی ذات ہے، جو قادرِ مطلق ہے۔

اللہ پاک کا فضل و کرم جس کا مددگار رہتا ہے اس کو اپنے بڑے سے بڑے پُر خطر دشمن سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

اے احقر یہ سلسلۂ ابیات ختم ہوا۔ مدوح محمدؐ پہ ہزار ہزار صلوٰۃ وسلام ہوں۔

چند شعر (در مدح میر میران حضرت سیّد محمود شہید سبزواری)

امیرِ شاہ میراں قبلۂ جاں — کہ آمد سبزوار از مولدِ آں
امیرے شاہ از اولادِ حیدرؑ — ستونِ دین و آئینِ پیمبرؐ
بمدح او دلم شد شاد و فرحاں — حریمِ کعبہ دارد عشق گیلاں (کذا)
حدیثے کز لبش دارد نمودے — شنیدن کرد از دورش سجودے
ثنائے مدح شاہ دیں پناہ است — کز و ہر قطرہ دریا دستگاہ است
شوی گر در خیالش گرمِ مستی — بہ بینی خود پرستی حق پرستی
امامِ لشکر و سالارِ اعظم — امام الاشجعین سالارِ اکرم
چنیں پیرائے باغِ ایں حکایت — مختتم شد کہن پیراں روایت
امیرے شاہِ دیں عالی مقام است — عزیزِ احقرِ آشفتہ کام است

میر میراں قبلۂ جانِ جہاں کہ سبزوار جن کا مقدس وطن ولادت گاہِ مسعود ہے۔
وہ محترم امیر جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولادِ امجاد میں سے ہیں۔ جو دینِ متین کے ستون اور آئینِ پیمبرؐ کے رکن ہیں۔
اس کی تعریف زبان پر آتی ہے تو میرا دل عشق کی سچی خوشیوں سے بھر جاتا ہے۔
(جس دل میں عشقِ گیلان ہوتا ہے وہ دل حریمِ کعبہ کی طرح محترم و مقدس ہو جاتا ہے)
وہ بات جو اس کے لبِ صدق ترجمان سے ادا ہوتی ہے سماعت دُور سے

اس کو سجدہ کرتی ہے۔

اے دل یہ شاہِ دین پناہ کی مدح و ستائش ہے۔ وہ بادشاہِ تقدیس بارگاہ جس کے دریائے لطف کا ہر قطرہ اپنے اندر سمندر جیسی وسعتیں رکھتا ہے۔

اگر تو اُس کے خیال میں مست و مدہوش ہو جائے تو یہ دیکھے کہ خود پرستی بھی حق پرستی بن گئی ہے۔

جو امامِ لشکرِ اسلام اور سالارِ اعظم ہے جو غازیانِ دین کا سردار اور انجمنِ اسلام کا میرِ سپاہ ہے۔

اس حکایت کے چمنستان کی پیرایہ بندی بڑے بوڑھوں کی روایتوں سے مزیّن و مختوم ہے۔

وہ امام جو شاہِ دین اور رہبرِ عالی مقام ہے، احقر اس کے ذکر کو عزیز رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ اس راہ میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔

چند شعر در اندوہ والمِ آں جماعتِ مسلمین و ارکینِ دولتِ مسعودیہ

همه عالم بچشمانِ چوں سیه بود ... بچشماں سرمه را کے جا نگه بود
بدل زانده وه بود نزارِ اندوه ... سهی سروش خمید. از بارِ اندوه
برفت از لعل لب آں سیکه بودش ... نشست از شمع رخ تابیکه بودش
چه خوش گفت آں بداغ عشق رنجور ... که بو از مشک و رنگ از گل شود دور
دلاں پهرنج و جانها پر ملالست ... نمی دانم کرا اکنوں چه حالست
که اے چشمم بدیدارِ تو روشن ... دلم از عکسِ رخسارِ تو روشن

ہنوزم شوقِ گفتن بیشتر بود — دلِ معنی طلب کانِ گہر بود

(آخر ذی قعدہ ۵۸۷ھ ہجری النبوی صلعم)

(ترجمہ) (اس خبر کو سُن کر) چونکہ ان کی نگاہ میں تمام عالم تاریک ہو گیا تھا اس لئے سُرمے کے واسطے آنکھوں میں جگہ باقی نہ رہی تھی۔

اُن کے دل شدتِ غم و اندوہ میں کچھ اس طرح گھر گئے تھے کہ بارِ الم سے ان کے بلند و بالا قد خم ہو گئے تھے۔

اُن کے سرخ لبوں کی تمام تر و تازگی ختم ہو گئی تھی اور اُن کے شمع جیسے رخساروں کی تابانی ماند پڑ گئی تھی۔

اس شخص نے جس کا دل آتشِ عشق سے جل رہا تھا کتنی اچھی بات کہی تھی کہ مشک سے خوشبو چلی جاتی ہے اور پھولوں کا رنگ اُڑ جاتا ہے۔

دل رنج سے بھر گئے اور روحوں پر احساسِ ملال چھا گیا۔ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ کس کا کیا حال ہے۔

اے کہ میری آنکھیں تیرے دیدار سے روشن ہیں اور میرے دل کا پیمانہ تیرے رخساروں کے عکس سے جلوہ بار ہے۔

اب تک میں شوقِ گویائی سے لب تشنۂ تقریر ہوں اور میرا دل کہ جویائے معنی ہے معدنِ گہر بنا ہوا ہے۔

(آخر ذی قعدہ ۵۸۷ھ ہجری النبوی صلعم)

در توصیف جسمِ اطہر آنحضرت سیدی غازی امام شہید سبزواری قدس سرہٗ

زیبد اینجا گر کشم گوہر بسلک　　　نظم حالِ ماشقے آدم بکلک
چوں سبو پر از مئے نابِ شباب　　　خالی از غم ہم چو شیشہ بے شراب
نے بگل چشمیش نے بر بلبلے　　　نے سرے بازلف نے با سنبلے
خوبرو و خوبرویاں را اسیر　　　نیک خوئی و نیک خویاں را نظیر
اختری کز مہر و مہ دل می ربود　　　دلربائے باوفا و مہربود
شانِ حق داد از ادا ہایش نشاں　　　زان وہم شادازسراپایش نشاں
قدِ او نخلیکہ دارد ہر ثمر　　　خدنگے کش ہر زماں رنگی دگر
فرق بر سر ظلمتِ زلفین او　　　آب خضر از بحر محوِ عین او
کاکلِ مشکیں شبِ تارِ اُمید　　　جبہۂ پُر نور رشکِ روزِ عید
مہر و مہ ذراتِ خورشید رخش　　　ساغرے روشن ز روئے فرخش
نونِ معکوس ابروان دہر دو عین　　　درمیان آں دہ یکساں نقطتین
قدر یہ سینِ سیم بینی میم جسم　　　در خطِ طغرا در سیم آمد بہم
بینش سرو نگہ بے زہ کماں　　　بہر جانِ راستاں زہ ہر زماں
باد و شاخِ سبز نازو غمزہ بار　　　گشتہ خم مانند شاخِ میوا دار
چشمِ تُرکے خنجر از مژگاں بکف　　　یا سپاہے با سپاہے بستہ صف
عارضِ آں گلعذارِ باغِ حُسن　　　عارضِ عرض بہارِ باغِ حُسن
بینی در زُلف دلآویز و دہاں　　　آں الف واں لام ہست و میم آں

زیں حروفِ آرائشِ قرآنِ او — شیخ و شباب از طفل کتب خوانِ او
شکّریں لب لذّت افزائے سخن — نورس و شکّر فشاں شکّر شکن
در صفِ وصفِ زبانش ہر زماں — با کفِ بے پنجہ با شم تیغ راں
روز و شب با قرۂ دندانش دہن — سبحہ گردانے چو پاگانِ زمن
گوشِ او چوں صبح و کوکب گوشوار — یا مکوکب گشتہ کوکب ہمکنار
تشنۂ عالم زمزم آں چاہِ زنخ — بستہ دلہا اندرو مانندِ یخ
بسکہ چوں سیماب زو جوشیدہ آب — صورتِ غبغب گرہ گردیدہ آب
خال بر رویش چو زنگی بچگاں — در فضائے گلستاں بازی کناں
گردنِ او دستۂ عاجِ سپید — شوشۂ سیم و بیاضِ صبحِ عید
بازوش با زوئے اخلاص و وداد — دست دستاویزِ لطف و اتّحاد
کف چو بحر و ہمچو نہر انگشت پنج — دار و از نقدِ رواں در مشت گنج
ناخنِ او موشگافِ رازِ دل — طرفہ مضرابے برائے سازِ دل
خیز سینہ واں دوتا گیسوئے او — ..... زیبِ زینت بر گیسوئے او (کذا)
بطنِ او دریائے گوہر خیز و صاف — ہر شکن موجے و چوں گرداب ناف
طرفہ سحر و جادوئے انگیختہ — کو بیک موے دو کوہ آویختہ
ساقِ او چوں ساقیِ صہبا پرست — کو خود آمد کاسۂ زانو بدست
نرم و نازک چوں گلِ ترپائے او — سرو را چوں سایہ سر بر پائے او
ہم بدیں رعنائی از سر تا بہ فرق — در زر و لعل و دُر و یاقوت غرق
پیرہن ابیض کہ بودش زیبِ تن — بود تن پیرایۂ آں پیرہن

چشمِ سرخوش چوں بروئے ۔ فتاد چوں کلہ از سر سبوئے ۔ فتاد
گیسوئے او بود دام و دانہ خال طائرِ پربستہ ایں آشفتہ حال
کاکلش زنجیر و ایں دیوانہ اش نرگسش ساقی و ایں پیمانہ اش
آفتابِ حسن آں زلفِ سیاہ مضطر و آشفتہ ایں گم کردہ راہ
آفتابِ حسن آں روشن جبیں ذرۂ سرور ہوا ایں رہ نشیں
تیغ بُرّاں ابروِ خمدار او سر بکف ایں سربسر انگار او
چشمِ او ترکے و مژگاں خنجرش خنجرش یکسر رواں بر خنجرش
او بحسنِ خویش محوِ خویشتن ایں بعشق خود ہمہ تن زلیش تن
در کلائی زیب کنگنہ سرخ تن (کذا) دلربائے عاشقانِ کوہ کن
گلستانِ مطلعِ انوارِ غیب بوستانِ منبعِ اسرارِ غیب
گردنش مالک رقابے حسن را ایں بدل سالک جنابِ حسن را
شعلۂ رخسارِ سُرخ آتش نشاں گیری از کف دادہ دل ایں تفتہ جاں
میم مدغم آں دہانِ نیم خند غین غم زاں نقطۂ عین ایں نژند (کذا)
شکوہ فرسودہ ۔ فصیح او را زباں بے زبان و بے گلا ایں بے دہاں
دل بشکرِ قالبِ جاں پرورش لب بہ دنداں ایں ز ذوقِ شکرش
بینیٔ آں قطرۂ اندر ہوا ابرِ دریا بار ایں سرور ہوا
بازوئے او داشت بازوئے جلی (کذا) دل ز دستش برد با صد دلبری
دست و کف انگشت ناخنہائے او یافت ہر یک دست بر قیدائے او
ہر دو دستش ہمچو مرجاں از حنا در تنش خوں گشتہ مرجان از حنا

عاشقاں را ہلالش پہلو شگاف — لجۂ حیرت شکم گرداب ناف

داشت چوں آئینہ روشن تن او — خواستت بہزاد بازو گشتن او

ساقِ او شاخِ گلِ بے خار بود — بلبلِ رنگیں نواں ایں لار بود

پشت پایش حسن را آئینہ دار — چشمِ حیرت خیز ایں آئینہ وار

آں کفِ پا نور افشاں ترز ماہ — ایں بحیرت در چو نقشِ پا براہ

قدِ او قمشادِ باغِ حسن بود — از کفِ ایں ہم چو قمری دل ربود

شمع روئے دیدہ شد پروانہ او — مشک موئے دیدہ شد دیوانہ او

بر دل آرائی بدل عاشق شدہ — بود او عذرا بجاں وامق شدہ

جوششِ غم کرد گریاں چوں سحاب — آتش ہم کرد بریاں چوں کباب

دیدہ خونبار آمد از میغِ جنوں — سینہ افگار آمد از تیغِ جنوں

زلفِ شبگوں بر سرش شبخوں زدہ — لیلے گویا رہِ مجنوں زدہ

کرد تاب موئے او برہم ورا — زد خم ابروئے او درہم ورا

زد آفتاب روئے تا ماہِ مبیں — زد بتابِ تب دلِ بیتاب ایں

تافت از مہرِ رُخِ او سینہ اش — یافت از آتش جلا آئینہ اش

در خیالِ گوہرِ دندانِ او — دُر فشاں شد دیدۂ گریانِ او

بازوش کشورستانِ حسن بود — دل زدستش رفت ایں عاشق ربود (کذا)

حسن را ساعد بساعد ساعدش — ساعدش بر دلبریش شاہدش

ناخنِ او در دلش ناخن شکست — دل ز دستش رفت ہم کارش ز دست

در سپہرِ حسن صفائی سینہ اش — شد ..... سینہ بے کینہ اش (کذا)

درغمِ موئے میانش سربسر | ہم دلش مویان وہم جان مویہ گر
در سرِ زانوئے آں کرسی نشیں | سر بہ زانوایں وہم ہر موئے ایں
عاشقاں را دیدہ ہا بینا بود | عاشقاں را سینہ ہا سینا بود
عاشقاں را دل بود در کوئے دوست | روز و شب دیدہ محوِ روئے اوست
چوں نظر بر قامتِ موزونش رفت | صد قیامت بر دلِ محزونش رفت
کرد شمشیرِ ادایش جان فگار | ساخت تیرِ عشوۂ او دل شکار
خواندنش علم عجائب را علم | گفتنش نقشِ غرائب را قلم
ذکرِ او کافی پئے جاہ و جلال | فکرِ او دانی پئے تفتیشِ حال
تا سکوشان دیدہ او باچشمِ پاک | گفت گریاں بازبانِ خشم ناک
ہر کہ او سوزندہ داند نار را | چوں بہ بوسد آتشیں رخسار را
کرد اثر اندر دلِ شان ایں کلام | از مئے تحقیق شد لبریز جام
کز ہماندم باہمہ شرمندگی | ماند آں احوال شان تا زندگی
خامشے افزا تکلم کم بکن | ترک پر گفتار نا محکم بکن
اے نشان بینِ نشانِ آں عظیم | آشکارا ہست شانِ آں عظیم
باہمہ تعظیم نام او بگیر | زانکہ رہبر باشد و ہم دستگیر
نیرِ اعظم دل و چوں مہ تن ست | ماہ از فیضانِ نیر روشن ست

دردِ حافظ کز برائے جاں بود (کذا) باعثِ توفیقِ طاعات آں بود

در تضرع ماند تا آندم کہ ماند | از تہِ دل بود بر لب ہر چہ راند
باہمہ ناز و نیاز و آرزو | مدعائے خود بصد دل خواست او

گفت احقر دوست باشد نزد دوست | این سر و سامان داری بس نکوست
لیک ہم چوں مغز باشد در سرم | حبِ اللہ و رسولِ محترم

ب

(ترجمہ) یہی مناسب ہے کہ میں اپنے قلم کو جنبش دوں اور اپنے دل عشق منزل کی حالت کو اشعار کی صورت میں قلمبند کروں۔

وہ جسمِ پاک مئے شباب سے بھرے خُم کی طرح تھا اور غم سے اس طرح خالی تھا جیسے کوئی شیشۂ بے شراب ہو۔

نہ اُس کی نظر پھُول پر تھی نہ بُلبل پر۔ نہ اُسے سر و سودائے زلف تھا۔ نہ وہ سنبل کے پیچ و خم میں گرفتار تھا۔

وہ خوبرو تھا اور خوبرویوں کا دل دادہ۔ وہ نیک خو تھا اور خوش کردار لوگوں کے لئے ایک نظیر تھا۔

اُس کا روشن چہرہ چاند اور سورج کا دل چراتا تھا۔ وہ ایک ایسا معشوقِ دلرُبا تھا جس کا دل مہر و وفا سے لبریز ہو۔

جیسے شانِ خداوندی اس کی ہر ادا سے ظاہر ہوتی تھی اس لئے میں اے (احقر) اس کے سراپا کی تصویر کھینچتا ہوں۔

اس کا قد ایک ایسے درخت کی طرح تھا جس میں ہر طرح کے پھل لگتے ہیں۔
اور اس کے رخسار اس پھول کی طرح تھے، ہر لمحہ جس میں نئے نئے رنگ جلوہ گر ہوتے ہیں۔
اس کی مشکبار زلفیں اُمید کی شبِ تاریک کی طرح سیاہ تھیں اور اس کی پُرنور پیشانی صبحِ عید کے لئے بھی باعثِ رشک تھی۔

چاند سورج اس کے رُوئے روشن کے سامنے بے مقدار ذرّے تھے اور اس کی چمکتی ہوئی پیشانی اور بشاش بشرے سے تمام عالم میں روشنی پھیلی ہوئی تھی

اس کے دونوں ابرُو نون معکوس کی طرح تھے اور اُن کے درمیان دو سیاہ پُتلیاں دو یکساں نقطوں کی طرح زیب دیتی تھیں۔

اس کا قدِ کشیدہ سیم کے سین کی طرح تھا اور بینی میم خمیدہ کی شکل تھی۔

اور دونوں کو جب ایک دوسرے کے ساتھ دیکھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ خطِ طغرٰے میں دو میم ایک دوسرے کے ساتھ آئے ہیں۔ (کذا)

وہ سرتاپا سروسہی کی طرح تھا اور اس کی نگہ کڑی کمان تھی جو راستبازوں کی جان کے لئے ہمیشہ زہ ہوتی رہتی تھی۔

وہ قد دو سر سبز اور ناز فرما شاخوں کے ساتھ اس طرح ختم ہوتا تھا جیسے پھولوں سے لدی ہوئی ڈالیاں جُھک جاتی ہیں۔

اور وہ آنکھیں اپنی پلکوں کے ساتھ خنجر بکف ترکوں کی طرح تھیں یا پھر ان صف کشیدہ پلکوں کی مثال ایسی تھی جیسے ایک سپاہ دوسری سپاہ کے سامنے صفیں باندھے کھڑی ہو۔

باغِ حُسن کے اس گُل عذار کے عارض چمنستانِ حُسن کی بہاروں کے لئے جلوہ گاہ تھے

اس کی ستواں ناک، دلآویز زلفیں اور خوبصورت دہانہ، یہ الف تھا وہ لام اور وہ میم۔

ان حروف سے اس کے صحیفۂ رُخ کی زیب و زینت تھی۔ بوڑھے اور

جوان، عالم اور عامی جسے عقیدت سے پڑھتے تھے۔

اس کے ہونٹوں کی شکر لبی اس کے لہجے میں شہد گھول دیتی تھی جس سے اس کے سخن کی لذت آفرینی بہت بڑھ جاتی تھی۔ وہ لب جن کو ہم نوریں، شکر فشاں اور شکر شکن کہہ سکتے ہیں۔

اس کی گردن سفید ہاتھی دانت کے دستے کی طرح تھی۔ وہ چاندی کا شوشہ تھا یا پھر اُسے بیاضِ صبح عید کہا جا سکتا ہے۔

اس کے دوش و بازو کو صورتِ اخلاص و محبت کہنا چاہیئے اور اس کے ہاتھوں کو لطف و یگانگت کی دستاویز۔

اُس کے کفِ دست کو بحر سے تشبیہ دی جا سکتی ہے اور پانچوں انگلیاں پانچ نہروں کی مثال تھیں اور اس نقدِ رواں کی وجہ سے اُس کی مٹھیوں میں ہمیشہ خزانہ رہتا تھا۔

اس کے ناخن رازِ دلی کی عقدہ کشائی کرتے تھے اور سازِ دل کے لئے اُن کی حیثیت ایک عجیب اور نغمہ آفریں مضراب کی سی تھی۔

اس کا نورانی بطن ایک دریائے گوہر خیز کی طرح صاف و شفاف تھا۔

اس کی ہر شکن ایک موجِ رواں تھی اور ناف ایک گردابِ نور۔

اس سے گزر کر ایک سحر و طلسمات کا عالم تھا جیسے ایک بال سے دو پہاڑ آویزاں ہوں۔ (اس سے موئے کمر اور دونوں سرین مراد ہیں)

اس کے وصف زبان کی معرکتہ الآرا صفوں میں اپنی زبان بے زبانی کے ساتھ میں ہمیشہ تیغ زنی کرتا رہتا ہوں۔

رات دن اس کے دہان و دُرِ دندان کی تعریف میں زبان اس طرح متحرک

رہتی تھی جیسے پرہیزگار لوگ ہمہ وقت تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔

اس کے کان بیاضِ سحر کی طرح تھے اور اس میں گوشوارے ستارۂ صبح کی صورت جگمگاتے تھے۔ یا پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک ستارہ دوسرے ستارے سے ہمکنار تھا۔

اس چاہ زنخداں کا عالم چاہِ زمزم جیسا تھا اور دل اس میں تیغ پارے بن کر رہ گئے تھے۔

چونکہ اس سے ہر دم موجِ سیماب کی طرح پانی اُبلتا رہتا تھا اس لئے غبغب کی صورت میں اس پانی کے اندر بھنور پڑتے رہتے تھے۔

اس کے رخساروں پر سیہ تل ایسے لگتے تھے جیسے فرنگی بچے صحنِ گلستان میں کھیل رہے ہوں۔

اس ساقی سیم بر کی ساقیں ایسی تھیں کہ خود بخود آئینۂ زانو ہاتھ میں آجاتا تھا۔

اس کے نرم و نازک پاؤں گلِ تر کی طرح تھے اور بڑے بڑے سرکش سائے کی طرح اس کے قدموں سے لگے رہتے تھے۔

اس سج دھج کے ساتھ وہ سر سے پاؤں تک سونا، لعل، موتی اور یاقوت میں ڈوبا ہوا تھا۔

جو سفید لباس وہ زیب تن کئے تھا اس کے بدن کی رنگت اس پیراہن کے لئے آراستگی کا باعث تھی۔

چشمِ مخمور جب اس پر پڑتی تھی تو سبو کی طرح کلہ سر سے گر جاتا تھا۔

اس کے گیسو دام اور اس کے چہرے کا تل دانہ کی طرح تھا اور عاشقِ آشفتہ حال

کا دل اس دام میں طائرِ پربستہ کی طرح گرفتار۔

اس کے کاکل زنجیر تھے اور دل اُن کا دیوانہ۔ اُس کی آنکھیں ساقی تھیں اور یہ اُن کا پیمانہ مئے ناب۔

اس کا حسین چہرہ آفتاب کی طرح درخشاں تھا۔ اس کی زُلفیں سیاہ تھیں، جن کو دیکھ کر راہِ شوق کا یہ مسافر اپنی راہ بھول جاتا تھا اور دیوانہ وار حیران و پریشان پھرتا تھا۔

وہ روشن جبیں شہزادہ آفتابِ حُسن تھا اور یہ فقیر راہ نشین اس ذرہ کی طرح جو اس کے شوقِ لقا میں سرگرداں رہتا ہے۔

اُس کے خمدار ابرُو تیغِ بُرّاں کی مثال تھے اور اس کا یہ سرتاپا فگار عاشق سر ہتھیلی پر رکھے ہوئے تھا۔

اُس کی آنکھیں ایک ترک نیزہ زن کی طرح تھیں اور اُس کی پلکیں خنجرِ بُرّاں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ وہ خنجر رُوح جس پر سو جان سے قربان ہو۔

وہ اپنے حُسن و جمال کے احساس کے ساتھ ہمیشہ خود کو دیکھنے میں محو رہتا تھا اور میرا دل اس کے عشق میں سراپا زخم بنا ہوا تھا۔

کلائی میں وہ کنگن پہنے تھا اور اس کا تن لالہ رنگ تھا وہ جو عاشقانِ خستہ تن کا دل رُبا تھا۔

وہ بشرہ انوارِ غیب کی جلوہ گاہ تھا اور اس کے پاک چہرے کو ہم اسرارِ لاریب کی جلوہ گاہ کہہ سکتے ہیں۔

اس کی گردن دنیائے حسن کی "مالک الرقاب" تھی اور آرزو مندوں کا دل اس

کی راہِ عشق کا سالک تھا۔

اس کے سُرخ رخسار شعلۂ آتش فشاں کی طرح تھے اور عاشقِ دل باختہ اس کا طلب گار تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چھوڑے ہوئے دل کو پھر اپنی مٹھی میں لے لے۔

وہ زیرِ لب مُسکراتا ہوا حسین دہانہ میمِ غم کی طرح تھا۔ اور دلِ دردمند اُس کی وجہ سے نقطۂ غینِ غم بنا ہوا تھا۔

فصیحوں کے لبوں پر اس کی شیریں زبانی کی حکایت تھی، لیکن اس کے عشّاق کے منہ میں جیسے زبان ہی نہ تھی۔

اس کے جاں نواز لب شہد چُوسنے والی تتلیوں کی طرح تھے اور عاشق اس کے شکّریں لبوں کے شوق میں "دنداں بہ دل افسردہ" رہتے تھے۔

اس کی بینی ہوا میں معلق ایک قطرہ تھا اور اس کے غمِ ناں برباد عاشق کی آنکھیں ابرِ دریا بار بنی ہوئی تھیں۔

اس کے بازو گویا پریوں کے بازو تھے اور بصد اندازِ دلبری اپنے عاشقوں کے دل چُراتے تھے۔

اس کے ہاتھ اس کی ہتھیلیاں، اس کے ناخن اور اس کی انگلیاں اس کے عاشقِ شیدا کے دل پر تسلط رکھتی تھیں۔

اس کا پنجۂ حنابندی سے پنجۂ مرجاں بنا ہوا تھا اور اس کے جسم میں اس کی رُوحِ حیا کی سُرخی کی طرح جھلکتی تھی۔

اُس کی ساقیں شاخِ گُل بے خار تھیں اور یہ عاشقِ زار اس کا بلبلِ شیدا تھا۔
اُس کے پیروں کے تلوے حُسن کے آئینہ دار تھے۔ اور اس کے عاشق کی چشمِ

حیرت زدہ اس کو آئینہ دکھاتی تھی۔

وہ کفِ پا جبینِ ماہ سے زیادہ روشن تھی اور یہ حیرت و حسرت کا مارا اس کے انتظار میں نقشِ کفِ پا بنا رہتا تھا۔

اس کا قد باغِ حُسن کا سروسہی تھا جو اس دل دادۂ حُسن کے ہاتھوں سے قمری کی طرح دل چھین کر لے گیا تھا۔

وہ شمع رو تھا جسے دیکھ کر دل پروانہ وار اس پر قربان ہوتے تھے۔ اس کے گیسوئے مُشکیں پر نہ جانے کتنے دل دیوانے ہو رہے تھے۔

اس کی دل آرائی پر میں بدل و جان عاشق تھا۔ اس کا وجود عذرا تھا اور میں اسیر وامق کی طرح فریفتہ ہو رہا تھا۔

جوشِ غم نے مجھے سحاب کی طرح گریاں رکھا اور آتشِ عشق نے میرے دل کو کباب کی طرح بریاں کر دیا۔

میرا دیدۂ خوں بار باور ے بادل کی طرح ہے جو برستا ہے تو جھڑیاں لگا دیتا ہے۔ اور میرا سینہ تیغِ جنوں سے زخم دار بنا ہوا ہے۔

اس کی زُلفِ شبگوں نے میرے دل پر شبخون مارا ہے گویا لیلےٰ نے مجنوں کے متاعِ صبر و قرار کو لوٹ لیا ہے۔

اُس کی زُلفِ خم بہ خم نے ہوش و خرد کے سلسلے کو درہم برہم کر دیا ہے۔ اور اس کے خمِ ابرُو نے میرے خرمنِ دل پر بجلیاں گرا دی ہیں۔

اُس کے آفتاب جیسے روشن چہرے کی تابانی نے میرے دلِ بیتاب کو تب و تاب کے حوالے کر دیا ہے۔

اس کے عاشق کا سینہ اُس کے شعلۂ رخسار سے آفتاب کی طرح چمکتا تھا۔ اور اس کی آتشِ حسن سے اس کے آئینۂ دل نے جلا پائی تھی۔

اُس کے گہرہائے دنداں کی یاد میں اُس کے عاشق کی آنکھیں ہمیشہ گہرافشانی کرتی تھیں۔

اُس کے بازو جو کشورِ حُسن کو فتح کرنے والے تھے۔ دستِ ناز کے ساتھ عاشق کا دل سینے سے نکال لیتے تھے۔

حُسن کے لئے اُس کی بانہیں ساعدِ مساعد تھیں یعنی اُس کی باہیں اُس کے حسین وجود کے لئے مزید زیبائش کا باعث بنی ہوئی تھیں اور اس کے نازِ دل بری کی شہادت دیتی تھیں۔

اس کے ناخن نے عاشق کے دل میں نشتر چبھوئے تھے اور نہ صرف یہ کہ دل اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا بلکہ سب کچھ اس کے ہاتھ سے چھن گیا تھا۔

اس کی صفائے سینہ کے خیال میں اس کا سینہ جو کینہ سے صاف تھا داغِ عشق سے مستجل ہو گیا تھا۔

اس کے موئے میاں (بال سے باریک کمر) کے غم میں اس کے دل اور جان سُوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے۔

اُس کرسی نشین کے خیالِ زانو میں عاشق بے چارہ سر بزانو تھا اور اس کے موئے پریشاں اس کے زانو پر بکھرے رہتے تھے۔

عاشقوں کی آنکھیں "بینا" ہوتی ہیں اور ان کے سینے طورِ سینا کا درجہ رکھتے ہیں۔

عاشقوں کا دل ہمیشہ کوچۂ محبوب میں رہتا ہے۔ دن ہو یا رات اُن کی آنکھیں محوِ جمالِ دوست ہوتی ہیں۔

جب اس کی نظر محبوب کے قامتِ موزوں پر پڑتی ہے تو اس کے دل عشق منزل
پر قیامتیں گزر جاتی ہیں۔

اس کی ادا دل و جاں کو زخمی کر دیتی ہے اور اس کے عشوۂ وناز کا تیر دلوں میں پیوست
ہوکر اُسے شکار کر لیتا ہے۔

اُس کا "پڑھنا" علمِ عجائب کے لئے عَلَم تھا اور اُس کا "کہنا" نقشِ غرائب کے
لئے زبانِ قلم بن جاتا تھا۔

اُس کے ذکر کے ساتھ دل پر کیفیتِ جلال چھا جاتی تھی اور اُس کا خیال آتے ہی
احوال و کوائف نظر کے سامنے آئینہ ہو جاتے تھے۔

جب اُس نے اپنے عشاق کی طرف اپنی چشمِ بیباک سے دیکھا تو اپنی خشمناک
زبان کے ساتھ کہا۔

جو یہ جانتا ہے کہ آگ جلا دیتی ہے وہ آتشیں رُخسار کو کیسے بوسہ دے سکتا ہے
اُن کے دل پر اس کلام نے اثر کیا اور مئے تحقیق سے شیشۂ دل لبریز ہو گیا۔

اسی وقت سے اُن پر ایک احساسِ ندامت طاری ہو گیا اور تمام زندگی اُن
کا یہی حال رہا۔ خاموشی کو بڑھا اور گفتگو کو کم کر دے بلکہ اپنی گفتارِ نامحکم کا سلسلہ
منقطع کر دے۔

میر الشانِ ہستی اُس ہستی عظیم کا نشان ہے اور میرے ذریعے سے اس کی
عظمت و شان کا ظہور ہوتا ہے۔

پوری تعظیم کے ساتھ اس کا نام لیتا ہوں اس لئے کہ وہی میرا رہبر ہے اور وہی بیکسوں
کا دستگیر ہے۔

دل نیّرِ اعظم ہے اور جسم اس کے لئے چاند ہے۔ چاند جو اپنے تئیں سورج کے نُور سے روشن رکھتا ہے۔

حافظ کا وِرد کلام حفاظتِ جان کے لئے ہوتا ہے اور طاعت کی توفیق اللہ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔

جب تک وہ نظر کے سامنے رہا۔ دل آہ و زاری میں مشغول رہا اور جو کچھ اس کے لبوں پر آیا وہ دل کی آواز تھی۔

تمام نازو نیاز اور آرزومندیوں کے ساتھ اس نے اپنے مدعائے دلی کا اظہار کیا۔

احقر کسی نے صحیح کہا کہ دوست دوست کے پاس ہو یہی بہتر ہے۔ اگر تجھے یہ دولت میسّر ہے تو اس سے بہتر اور کچھ نہیں۔

میرے سر میں مغز کی طرح خیال و محبتِ آلِ رسول رہے یہی میری خواہش ہے۔

شجرۂ نسب حضرت امام شہید قدس سرّہٗ العزیز

سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ

|

سیّدنا حضرت امام حسین علیہ السلام

|

سیّدنا امام زین العابدین علیہ السلام

|

سیّدنا امام باقر علیہ السلام[۵]

|

۵؎ (نام نامی محمد لقب باقر العلوم علیہ السلام)

سیدنا امام جعفر صادقؒ

|

سیدنا امام عبداللہ مکیؒ

|

سیدنا امام علی منظرؒ[1]

|

سیدنا امام ابو محمد کنیت احمدؒ

|

سیدنا امام ابو صلحؒ

|

سیدنا امام محمد عبداللہؒ

|

سیدنا امام حسن کنیت زاہدؒ

|

سیدنا امام علی اکبر کنیت ابو ہاشم

|

سیدنا امام ابو الفرح کنیت ابو بکر

|

سیدنا امام محمد کنیت مسعود

|

سیدنا امام محمود شہید کنیت ناصر الدین

|

غازیِ سالارِ حق مسعود شد — جملہ اوصاف نکو محمود شد

---

[1] آلِ اطہار باقر علیہ السلام سیدنا عبداللہ مکیؒ سیدنا علی منظرؒ ۱۱۵ ہجری مقدسہ میں سالار فوج ہو کر سبزوار کے اللہ فتح کر کے وہیں سکونت اختیار کی۔ (حاشیہ در اردو)

ذکرِ حضرت پدرِ بزرگوار (امام)

بعد حمدِ خدا و نعتِ رسولؐ   میکنم ذکر از اولادِ بتول (کذا)

امام العصر سید محمود شاہ دینِ متیں   نورِ چشم امام محمد زین العابدین (کذا)

در جہاں آں بعد او قائم مقام (کذا)   ہست در بزم حیات نورِ چشم آں امام (کذا)

در جان مبارک تو پیدا ہست   وصف تو حدِ بیان من نیست

ہر جا کہ لطافت است اے جاں   حُسنِ تو لیس است دلیل و برہاں (کذا)

می نمایم رقم باین مضموں   احقر زحال شوریدہ خستہ محزوں (کذا)

(ترجمہ) حمدِ خدا اور نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں اس شخص کا ذکر کرتا ہوں جو خاتونِ جنت رضؓ کی اولاد میں سے تھا۔

جن کا نامِ نامی امام العصر سیّد محمود ہے جو دینِ متین کے بادشاہ ہیں اور امام محمد امام زین العابدین کے لختِ جگر ہیں اور امام کے بعد بزمِ جان و جہاں میں اُن کے قائم مقام اور نورِ نظر ہیں۔

یا امامِ عالی مقام آپ کے اوصاف آپ کے وجودِ پاک سے جلوہ گر ہیں۔ آپ کی تعریف و توصیف میرے بیان کی حدود سے باہر ہے۔

اے جانِ جانِ جہاں کہیں بھی حُسن و لطافت ہے تیرا جمال اس کے لئے دلیل و بُرہان ہے۔

اے احقر میں اس مضمون کو قلمبند کر رہا ہوں اور میرا قلم شوریدگیٔ احوال اور

رُوحِ مجروح کی خستگی و حُزن کی داستان بیان کر رہا ہے۔

کہنہ تاریخیٔ سخن پرداز | کرد تاریخ ایں چناں آغاز (کذا)
کز مضافاتِ خراسان سبزوار | ہست شہرے دیگر خلاصۂ اظہار (کذا)
صفتش را کہ گل زباں گردد | نطق باغِ ارم فشاں گردد
تا بگلگشتِ وصفِ اوز دگام | گشت گلبرگِ تر زباں در کام
از بیانش رقم چمن در بر | حرفہا مُشکِ نافۂ اذفر
حافظ مجاہداں خدا باشد (کذا) | حامیٔ غازیاں خدا باشد
ہر کرا فضلِ حق بود یاور | نیست بیمش ز خصمِ زور آور
شکر اللہ کہ آنچہ بشنیدیم | خوب دیدیم و خوش پسندیدیم
احقر معذور مئے مست می آیم (کذا) | مستِ بزمِ الست می آیم

(ترجمہ) ایک سخن پرداز اور قدیم تاریخ داں نے اِس تاریخ کو بایں طور بیان کیا ہے۔
کہ مضافاتِ خراسان میں سبزوار نام کا ایک شہر ہے، جسے ہم دوسرے شہروں کے مقابلے میں بہترین شہر قرار دے سکتے ہیں۔
جب اس کی صفات بیان کرتی ہے تو زبان پھول کی طرح شگفتہ ہو جاتی ہے اور قوتِ نطق باغِ بہشت کی طرح گُل فشاں نظر آتا ہے۔
جب زبان اس کے اوصاف کے بیان میں محوِ گل گشت ہوئی تو گُلِ برگِ تر کی طرح اس سے خوشبوئیں مہکنے لگیں۔

اس کی صفات کے بیان میں تحریر سبحن درچمن نظر آتی ہے اور حروف نافہ اذفر کی طرح مشکبار ہو جاتے ہیں۔

مجاہدوں کی حفاظت اور غازیوں کی حمایت کرنے والا خدا ہے۔

اللہ پاک کا فضل و کرم جس کا مددگار ہوتا ہے اُسے اپنے طاقتور دشمن سے کوئی خوف نہیں ہوتا۔

اللہ کا شکر ہے کہ جو کچھ ہم نے سُنا اس کو اچھی طرح دیکھا اور خوب خوب پسند کیا۔

اے احقر مجھے معذور رکھو کہ میں اس وقت مست و مخمور ہوں اور مست بزم الست ہو رہا ہوں۔

چند اشعار

دلے دانائے ایں شیریں حکایت — کہ دارد از کہن پیراں روایت

بلے سلطانِ معشوقاں غیور ست — بشرکت ملک معشوقیش دور ست

کہ من از بندگانِ بے زبانم — چہ می گویم سگِ ایں آستانم

حقیقت نشہ مست فیض محمود — چنیں داد است دادِ فیض مسعود

بہ تختِ سلطنت ہم احقر جم (کذا) — بود در خلوت ابراہیم ادہم

بدہ احقر مے از میخانۂ عشق
کہ بے خود سر کنم افسانۂ عشق

(ترجمہ) میرا دل اس شیریں حکایت کا جاننے والا ہے جو بڑے بوڑھوں سے روایت ہے۔

ہاں وہ معشوقانِ جہاں کا سلطان غیور ہے اور ان تمام لوگوں کے لیئے جو اس کی محبت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا چاہتے ہیں۔اس کی اقلیم بہت دور ہے۔
میں تو اُس کا ایک سگِ آستان ہوں اور اس کے ادنٰے و بے زبان غلاموں میں سے ہوں۔
حقیقت (کذا) فیض محمود کے نشے میں سرشار ہے اور اس نے اس طور پر نیض مسعود کی داد دی ہے۔
اے احقر میں وہ ہوں کہ تختِ سلطنت پر چاہے جمشید نظر آؤں لیکن خلوت میں ابراہیم ادہم ہوتا ہوں۔
اے احقر مجھے مے خانۂ عشق سے شراب پلا تا کہ میں بے خودی کے ساتھ افسانۂ عشق کو بیان کروں۔

شمہ از حالات حضرت امام شہید مع تعداد مجاہدین اجمعین

حضرت امام الملّت والدّین، رہبر راہِ طریقت امام السالکین قدوۃ الواصلین عساکر المجاہدین خلاصۃ الابرار والصالحین والاجمعین، محبوب رب العالمین مفضل رحمۃ اللعالمین سیدنا و سندنا میراں امام محمود شہید سبزواری خراسانی (رحمۃ اللہ علیہ) کنّیت ناصر الدین نور اللہ مرقدہٗ بن سیّدنا امام المشارق والمغارب محبوبِ سُبحانی، حاجی الحرمین الشریفین صاحب المعرفت والکمالات معدن الجود والاحسان سیّدنا و سندنا و حرمتنا امیر شاہ خراسان و سبزوار امام محمدؒ کنّیت مسعود قدس سرہٗ کی بیعت میں ایک ہزار دو سو ستّر مجاہدین اجمعین اسلام والمسلمین نے، جن میں بہت سے

دانش ورا مشائخ، صاحبِ کشف و کرامات بزرگ اور بزرگ مراد سے شامل تھے۔
شہر ذی قعدہ کی تاریخ بست و ہفتم میں ملک ہندیہ میں جہادِ فی سبیل اللہ کے لئے
ورودِ اقبال و نزولِ اجلال فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ .... بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

ان سرفروش مجاہدین اور غازیانِ اشجعین میں، جو مضافاتِ کرنال میں راجہ شقی سے محاربہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے، گیارہ سالار تھے۔ جن میں اول سرحلقہ اتقیا سلطان العلوم اربابِ رُشد و ہدایت سیدنا امام امیر شہاب الدین اسعدی (رحمۃ اللہ علیہ)، دوم تاج الاولیا زبدۃ الاصفیا سلطان الفقرا امام بدرالدین بدرالاسلام زاہدی، سوم زبدۃ الاشجعین قدوۃ الواصلین سیدنا امام بدیع الدین سیف الاسلام ضرغ نواز۔ چہارم اکمل الکاملین صاحب الکرامت والشجاعت سیدنا امام جلال الدین سعد المعروف بہ جلال کاشغری پنجم امیرالامرا، صاحب الشریعت والطریقت معدن الجود والکرم سیدنا امام امیر شاہ محمد ہمدانی۔ ششم سیدنا وسندنا وہادینا ومرشدنا معدن الجود والکرم امیر سالار حجت الاسلام والمسلمین، استاذی سیدنا امیر سراج الدین کنیت احمد المعروف بہ اخوند پیر، ہفتم سیدنا ومولانا وصالحنا وحرمتنا حسام الملت والدین اشجعین الاسلام والمسلمین حضرت امیر حسام الدین کنیت حسن برق۔ ہشتم سیدنا وہادینا وکاملنا امیر الاسلام والاشجعین وغازیانِ دینِ متین امام یحییٰ زاہدانی۔ علم بردار اعظم المعروف بہ نوگزہ (پیر) نادا اللہ علامکم۔ نہم سیدی ومولائی ومرشدی عالمِ باعمل براہِ صدق ویقین جانباز غازیانِ دینِ اعظم اشجعین الاسلام والمسلمین امام امیر

قاسم کنیت محمد علمبردارِ اعظم - دہم سیدالسادات افضل الاولیا زبدۃ الفقہا از نور جمالِ نبوی صلعم واستاذی المجاہدین امام الاشجعین سالکِ راہِ طریقت والشجاعت امام الواصلین زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مدبرالاسلام والمسلمین امام غازیان اشجعین حضرت مولانا رکن الدین ابوالفتح رئیس الاسلام والمجاہدین ادام اللہ بنورِ معرفتہٖ - یازدہم - مدبرالملت والدین وسالارِ غازیانِ اولوالعزم اسلام والمسلمین امام الاشجعین سیدنا امام امیر عبداللہ نائب سالار ....

جن کو وقتِ مقررہ پر ان سے متعلق اشغال تفویض کئے گئے تھے - ان میں چودہ سالاران کہتر تھے اور وہ نائب سالار تھے -

---

اول سیدنا ومولانا فخر الملت والدین امیر عبدالرحمٰن نائب الرسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، دوم سیدنا ومولانا امیر جماعت با اطاعت مولائی ومرشدی امام امین الدین کنیت احمد ادام اللہ بنورِ معرفتہٖ - سوم سیدنا ومولانا زبدۃ الاتقیا، قدوۃ الفقہا ومحقق التفسیر امام حسن شطاری نوراللہ مرقدہٗ - چہارم سیدنا ومولانا زبدۃ الزاہدین قوت الیتامیٰ والمساکین عمدۃ الفقرا والعاشقین مفضل رحمۃ للعالمین امام محمد کنیت قاسم ادام اللہ بنورِ انوارہٖ - پنجم سیدنا ومولانا امیر الاولیاء والفقرا اشجعین غازیانِ اسلام والمسلمین امام ابوبکر کنیت اصغر ادام اللہ برہانہٗ - ششم سیدنا رہبرِ ملت وراہِ طریقت عالم باعمل مولائی ومرشدی امیر محمد حنیف کنیت اکبر ادام اللہ بالفیوض علینا - ہفتم سیدالعارفین والعالمین والسلطان العلوم صوری ومعنوی ظل عارفین والسالکین والمجاہدین سیدی ومرشدی ومولائی ابوعثمان گرگا میہ، قدس اللہ السرہٗ العزیز -

ہشتم سید الفقرا والصلحا المجاد واد اعاشق رحمۃ اللعالمین سیدی وسندی و مولائی افضل العالمین والمجاہدین بفضل خلیل اللہ امام عبدالعزیز بخمیہ نور اللہ مرقدہٗ و برہان اللہ اسراہٗ۔ نہم سیدنا وعارفنا وصالحنا امیر شریعت والطریقت نائب رسول حامی الحرمین الشریفین مقبولِ کونین غنچہ حدیقہ، سردار دوعالم رحمۃ اللعالمین امام زین العابدین قدس سرہٗ ادام اللہ بالفیوض علینا دہم امیر الاولیا والصلحا زبدۃ العاقلین والکاملین دانشورانِ اسلام والمسلمین مشعلِ راہِ ہدا سیدنا امیر الامرا امام احمد یحییٰ المتقی نور اللہ مرقدہٗ ۔ یازدہم سیدنا وصالحنا معدن الجود والکرم نعمت اللہ نورہ عالی مقام اکمل کاملین والعالمین والاشجعین تہور اسلام امام جمال اللہ حسینی نور اللہ بنورہ علینا ۔ دوازدہم سیدنا معدن الجود والاحسان منبع العلم والحکم مولائی و مرشدی امیر الاسلام والمسلمین امام ابوصالح کنیت احمد عبداللہ ادام اللہ برہانہٗ واسرارہٗ بنور معرفتہ۔ سیزدہم حضرت سیدی وسندی امیر کبیر زبدۃ الامرا والفقہا وکاملین دینِ متینِ صلاح الملت والدین میر میراں امین الدین کنیت حسن رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔ چہاردہم سیدنا وسندنا والامر تبت ذی شان معلم القرآن مصباح العلوم والفنون از فنِ سپہ گری امیر زہیر ابن عبداللہ رحم اللہ علیہم اجمعین بفضل اللہ[1]

وصف مجاہدین اشجعین اسلام وحالات راجہ وافواجِ او

اوّلاً کلک گُل فشاں تحریر | کرد وصفِ مجاہداں تسطیر
صفتش را چو گُلِ زباں گردد | نطق باغِ ارم فشاں گردد

---

[1] نائب سپہ سالاروں کے نام یہاں نہیں بتلائے گئے۔

فوجِ خونخوار و زود رستیزاں | آمد از ہر طرف جلوریزاں
باز بہرِ جہاد شد تیار | گشت صد گونہ عازمِ پیکار
ہمہ آمادہ گشتہ باساماں | از کمند و خدنگ و تیغ و سناں
باکمال ابروے دو چارش کرد | ہدف تیر نار بارش کرد
ریخت، راجہ لعینِ عقل گسل | حشر برق بلا بہ خرمنِ دل
جگرے ماند آتشے در بر | ہمچو اخگر بزیر خاکستر
کار او با دلاوری کار لیست | ورنہ صد خواری و دل آزار یست
از خدنگ حوادثِ آفات | نہ رود جز بہ نزدِ نیک صفات
مختصر ایں کہ از دلِ افگار | گشت چوں چشم خوں فشاں بیمار

(ترجمہ) اولاً میرے قلم نے جو شاخِ گل کی طرح پھول برساتا ہے مجاہدوں کی تعریف اس طور پر رقم کی ہے۔

اُن کے تہوّر و شجاعت کی جب تعریف کی جاتی ہے تو زبان پھول کی طرح لالہ رنگ ہو جاتی ہے اور نطق باغ بہشت بہار کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

لشکرِ اسلام جہاد کے لئے تیار ہو گیا اور ہر شخص نے خود کو ہزار جان سے آمادہ پیکار پایا۔

وہ سب ساتھ مل کر صف بستہ ہو گئے جو ہر طرح تیر و کمان اور تیغ و سناں سے آراستہ تھے۔

وہ ایک فوجِ خونخوار تھی جو برق کی سی تیزی کے ساتھ حملہ آور ہوتی تھی اور ہر طرف سے ہجوم کر کے دشمنوں کو گھیرتی ہوئی آتی تھی۔

وہ اپنی ابروؤں سے جو کڑی کمان کی طرح تھیں، آگ برسانے والے تیر چھوڑتے تھے۔ یعنی ان کی آنکھوں سے اگنی بان چلتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔

راجہ کہ قابلِ لعنت وملامت تھا اس صورتِ حال کو دیکھ کر اس کی عقل خبط ہو گئی تھی اور اس کے خرمنِ دل پر اس کی وحشت برقِ بلا کی طرح تیاتیں نازل کرتی تھیں۔

اس کا جگر جو انگارے کی طرح پھُنک رہا تھا اب ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی چنگاری راکھ میں دبتی جارہی ہو۔

وہ جانتا تھا کہ اس کا دلاوروں سے پالا پڑا ہے اور منھ چھپانے میں سوائے ذلت وخواری کے اور کچھ نہیں۔

حادثاتِ زمانہ کے تیروں سے سوائے ان کے جو کسی نیک ذات کی پناہ میں آجائیں اور کون بچ سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ راجہ کا دل خون ہورہا تھا اور وہ اپنی چشمِ خوں فشاں کی طرح بیمار معلوم ہوتا تھا۔

احقر ایں قصہ ہائے پُر آشوب
بہ نثر ابتدا کن و دل کوب

اے احقر یہ پُر آشوب قصّے اب نثر میں بیان کر اور اپنے دل پر دستک دے

مہم محاربہ اوّل

معرکۂ کارزار سے پہلے میدان کرنال سرزمینِ جدال وقتال میں مرشدی ومولائی سیدنا وسندنا زبدۃ السالکین وقدوۃ الواصلین خلاصۃ الابرار رکن الاسلام والمسلمین

زبدۃ العاقلین والمدبرین مولانا رکن الدین ابوالفتح ادام اللہ بنورِ معرفتہ و برہان اللہ اسرارہٗ و موعظۂ حسنہ بتاریخ بست و پنج شہر ذی الحجہ سنین پانصد و ہشتاد و ہفت ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ۔ (پارہ ۸ سورہ اعراف۔ رکوع ۸)

(اور انھوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ہدایت دی - ان چیزوں کے لئے اور ہم اس لائق نہیں تھے کہ ہدایت پا جاتے۔ اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا)

اما بعد اے ایمان والو، اے دینِ متین کے غازیو، اور اے اسلام کے مجاہدو!

اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے :-

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (پارہ ۲۸ سورہ ممتحنہ)

(وہ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور اللہ تعالٰے انکار کرتا ہے مگر یہ کہ مکمل ہو جائے ان کا نور۔ اگرچہ کافر اسے ناپسند کرتے ہیں)

ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا ہے :-

فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ط (پارہ ۱۰۔ سورہ انفال ختم پر)

(اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے بندے ہوں تو وہ دو صد پر غالب آجائیں گے اور اگر ایک ہزار صبر کرنے والے ہوں تو وہ خدا کے حکم سے دو ہزار پر غالب آجائیں گے اللہ پاک اپنے صبر کرنے والے بندوں کے ساتھ ہے۔

اے غازیانِ اشجعین اور اے مجاہدینِ اسلام والمسلمین اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ
ایک دوسری آیت شریفہ میں فرماتا ہے :۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (پارہ ۱۰ سورہ توبہ)

(اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ان میں سے بعض بعض کے لئے سرپرست ہیں، اور اچھائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور قائم کرتے ہیں نماز ادا کرتے ہیں زکوٰۃ اور فرمانبرداری کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔)

ایک دوسری آیت شریفہ میں فرمایا گیا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۘ (پارہ ۵ رکوع ۸ سورہ نسا)

(اے ایمان والو حفاظت اختیار کرو پس تم متفرق نکلو یا اکٹھے نکلو)

اسی طرح کلام اللہ میں ایک اور آیت آئی ہے :۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۠ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۴ سورہ توبہ)

(اور وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والے مردوں اور ایمان لانے والی عورتوں سے بہشتوں کا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں ہمیشہ رہنا ہے اور وہاں پاکیزہ

مسکن ہیں باغِ بہشت میں یہ اللہ پاک کی سب سے بڑی خوشنودی اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے)

یا مجاہدین و غازیانِ اسلام والمسلمین! نبی کریم سے کلام اللہ میں فرمایا تھا:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔ (پارہ ۱۰۔سورہ توبہ)

(اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور اُن پر سختی کرو۔ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے)

اس ضمن میں ایک دوسری آیتِ شریفہ میں آیا ہے:-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (پارہ ۱۱)

(اللہ نے خرید لیا ہے مومنین سے ان کے انفس و اموال کو جنت کے بدلے میں)

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ۔ (پارہ ۱۱ رکوع ۳ سورہ توبہ)

(وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں)

اسی کے ساتھ ایک وعدہ ہے جو کیا گیا ہے۔ توریت، انجیل اور قرآنِ حکیم میں

وہ کون شخص ہے جو مضبوطی سے اپنے وعدہ پر قائم ہے اور اُسے بہر صورت وفا کرنا چاہتا ہے اور وہ کون لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ اور اس تجارت پر خوش ہیں جو ہم نے اللہ سے کی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی داد کو پہنچنے والے ہیں اور جن کے درجات بلند ہیں۔

قرآن پاک کی ایک اور مقدس آیت ہے:-

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ

اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ (پارہ ۱۰۔ سورہ توبہ رکوع ۳)

(اللہ تعالےٰ نے ان سے بہشتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جن میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس میں بہت بڑی کامیابی اور بہتری ہے)

درحقیقت یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی بلند مرادوں کو پایا ہے۔ سب سے اعلےٰ اور ارفع درجات کو حاصل کیا ہے۔

اس طور پر سالکانِ طریقت کے اس دمساز اور اسرار احدیت کے دانائے راز نے سامعین کو اپنے مواعظِ حسنہ سے فیضیاب فرماتے ہوئے کہا۔ اے غازیانِ اسلام جاں بازی واستقامت، شجاعت اور بہادری دراصل طاقتِ ایمان اور جذبۂ اسلامی کی دین ہے اور نصرتِ تائیدِ الٰہی کا ثمرہ ہے۔

پس اے غازیو! عقابوں اور شاہینوں کی طرح جھپٹو۔ برق و باراں کی طرح اپنی جانستاں تلواریں میان سے کھینچ لو اور جگر دوز نیزے سنبھالے ہوئے دشمنوں کی صفوں پر ٹوٹ پڑو۔

اے اسلام کے جاں نثار غازیو! اور اے دین کے سرفروش مجاہدو! اپنی سینہ تاب تلواروں اور جاں ستاں نیزوں سے دشمن کو اس کے کئے کی سخت سزا دو اور اعدا کی صفوں پر بنات النعش کی طرح سرعتِ تمام کے ساتھ مسلط ہو جاؤ۔ اور کافرانِ بے دین اور مشرکانِ بے یقین کو بے نیل و مرام میدان چھوڑنے پر مجبور کر دو اور اس آیت پر اپنے مواعظِ حسنہ کو ختم کیا۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۔(پارہ ۲۱ سورہ روم)

(پس اللہ کی پاکی بیان کرو جب تم (وقت) شام میں داخل ہو اور (وقت) صبح میں۔)

جوں ہی حضرت اس وعظِ حسنہ سے فارغ ہوئے طبلِ جنگ کا شور بلند ہوا اور بادلوں کی سی گھن گرج پیدا کرنے والے نقارے بجنے لگے۔ اور راجہ بے دین کی رعایا برایا اور اس کے ساتھ لشکریوں اور سپاہیوں کا ایک جمِ غفیر اور مجمعِ کثیر مع قبائل و سردارانِ قبائل کے زین بندی و پا بو پوشی کر کے اور اسلحہ جنگ سے آراستہ ہو کر مجاہدین کی سدِّ راہ بننے اور مانعِ مداخلت ہونے کا تہیہ کئے ہوئے آگے بڑھا اور ستیزہ کاری اور غارت گری کا خیال دل میں لئے اور اپنے چہروں پر اپنے بُرے ارادوں کے تیور اُبھارے ہوئے کوچہ و بازار سے غوغا کناں باہر آیا اور آمادۂ پیکار ہوا۔

اِدھر بندہ ہائے اسلام بھی، فیروزی و فتح مندی جن کے ہم رکاب تھی، پوری طرح مستعد و مسلّح ہو کر پائے استقامت کو زمین میں گاڑ کر اور اپنے رفیقوں کے کندھے سے کندھا ملا کر آمادۂ جدال و قتال ہو چکے تھے۔ (ایک بار اتمامِ حجّت کے طور پر) انھوں نے راجہ کرنا دت شنکرا دتم سنگھ دومی شقی کے پاس ایلچی کو بھیجا کہ وہ مکروہات و ممنوعاتِ شرعی سے مانع آئے لیکن وہ شقئ لعین اپنے لشکرِ جرّار کے ساتھ جو پچیس ہزار سوار اور بے شمار پیادوں پر مشتمل تھا مع اپنے قبائل سنتھا، بنتھا، مانو اور موریا کے، جو اس شقئ بے دین کے علاقۂ محروسہ کے نواح و مضافات سے جوق در جوق مور و ملخ کی طرح اکٹھے ہو گئے تھے، آگے بڑھا اور مجاہدینِ دین اور غازیانِ اسلام والمسلمین کا محاصرہ کر لیا۔

اس پر سیدنا امام الاشجعین مدبر اسلام والمسلمین حضرتِ امیر شہاب الدین اسعدی لشکرِ مجاہدین کی صفوں کو اچھی طرح ترتیب دے کر اور بہ خوبی آراستہ کر کے،

ان کافرانِ بداعمال کے ساتھ آمادۂ کارزار و مستعدِ پیکار ہوئے۔ جدال و قتال کی آگ مشتعل ہوگئی اور طرفین کی جانب سے حرب و ضرب کا ہنگامہ گرم ہوگیا اور جنگ کی آگ کے شعلے آسمان کو چھونے لگے۔

اشعار

عدو و لشکرش ز حد افزوں　　چوں ہجومِ کواکب گردوں!

شور و غوغا فتاد در ہمہ شہر　　کایں چہ ظلم است و کایں چہ آفت و قہر

صفِ آشوب رزمگاہ و خطر　　ایں چنیں داد عرصۂ محشر

(ترجمہ) دشمن کا لشکر بے حد و بے حساب تھا جیسے آسمان میں بکھرے ہوئے اَن گنت ستارے۔

سارے شہر میں ہاہاکار مچ گیا کہ یہ کیا ظلم ہے یہ کیسا قہر ہے اور کیسی آفت ہے۔
اِس پُرآشوب و پُرخطر رزمگاہ کی صفیں عرصۂ محشر کا نظارہ پیش کرتی تھیں۔

وہ شقی لعین اپنی افواجِ مغلوب میں سے دو ہزار پیادے ہمراہ لے کر دائیں طرف سے حملہ آور ہوا۔ اسی کارزار میں حضرت سیّدنا امیر المجاہدین سالارِ غازیان اسلام و المسلمین نور العین شاہِ خراسان و سبزوار کے دستِ مبارک کی انگشت سبابہ شہید ہوئی۔

اِس ہنگامۂ پیکار میں شمشیرِ آبدار، نیزہ و سنان کی جھنکار اور غلغلۂ اللہ اکبر کی قیامت آفریں شور نے تمام عالم کو بھر دیا۔ جنگ اور زیادہ تیز ہوگئی۔ برستے ہوئے تیروں کی آبدارانیاں دشمنوں کے صدفہائے سینہ سے پار ہونے لگیں اور دل اُن کی وجہ

سے نشتر کدے بن گئے نکوہیدہ کار دشمن کے سپاہی اپنی فوج کی حالت اور جدال و قتال کا رنگ دیکھ کر (حواس باختہ ہو رہے تھے) اور غازیانِ دین ان مقہوروں کا خون بہا رہے تھے۔ بالآخر لشکرِ اسلام کے فتمند مجاہدوں نے اپنی جرأت، شجاعت اور دلاوری کے سہارے بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْب کا نعرہ لگایا۔

شعر

ہم چو شاہیناں قتاوند بر عدو و لشکرش
صد شکست و زخم دادند بر عدو و لشکرش

(شاہینوں اور عقابوں کی طرح وہ دشمن اور اس کے لشکر پر گرے اور انھیں صدہا کاری زخم لگائے)

تہوّر شعار مجاہدین اور غازیانِ اسلام والمسلمین اشقیائے بے دین کے لشکر پر غالب آئے اور ان مقہوروں کو شکست نصیب ہوئی اللہ پاک کا ہزار ہزار شکر و احسان اور کرم ہے کہ اس نے یہ فتحِ مبین عنایت کی۔ اِس احساس کے ساتھ غازیانِ دین نے علمِ جہاد کے سائے میں دوگانہ شکر ادا کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الصَّمَدُ وَشُکْرٌ عَلٰی اِحْسَانِہٖ

(تمام تعریفیں ہیں اللہ پاک کے لئے جو بے نیاز ہے اور ہزار ہزار شکر ہے اس کے احسانات کا)

اس دن صبح سے لے کر شام تک میدانِ کارزار گرم رہا جو بالآخر دشمن کی ہزیمت پر اختتام پذیر ہوا اور بہت سا مالِ غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آیا جس میں

بے شمار تلوار، تبر، ترکش، نیزے اور بھالے تھے۔ غرض کہ مجاہدین کی شمشیرِ آبدار اور سنانِ جاں ستاں سے دشمن کے کئی ہزار آدمی مارے گئے جن میں پیادے اور سوار بھی شامل تھے۔ ان کے علاوہ دشمن کی افواجِ مقہورہ کے صدہا سپاہی اور سردارانِ فوج اس حرب و ضرب میں مغلوب ہو کر مجاہدینِ اسلام کے ہاتھوں میں زندہ گرفتار ہوئے، جنھوں نے میدانِ جنگ میں قدم جمائے رکھنے کا تہیہ کیا تھا۔ اُن میں بہت سے جانباز بالآخر معمورۂ نیستی کے مسافر بنائے گئے اور راہِ فنا طے کر کے جہنم میں داخل ہوئے۔

راجہ ششی (والی کرنال) بھی مع سالارانِ لشکرِ مقہور کے مقتول ہو کر واصلِ جہنم ہوا۔ اور ان اشقیانِ ازلی میں جو بچ گئے انھوں نے شکستِ فاش اٹھا کر راہِ ہزیمت اختیار کی اور غازیانِ اسلام و اولیائے کرام کو فتحِ عظیم بخشی گئی۔ جن لوگوں نے راہِ فرار اختیار کی تھی، ان میں سے بھی کچھ لوگ مع سالارانِ افواجِ بیدین گرفتار ہوئے اور مجاہدین کی تیغِ آبدار سے قتل ہو کر نارِ جہنم میں جھونکے گئے۔ لِلّٰہ الحمد والشکر۔

اس کارزارِ جدال و قتال میں بیدینوں کے لشکر میں سے اکیس ہزار اور نو سو آدمی، غازیانِ اسلام کی تلوار کے گھاٹ اتر گئے اور بہت سے مجروح ہوئے اور مجاہدینِ اسلام میں سے ایکسو تین آدمی مرتبۂ شہادتِ علیا پر فائز ہوئے اور کچھ غازیوں کے سعادت آثار چہرے گلگونہ زخم سے آراستہ ہوئے۔

لِلّٰہ الحمد والشکر علٰی نعمائہٖ والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہٖ الکریم (وآلہٖ واصحابہٖ) اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں اور ہزار ہزار شکر ہے اس کے احسانات کا۔ صلوٰۃ وسلام ہو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے تمام آل واصحاب پر وہ تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے)

فصل سوم

مہم محاربہ دوم

اِس معرکۂ جدال و قتال سے فتح و فیروزی کے ساتھ فراغت پاکر اور حق سبحانہٗ تعالےٰ کے احسانات کا شکر ادا کر کے (شہدا) اور حضرت میر میراں سیدالسادات امام العساکر والمجاہدین سالارِ اجمعینِ اسلام والمسلمین آل شہید کربلا سیدنا و سندنا امام ناصرالدین محمود شہید سبزواری و خراسانی کی انگشتِ سبابہ کی تجہیز و تکفین بتاریخ بست و نہم ذی الحجہ سنہ ۵۸۷ ہجری النبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) عمل میں آئی۔

اس کے بعد لشکرِ اسلام نے یکم محرم الحرام سنہ ۵۸۸ ہجری النبوی صلعم کو راجہ جمن جمن بدری پرشاد جھنک پال کی ریاست کے مضافات و نواح میں جانے کا ارادہ کیا۔ جب مجاہدین کا لشکر آگے بڑھا۔ قریۂ میہور (منصورہ) کے قریب پہنچا تو کچھ کفارانِ بے دین آمادۂ پیکار ہوئے اور رات کی تاریکی میں لشکرِ اسلام پر حملہ کر دیا مگر غازیانِ دین کے مقابلے کی تاب نہ لاکر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اشعار

اشقیانِ عساکرِ مقہور — حملہ کردند در شبِ دیجور
لیکن آں غازیانِ راہِ خدا — پے فسردہ بہ عرصہ گاہِ وغا
راہ بر دشمنانِ دین بستند — ہم چو تیر از کماں بدر جستند
الغرض جملہ اشقیانِ رجیم — موکشاں رفتہ سوئے نارِ جحیم
چو برفتند گشتہ شہرۂ دہر — دو سہ فرسنگ دور تر از شہر
شد نمایاں نشانِ شہرِ دگر — لیک آں ماندگانِ راہِ سفر

[تا رسیدند تا بہ آبادی   جا گرفتند جملہ در وادی]

(ترجمہ) عساکر مقہور کے حامیوں نے رات کی تاریکیوں میں پھر حملہ کیا۔
لیکن غازیانِ دین نے عرصۂ رزمگاہ میں قدم جما کر دشمنوں کے لئے آگے بڑھنے کے راستے بند کردیئے اور اس طرح اُن کی صفوں پر جھپٹے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔
الغرض تمام اشقیا کو قتل کرکے نارِ جہنم میں پہنچا دیا۔
اور اس طرح جب انگشت نمائے خلق ہوکر دوسرے شہر کی جانب رُخ کیا اور بستی سے دو تین فرلانگ دُور رہ گئے،
تو دوسرے شہر کے نشان ظاہر ہونے لگے مگر وہ لوگ راہِ سفر کے تھکے ماندے شہر میں داخل نہیں ہوئے۔
اس سے پہلے کہ وہ شہر میں داخل ہوں وہ تمام لوگ قریب کے میدان میں ٹھہر گئے۔

مواعظِ حسنہ

امام العساکر والمجاہدین قدوۃ العالمین وزبدۃ العارفین ملجاء وماوائے اشجعینِ اسلام والمسلمین رکن الاسلام استاذی رہبرِ راہِ طریقت، مرشدی ومولائی سیدنا وسندنا شاہ رکن الدین ابوالفتح نوراللہ مرقدہٗ بتاریخ دوم محرم الحرام سنہ ۵۸۸ھ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
(قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۔ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ)
(پارہ ۲۲ رکوع ۱۸ سورۃ الفاطر)

بِالَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَۃِ مِنْ فَضْلِہٖ (پارہ ۲۲ سورہ الفاطر رکوع ۱۵)

(ترجمہ) اور کہیں گے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے دُور کیا ہم سے غم کو تحقیق ہمارا پالنے والا بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے جس نے اُتارا ہم کو ہمیشہ رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے۔

اے ایمان والو اور اے اسلام کی راہ میں جہاد کرنے والو! خدا کی جانب سے ایک سخت امتحان درپیش ہے۔ اے اسلام پر قائم رہنے والے مجاہدو، اور صاحب ایمان غازیو! اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ یقین کرو اگر تم نے میدانِ کارزار میں اولوالعزمی اور استقامت دکھائی اور تہور و شجاعت کا ثبوت دیا تو تم اللہ پاک کے فضل و کرم سے، کہ وہ دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے، اشقیائے بے دین پر غالب آؤ گے۔ اپنی نظر اللہ کے کرم اور اس کی نصرت و بخشش پر رکھو اور میدانِ کارزار میں دشمن پر حملہ کرنے سے پہلے یہ آیت پڑھو:۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (پارہ ۲۸ سورہ الصف رکوع ۹)

(اللہ پاک کی طرف سے مدد آ گئی ہے اور فتح قریب ہے۔ اور بشارت ہے مومنین کے لئے) ۔ روح کی تمام گہرائیوں کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کرو اور اللہ پر توکل کرو۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔

یا ایھا الذین امنو وھاجرو وجاھدو فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون ۔ (پ ۱۰ سورہ توبہ)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو اور ہجرت کر چکے ہو اللہ کی راہ میں جہاد کرو اپنے

اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ کہ اللہ پاک کے نزدیک اس کا بہت بڑا درجہ ہے اور یہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے)

یا د رکھو کہ قیامت کے دن ہم سب کی پیشی اللہ کے سامنے ہوگی اور خدا تعالیٰ ہم سے فرمائے گا کہ میرے بندو تم میرے لئے کیا لائے ہو۔ شہدا اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر خدائے قدوس کے سامنے پیش کریں گے۔ اللہ پاک اپنے اِن بندوں سے بے حد خوش ہوگا اور حکم فرمائے گا کہ میرے ان بندوں کو بغیر کسی حساب و کتاب جنّت الفردوس میں داخل کیا جائے۔

اسلام کے ماننے والوں میں سے جو لوگ شہادت کے مرتبۂ بلند پر فائز ہوں گے وہ مُردوں میں شامل نہیں کئے جائیں گے، بلکہ اُن کو حیاتِ ابدی بخشی جائے گی۔ جیسا کہ اس آیت شریفہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہِ اموات بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون۔ (پارہ ۱ سورہ بقر رکوع ۱۸)

(جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، مگر تم اُن کو دیکھ نہیں سکتے)

اور صلوٰۃ وسلام ہوں اُن پر جنہوں نے ہدایت کی پیروی کی۔

اِس وعظِ حسنہ کے بعد مجاہدینِ اسلام نے نعرۂ تکبیر کے ساتھ علمِ جہاد بلند کیا۔

برق گردید جملہ تن از قہر ۔۔۔ کہ بلرزد تمام ہستئ دہر
تا نگردیم مشتِ خاکستر ۔۔۔ شعلہ وا نگرد شہاب و شرر

(ترجمہ) وہ سر تا پا بجلی بن گئے۔ وہ بجلی جو خرمنِ ہستی کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔

جب تک ہم خود جل کر خاکستر نہ ہو جائیں ہم شعلہ ہیں شرر ہیں اور شہابِ ثاقب ہیں۔
فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ـــــــ ـــــــ

(اللہ پر توکّل کرو۔ خدا تعالےٰ توکّل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)

جب غازیانِ دین اور مجاہدانِ اسلام والمسلمین راجہ جھن جھن بدری پرشاد جنک پال دت رانا کی راجدھانی کے قریب پہنچ گئے اور ریاست کی حدود میں داخل ہوئے تو محرم الحرام کی دوسری تاریخ ۵۸۸ ہجری کو اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے ایک قاصد راجہ شقی والی جھنجھانہ کے پاس روانہ کیا گیا تاکہ وہ شرائطِ اسلام سے آگاہ اور احکام شرعیہ سے باخبر ہو کر مکروہاتِ شرعیہ سے باز رہے ۔ حضرت امیر شہاب الدین شاہ بیابانی (جو راجہ کے دربار میں تاحینِ حیات سفیر بنا کر بھیجے گئے تھے) اور اُن کی آلِ اطہار اور متعلقین پر ظلم و تشدّد بند کرے اور انہیں فی الفور اپنی قید حراست سے رہا کر دے ۔ اسی کے ساتھ یہ خواہش کی گئی کہ اس بارے میں راجہ دو ٹوک جواب دے کہ وہ ان باتوں پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے یا نہیں۔ اگر راجہ ان شرائط پر عمل نہیں کرتا تو اُسے قیامت خیز جنگ کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ بصورتِ دیگر اس کے لئے ضروری ہے کہ امام الاولیاء حضرت امام محمود سالارِ لشکرِ اسلام کی خدمت میں معذرت خواہی کے لئے حاضر ہو۔

قاصدوں کو روانہ کرنے کے بعد مجاہدین نے شدید انتظار کی حالت میں وقت گزارا اور جب قاصد کے واپس آنے میں دیر ہوئی تو ماہِ مذکور کی تیسری تاریخ کو دوسرا قاصد روانہ کیا گیا۔

راجہ شقی بے دین نے اپنے عالموں اور متصدیوں کے مشورے سے اسلام

کے دونوں قاصدوں کو شہید کر دیا اور تلوار کا جواب تلوار سے دینے، لشکرِ اسلام پر اپنی ٹڈی دل فوج سے حملہ کرنے اور ہنگامۂ جدال و قتال گرم کرنے پر تیار ہو گیا۔
محرم الحرام سنہ ۵۸۸ (پانسو اٹھاسی) ہجری النبوی صلعم کی تاریخ چہارم کو صبحِ صادق کے وقت راجہ کے لشکر نے اسلام کے مجاہدین منصور پر پوری شدت کے ساتھ تیروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا۔ ادھر سے مجاہدینِ اسلام اور غازیانِ اشجعین بھی جو شب و روز کی مسافت طے کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے، بڑی جرأت و جسارت کے ساتھ اس سپاہِ بے دین سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے اور جدال و قتال کے میدان میں کود پڑے۔

راجہ کے ساتھ انچاس ہزار سوار اور بے شمار پیادے تھے۔ اس کے علاوہ چمور یہ دفلیا اور مانوسور یہ قبائل کے لوگ انہی راجہ کی فوج کے ساتھ شامل ہو کر لشکرِ اسلام پر یورش کر رہے تھے۔

مہم محاربہ سوم ۵ محرم الحرام

ماہ مذکور کی پانچ تاریخ کو سترہ ہزار کا لشکرِ جرار اور اس کے علاوہ بہت سے آدمی راجہ بودھن سمر و گوپال درت کی جانب سے بطور کمک پہنچ گئے۔ مزید برآں راجہ کرن پال درت اتم چند گرو (والی کیرانہ) نے بارہ ہزار سوار اور بیشمار دوسرے آدمیوں سے اشقیا کو کمک پہنچائی۔ راجہ بنت رائے گوپال سنگھ ساہو سات ہزار سوار اور ان گنت پیادوں اور علاقہ محروسہ کی لاتعداد رعایا برایا کے ساتھ راجۂ شقی مذکور کے لشکر میں آکر شامل ہو گیا اور یہ سب دل بادل فوج راجہ کے لشکر کے ساتھ مل کر خونریز جنگ

اور قیامت خیز معرکہ آرائی میں مشغول ہوئی۔

اسلام کے فتح مند لشکر کے سرفروش مجاہد اور جانباز سپاہی استقامت اور اولوالعزمی کے ساتھ دینی حمیت اور ایمانی قوت کے سہارے پر اپنی بے مثال شجاعت وشہامت اور فنِ سپہ گری سے اپنی غیر معمولی واقفیت کا ثبوت دینے لگے۔ وہ اپنی شمشیر ہائے آبدار کو علم کئے، خونخوار نیزوں کو تانے اور جاں ستان خنجر لئے ہوئے برق و باراں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے اور اپنے نیزوں کی نوکوں سے دشمن کے صدف ہائے سینہ کو بیدھنے اور ان کے دلوں کو پارہ ہائے مرجان بنانے لگے۔ دشمنانِ اسلام کی صفیں کی صفیں کٹ کٹ کر گرنے لگیں۔ نہ جانے کتنے لوگ مقتول اور مجروح ہوئے۔ مجاہدین نے پورے جوش کے ساتھ نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا۔ اور اس آیت کے مصداق لشکرِ اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

واللہ غالب علٰے کل امرہٖ

(اور اللہ تعالےٰ تمام امور پر غالب ہے)

فان یکم منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان کم منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصابرین۔ (پارہ ۱۰ سورۂ انفال رکوع ۱-)

(اگر تم میں یک صد صبر کرنے والے بندے ہوں گے تو وہ دو صد پر غالب آجائیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے وہ دو ہزار پر غالب ہوں گے۔

مہم محاربہ چہارم ۵ محرم الحرام

راجہ نشقی کی فوج کے افسروں نے اپنی منتشر سپاہ کو نئے سرے سے منضبط کیا اور

صفوں میں نئی تنظیم و ترتیب پیدا کی۔ آمادۂ پیکار ہوئے۔ ایک بار پھر جنگ کی آگ کے شعلے بھڑکنے لگے ۔ ہنگامۂ حرب و ضرب نے شدت اختیار کی اور طرفین میں اشتعال بڑھنے لگا۔

حملۂ سیّدنا جلال کاشغری

اسی اثناء میں غازیانِ دینِ متین کے سالار اور جاں بازان اسلام والمسلمین کے کمانڈر حضرت سیدنا امیر جلال الدین کاشغری نے اشقیائے بے دین کی ان افواجِ مقہورہ پر جو راجہ بودھن سمر و گوپال دت رائے کی سرکردگی میں تھیں، دائیں طرف سے زبردست حملہ کیا اور دشمنِ بے دین کی صفوں کی صفوں کو الٹ کر رکھ دیا۔ بشمار آدمی مقتول ہوئے اور بہت سوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ غازیانِ دین نے اپنے علمِ جہاد کو فتحمندانہ بلند کیا اور بکمال جوشِ و خروش کے ساتھ نعرۂ اللہ اکبر سر کیا۔

الحمد للہِ والشکر علےٰ نعمائہ

مہم محاربہ پنجم

انہیں ساعات و لمحات میں عساکرِ اسلام والمسلمین اور لشکرِ غازیانِ شجعین کے دوسرے کمانڈر سیدنا و سندنا اکمل الکاملین مدبرِ مجاہدین و سالارِ غازیان نصرت قرین امیر بدر الدین بدر الاسلام نے آگے بڑھ کر راجہ کرن پال دت اتم چند گروہ پر بائیں طرف سے حملہ کیا جو اشقیائے بیدین کی افواج کا ایک اور بڑا افسر و سر لشکر تھا۔ آتش فشاں نیزوں، شرربار تیروں اور خوں آشام تلواروں کے چلنے سے

جنگ و جدل کی آگ اور تیزی سے بھڑکی۔ اور میدانِ جنگ قیامت کا نمونہ پیش کرنے لگا۔ اس رست خیز کے ہولناک آثار اور جدال و قتال کے پُرشوب مناظر کو میں بیان نہیں کر سکتا کہ وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔

غازیانِ دین و مجاہدینِ اسلام والمسلمین نے پائے استقامت کو منفاومت کی زمین میں مضبوطی سے گاڑ دیا۔ اور اسلام کے سپاہی طاقتِ ایمانی اور جوشِ اسلامی کا مظاہرہ کرنے کے لئے بے پناہ حوصلے اور ولولے کے ساتھ دشمنوں کی صفوں پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے گرمی کے دوپہر میں سورج کی کرنیں ہر شے کو جھلستی ہوئی زمین پر گرتی ہیں۔ وہ شجاعت و بہادری کے ولولوں کے ساتھ اشقیائے بیدین کی صفوں پر اپنے جاں ستان نیزوں اور خوں فشاں تلواروں سے بے پناہ حملے کر رہے تھے تاکہ دوسرے غازی اور مجاہدین آگے بڑھنے کا موقع پا سکیں۔

اس کے مقابلے میں اشقیائے بیدین کے مغرور و متکبر لشکری اور جنگجو سپاہی انبوہ در انبوہ غازیانِ دین کو اپنے ہجوم اور ہیجان سے مغلوب کر دینا اور اُن کو چاروں طرف سے گھیر کر اُن سے فیصلہ کن جنگ کرنا چاہتے تھے۔ میدانِ جنگ حملہ کرنے اور زخمی ہونے والوں کے شور و غوغا اور ردلا دروں کی شورشِ ہاؤ ہو سے عرصہ گاہِ حشر کا نمونہ پیش کر رہا تھا ــــــ جاں باز لشکر کے سرفروش سپاہی خوں آشام نیزوں اور جاں ستان تلواروں سے ایک دوسرے پر شدید حملے کر رہے تھے۔ مبارزوں کے ہاتھوں میں چمچاتی ہوئی تلواریں اور چمکتے ہوئے نیزے دشمنوں کے خرمنِ حیات پر بجلیوں کی طرح گر رہے تھے۔ بیدینوں کی فوج کے بیشمار لشکری اپنے انبوہِ کثیر کے باوجود مجاہدینِ اسلام اور غازیانِ دینِ متین کی تیغِ برّاں کے حملوں کے سامنے کٹ کٹ کر

گر رہے تھے اور واصلِ جہنم کئے جا رہے تھے۔ بالآخر اسلام کے دشمنوں کو شکستِ فاش ہوئی۔ غازیانِ اسلام نے پھر ایک بار علمِ جہاد کو فتح و فیروزی کے ساتھ بلند کیا۔

الحمد للہِ والشکر علےٰ احسانہٖ و نعمائہٖ

اس محاربہ اور اس جنگ و جدل میں دشمنانِ اسلام و اشقیانِ لعین کے تقریباً سات ہزار سپاہی مارے گئے اور واصلِ جہنم ہوئے ۔ مجاہدینِ اشجعین اور غازیانِ اسلام والمسلمین میں سے ایکسو ستاسی افراد شہید ہوئے اور کچھ ایسے بھی تھے جن کے نیک بخت چہرے زخم ہائے گلگوں سے آراستہ ہوئے۔

مجاہدینِ اشجعین اللہ جل شانہٗ کی تحسین و تمجید کے ساتھ دوگانہ شکر بجالائے۔ اور اس آیتِ شریفہ پر عمل کرتے ہوئے

فسبحان اللہ حین تمسون و حین تصبحون ۔(پ ۲۱ سورہ روم)

اللہ کی پاکی بیان کرو جب تم شام میں داخل ہو اور صبح میں داخل ہو۔

شہدائے اسلام کی تجہیز و تکفین میں لگ گئے۔

ہزاراں فیض بر جاناں تنش باد ۔ بجاناں دیدۂ جاں روشش باد

دلا گو ایں کہن شیریں حکایت ۔ کہ دارد از کہن پیراں روایت

(ترجمہ) اُن کے جان و تن پر ہزار ہزار فیوض و برکات نازل ہوں اور اُن کے دل کی آنکھیں جمالِ محبوب سے روشن ہوں۔

اے دل اس شیریں حکایت کو بیان کر جو بزرگوں سے روایت چلی آتی ہے۔

مہم محاربہ ششم

جب اسلام کی فتحمند فوج کے واجب الاحترام لشکری اشتقیائے بیدین کی اِن فوجوں سے جنگ آزما ہوئے جو راجہ شقی لعین مہاراؤ جھن بھن بدری پرشاد جھنک پال دت رانا کی سرکردگی میں تھیں تو لشکرِ دشمن کے سپاہی اپنی زیاں کارانہ جسارت کے ساتھ ان نہنگانِ بحرِ دغا سے متصادم و متقابل ہو گئے۔ لیکن غازیانِ دین اور مجاہدینِ نصرت قرین نے بڑی ہوش مندی و شجاعت کے ساتھ آفتابِ فتح و ظفر کی طرح بلند ہو کر دشمنوں کی صفوں پر جو مور و ملخ کی طرح پھیلی ہوئی تھیں جوق در جوق ہر طرف سے اور ہر نوع سے برق و باراں کی سی سُرعت و شدّت کے ساتھ حملہ کیا اور اپنی تلواروں، نیزوں اور خنجروں سے انتہائی تیز دستی و جرأت مندی کے ساتھ دشمن کو تہ تیغ کرنا اور اس کی صفوں کا صفایا کرنا شروع کر دیا۔ تیروں کے پیکان، تلواروں کی نوکیں اور نیزوں کے پھلکے سپاہیوں کے سینوں میں پیوست ہونے لگے۔

مجاہدینِ منصور نے شجاعت و شہامت کے بہترین جوہر دکھلائے اور جس طرح روزِ اوّل سے ان کا طریقِ کار اور جنگ آزمائی کا اصول تھا، صبح سے شام تک حرب و ضرب اور کارزار و پیکار میں مشغول رہے۔ ان کی ستیزہ کاری اور نبرد خوردگی کے کارناموں کے سامنے سلفِ صالحین کے عظیم کارنامے بھی داستانِ پارینہ ہو گئے اور اس آیتِ معظمہ کے مصداق

فَاِیکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین و ایکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصّابرین۔ (پ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۱۰)

(پس اگر تم میں سے سو بندگان صابر ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے)

اشقیائے بے دین کی افواجِ مقہورہ میں سے قریب قریب چھیالیس ہزار نوسو آدمی اور انھیں کے ساتھ ان نکوہیدہ کرداروں کے کئی ایک سالارانِ فوج مقتول و مجروح ہوئے اور مجاہدانِ اسلام والمسلمین اور غازیانِ اجمعین میں سے ایک سو گیارہ آدمی مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے اور کچھ ایسے بھی تھے جو زخمی ہو کر چہرہ افروزِ سعادت ہوئے مجاہدینِ اسلام نے شہدا کی رسم تجہیز و تکفین اور نمازِ تشکر سے فراغت پائی۔

الحمد للہ والشکر علیٰ احسانہٖ والصلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہٖ و اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّحمین۔

(اور صلوٰۃ وسلام ہوں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اُن کے تمام آل و اصحاب پر، تیری رحمت سے اے خدائے بزرگ و برتر کہ تو ارحم الرّاحمین ہے)

مہم محاربہ ہفتم ۱۶ محرم الحرام

یکایک راجہ بنہت راؤ گوپال سنگھ کی جدّت طرازی سے مقہورانِ بیدین کے لشکر نے نصرت مند غازیوں کی پشت کی طرف سے حملہ کیا۔ غازیانِ اجمعین نے فی الفور ان نکوہیدہ کاروں کے حملے کا جواب دینے کے لئے اپنی خوں فشاں تلواریں نیام سے باہر کھینچ لیں اور جاں ستاں نیزے اور بھالے سنبھال کر مستعدِ پیکار ہو گئے اور استقامت کے پاؤں زمینِ استقلال میں گاڑ دیئے اور ایمان کی طاقت اور اسلامی جوش و ولولے کے ساتھ برق و باراں کے طوفان کی طرح دشمنوں

پر ٹوٹ پڑے۔ پھر ایک بار موت و حیات کی کشمکش کے ساتھ خوں ریز جنگ شروع ہوگئی اور ہنگامۂ جدال و قتال قیامت کا نمونہ پیش کرنے لگا جس کی شورش و شدّت کو زبانِ قلم بیان نہیں کرسکتی، دن سے رات تک تلواروں کی خوں فشانی اور نیزوں کی خون آشامی کا یہی انداز رہا۔ اشقیا، جن کی قسمت میں خواری و نگوں ساری لکھی تھی، موت کو دعوت دیتے اور میدانِ ہستی سے معمورۂ عدم کی طرف سفر کرتے رہے۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور کافرانِ بیدین کی ایک بڑی جماعت مقتول ہوئی۔ اور جو گرفتار ہوئے وہ بھی تہِ تیغ کرکے واصل بہ جہنّم کئے گئے ـــــ ایک بڑی تعداد مجروح ہوئی۔ مجاہدینِ اسلام میں سے چھبّیس آدمی شہیدِ راہِ حق ہوئے اور چند آدمیوں نے زخم کھا کر سرخ روئی دارین حاصل کی۔

غازیانِ دین و مجاہدینِ اجمعین نے شہدا کی تجہیز و تکفین کے بعد نمازِ دوگانہ شکر ادا کی اور اللہ پاک کے احساناتِ عظیم کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ایک بار پھر انھیں فتح دی اور اسلام کے علمِ جہاد کو بلند کیا۔

الحمد للہ والشکر علیٰ نعمائہٖ

اس ہنگامۂ گیر و دار میں لشکرِ اشقیائے بیدین کے تین ہزار افراد رہگزارِ عالمِ نیستی ہوئے اور ہمیشہ کے لئے گردابِ فنا میں ڈوب گئے۔ بہت سوں کے دل اور جگر زخمہائے کاری سے لالۂ گل کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ رعایا برایا کے بے شمار آدمی اس بحرِ پرآشوب کے تھپیڑوں کی زد میں آکر ساحلِ فنا سے جا لگے۔ اور ان بیدین کافروں اور دین و آخرت میں نقصان اٹھانے والوں کے ساتھ علفِ تیغِ انتقام بن گئے۔ ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی تھی جو زخمی ہوئے اور بہت سے

جان بچا کر بھاگ گئے۔

مہم محاربۂ ہشتم ۶ محرم الحرام

اب ان کافرانِ نامہ سیاہ کے فرقۂ دفلیا کے لشکری جن کا ٹھکانہ جہنم تھا اور جو بے حد شقی القلب اور نکوہیدہ کار تھے، آمادۂ پیکار اور مستعدِ کارزار ہو گئے۔ جنگ کے میدان میں پھر قیامت برپا ہوئی اور دونوں طرف سے حرب وضرب کا ہنگامہ پوری شدت کے ساتھ مشتعل ہوا۔ اس خاسر و کافر فرقہ کا سردار ایک ہزار پیادوں کی جمعیت سے بھی کچھ زیادہ آدمی اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ تلواروں کی جھنکار تیروں نیزوں اور بانوں کی مرگ آفریں بیکار سے نئے سر سے آثارِ رستخیز نمودار ہوئے۔ تلواریں، نیزے اور بھالے ایک دوسرے سے ٹکرانے اور آگ اور خون برسانے لگے۔ جنگ کی آگ بڑی شدت سے مشتعل ہو گئی۔ مجاہدین بجلی اور بارش کی سی تیزی و طرّاری کے ساتھ یورش کرنے لگے اور انھوں نے مقابلہ اور مقاومت کی سرزمین میں اپنے پیر جمائے۔ ان کی خوں فشاں تلواریں اور جاں ستاں نیزے صاعقۂ برق کی طرح دشمن پر گرنے لگے۔ گردنیں کٹ گئیں، سینے چھلنی ہو گئے۔ لشکرِ اعدا کے سپاہی مجاہدوں کی خوں آشام تلواروں اور جاں ستاں نیزوں کے زخم کھا کر خاک بسر گرنے اور ملکِ عدم کا سفر کرنے لگے۔ دشمن بار بار پوری شدت سے حملہ کرتے تھے، لیکن جس طرف سے بھی وہ ہجوم کرتے ہوئے آتے مجاہدین زور و قوت اور بہادری و شجاعت کے ساتھ ان کا حملہ روکتے اور ان کے زور کو توڑتے تھے اسی طرح طلوعِ آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک ہنگامۂ کشت و خون گرم

رہا اور جاں باز سپاہی ستیز و آویز میں مشغول رہے۔

راجہ بنہت راؤ گوپال سنگھ ساہو اس رستخیز نے پچھلے ہنگاموں اور کارناموں کی یاد بُھلادی۔ یہاں تک کہ اس جنگِ مغلوبہ سے راجہ بنہت راؤ گوپال سنگھ ساہو کے کئی سرداران فوج، اس کی سپاہِ مقہور کے بہت لشکری اور رانیوں کے ساتھ فرقہ دفلیا کی کثیر جمعیت نصرت نصیب غازیانِ دین و مجاہدین اشجعین کی تلواروں نیزوں اور خنجروں سے مقتول ہوئی اور جہنّم کی آگ میں جھونک دی گئی۔

اور زخمی ہونے والے تو نہ جانے کتنے تھے۔

اللہ پاک نے اسلام کے علم کو پھر سربلندی بخشی اور فتح و نصرت سے سرفراز کیا۔

الحمد للہ والشکر علی احسانہ

تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے اور شکر ہے اس کے احسانات کا۔

مگر کردند او را ریزہ ریزہ کہ ناید در وجود ایں پرستیزہ

بکرد کار تمام آں ظالم طینت سخت (کذا) رفت بنایۂ جحیم آں لعین بدبخت

(ترجمہ) اس کے وجود کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا تاکہ آئندہ وہ کبھی آمادۂ پیکار و ستیز نہ ہو سکے۔

اس بدطینت انسان کا کام تمام ہو گیا اور وہ بدبخت نکوہیدہ کردار شخص واصلِ جہنّم ہوا۔

برزمیں می طپید و بر می زد

بسملے زیر تیغ پر می زد

(وہ زمین پر تڑپ رہا تھا اور بے چینی کے ساتھ ہاتھ پیر مار رہا تھا اس مُرغ بسمل کی طرح جو چھری کے نیچے اپنے پر پھڑپھڑا رہا ہو

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولا کن لا تشعرون۔

(اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے اُن کو مُردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہیں مگر تم اُن کو دیکھ نہیں سکتے)

سیّدنا جلال کاشغری سالار کی شہادت

اس معرکہ میں لشکر اجمعین اسلام اور غازیانِ دینِ متین میں اٹھانوے آدمی شہادتِ عظمیٰ کے مرتبہ کو پہنچے۔ مزید یہ کہ اس محاربہ مذکور میں غازیانِ دین اور مجاہدینِ اسلام والمسلمین کے سالار مجاہدِ اعظم سیّدنا جلال کاشغری شہید ہوئے (نور اللہ بنور معرفتہ) اسلام کے جاں بازوں میں سے جو لوگ شہید ہوئے تھے ان کی تجہیز و تکفین کے بعد غازیانِ دین بارگاہِ خدائے قدوس میں دوگانہ شکر بجالائے۔

الحمد للہ والشکر علےٰ احسانہٖ ونعمائہٖ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور ہزار ہزار شکر ہے اس کے احسان اور اس کی نعمتوں کا

اس محاربۂ عظیم کا مقصد سیّدنا اکمل الکاملین حجۃ الاسلام والمسلمین امیر شہاب الدین الملقب بہ شاہ بیابانی قدس اللہ سرہ العزیز کی مع آل اطہار رہائی و رستگاری تھی۔ چنانچہ لشکرِ اسلام کی فتح کے بعد حضرت امیر مع اہلِ خاندان راجہ شقی کی قید حراست سے (جسے اُس نے حبسِ دوام قرار دیا تھا) آزاد ہوئے اور مجاہدینِ اسلام والمسلمین اور غازیانِ اجمعین کے لشکر ظفر قرین کے سالار بنائے گئے۔

مہم محاربہ نہم

شجاعانِ اسلام والمسلمین و غازیانِ دین نصرت قرین کو مخبروں کے ذریعے یہ خبر ملی کہ راجہ شقی نے موقع پاکر اپنے لشکر کو جو تمام مردان واقعہ دیدہ و جنگ آزمودہ پر مشتمل ہے فراہم کرلیا ہے۔ نیز علاقہ محروسہ کے مضافات سے ایک جماعتِ کثیر جوق در جوق آکر اس کے لشکر میں شامل ہوگئی ہے۔ اُسے کیل کانٹے سے لیس کیا گیا ہے اور اب مور و ملخ کی طرح وہ کثیر التعداد فوج مستعد جنگ آزمائی اور آمادۂ رزم آرائی ہے۔ نیز یہ کہ اس بار دشمن جس نے اپنے تن سے ہتھیار نہیں کھولے تھے مکر و غدع سے کام لینے کی بات سوچ رہا ہے۔

ابھی ایک پہر گھڑی رات بھی نہ گزری تھی کہ راجہ شقی اور اس کی ٹڈی دل فوج کی طرف سے ایک شورِ پُرآشوب سُنائی دیا جو مجاہدینِ اسلام کے لشکرِ رفیع الشان کی طرف بڑھتی آرہی تھی۔ خبر پہنچی کہ راجہ شقی نے اپنی افواجِ مقہورہ کی کثرت اور لشکرِ مجاہدینِ اجمعین کی قلتِ تعداد کو ذہن میں رکھتے ہوئے نیز یہ سوچ کر کہ مسلسل جنگ و جدل اور متواتر مہمات میں مشغول رہنے اور شب و روز محاربات اور جدال و قتال میں گزار دینے کی وجہ سے مجاہدین تھک گئے ہوں گے اور نیند اُن پر غالب آگئی ہوگی۔ شب خون مارنے اور یکبارگی یورش کرنے کا ارادہ کیا

ابھی کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ کمانیں کڑکنے لگیں۔ تیر سنسنانے لگے اور جنائریان (کذا) ابرِ نیساں کی طرح دھواں دھار برسنے شروع ہوئے اور راجہ کی فوج چمچاتی ہوئی تلواریں لئے ہوئے برق و باراں کی طرح حملہ آور ہوئی۔ چونکہ اس اثنار میں جاں بازانِ

اسلام والمسلمین اور غازیانِ اشجعین دینِ متین بھی اپنے بہترین سپہ سالاروں اور آزمودہ کار مجاہدین کے ساتھ پائے ثبات کو زمینِ استقامت میں گاڑ کر کھڑے ہوگئے تھے اور آمادۂ پیکار تھے اس لئے انھوں نے بھی اپنے قہر کے جاں سوز شعلوں کو بجلیوں کی طرح دشمن پر گرانا شروع کیا اور وہ برق و باراں کی طرح تیزی کے ساتھ اشقیانِ مقہور کی فوج پر تیغ باری کے لئے جوش و حرکت میں آئے۔ مجاہدین اشجعینِ اسلام کی تیغ زنی اور ان دشمن شکار بہادروں کی موج طوفاں کی طرح پیہم حملوں سے جدال و قتال کی آگ بہت تیزی سے بھڑکی اور طرفین کے تیر و سناں کی چمک میدانِ جنگ پر بجلیاں برسانے لگی۔ زنبورک اور دوسرے رعد فروش آلاتِ آتشیں کی شعلہ باریوں نے میدانِ جنگ کو آشوبِ قیامت کا نمونہ بنا دیا۔ عرصہ کارزار خدنگ و سناں اور نیزہ و ناوک کی وجہ سے نیستان زار نظر آتا تھا۔

نہم محاربہ دہم ۸ محرم الحرام

موقع دیکھ کر کماندار مجاہدین اشجعین اور سالارِ عساکرِ اسلام والمسلمین سیدنا سراج الدین محمد نے اپنے زیرِ کمان سپاہیوں کے ساتھ اشقیائے لعین کی مقہور فوجوں پر حملہ کیا اور نوبت خوں فشاں تیغ و تبر اور جاں ستاں نیزہ و خنجر تک پہنچ گئی اور جدال و قتال کا میدان جوشِ خون کی وجہ سے دریائے جیحوں کی طغیانیوں کا منظر پیش کرنے لگا۔ اندریں اثنا مجاہدین اشجعین و غازیان نصرت قرین نے بے انتہا سرعت کے ساتھ دشمنوں پر نیا حملہ کر دیا جس کے بعد راجہ شقی بیدین کی افواج کے پیر اکھڑ گئے اور اُسے شکست ہوئی۔ غازیانِ اشجعین نے کمالِ جوش و خروش کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کیا

اور دوگانہ شکر خدائے قاضی الحاجات و نصرت دہ مہمات کی بارگاہ میں پیش کیا۔

الحمد للہ علےٰ احسانہٖ و نعمائہٖ

اس کارزارِ عظیم میں اسلام کے فتحمند مجاہدین کے ہاتھوں دشمن کے ہشتاد ہزار (۸۰ ہزار) سپاہی اور کئی آزمودہ کار کماندار فوج اور رعایا برایا کے بیشمار لوگ جو راجہ کے ساتھ تھے تہِ تیغ ہو کر واصلِ جہنم ہوئے اور بہت سے زخمی ہو گئے۔

الحمد للہ والشکر علےٰ احسانہٖ و نعمائہٖ

اسی غلغلۂ تشکر و امتنان کے لمحات میں کہ مجاہدین اللہ پاک کی عنایتوں کے شکر گزار تھے، یکایک شہر سبزوار اور مضافاتِ خراسان سے کمک آ گئی۔ اس پر مجاہدین ہزار بار بلکہ صد ہزار بار شکرانۂ خداوندی بجا لائے۔ اِن نئے آنے والوں نے صبح کے وقت نزولِ اقبال و حلولِ اجلال فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین والطاھرین اجمعین۔

(تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے اور صلوٰۃ و سلام ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر اُن کی پاک اولاد اور تمام ساتھیوں پر۔

برحمتک یا ارحم الرّٰحمین

تیری رحمت سے کہ تو سب سے بڑا رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے

اس ساعتِ سعید میں نئے مجاہدینِ اجمعین اور غازیانِ دینِ متین کی جو کمک آئی وہ نہ صد و ہشت و یک (نو سو اکیاسی) جانبازوں پر مشتمل تھی۔ ان غازیانِ اجمعین کے قافلے میں جو لوگ آئے وہ اوصاف و کمالاتِ علمیہ کے مالک، فنونِ سپہ گری کے

ماہر ارباب حقیقت و معرفت، صاحبانِ رُشد و ہدایت، کمالاتِ صوری و معنوی کے جامع، خلاصۃ الکاملین قدوۃ الواصلین، اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جان دینے والے احکامِ شرع کی بنیادوں کو مستحکم کرنے والے، راہِ خدا میں زندگی قربان کرنے کی آرزو میں سرشار، اخلاص شعار، اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ کے احکامات پر عمل کرنے والے خلق اللہ کے خیر خواہ، منہیات و فسق و فجور اور خلافِ شرع کاموں کو روکنے والے تھے۔ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

ان کے علاوہ مزید سو مجاہدینِ اسلام والمسلمین کا ایک قافلہ اور بھی تھا جو اُن کے ساتھ تھا اب وہ کہاں ہے (نہیں کہا جاسکتا) خدا اُسے سلامت رکھے۔

خدا کا شکر ہے کہ ان یک صد غازیان اجمعین کے قافلے نے بھی اسی دن کہ شبِ دیجور کی پہلی ساعت تھی، جنگلوں، نیستانوں اور ویران وادیوں کو طے کر کے نزولِ اجلال و حلولِ اقبال فرمایا۔

اس وقت میں کہ بہت مبارک تھا غازیانِ اسلام والمسلمین و جاں بازانِ نصرت قریں کی آمد کی خبر فرحت اثر نے مژدۂ جانفزا کا کام کیا اور حق کے ان طالبانِ بے ریا کو فلاحِ ظاہر و باطن کے حصول کی اُمید سے شادکام کیا۔

للہ الحمد والشکر ہزار شکر و صد ہزار تہنیت اللہ جل شانہٗ کی نصرت و تائید کی برکت اور بادشاہ کے اقبال عدوماں کی بدولت مجاہدین نے سنگدل و نکوہیدہ کار سندھیاؤں کا تعاقب کیا جنہوں نے مراحلِ گمراہی کو اپنے عفریتی قدموں سے طے کر کے مسافاتِ چمن چمن میں (اپنی پائے کوبی سے) دشمنی کا غبار اُڑایا تھا، غازیانِ اسلام کے مرحلہ بہ مرحلہ تعاقب کی وجہ سے کفار کا لشکر خیل در خیل پسپائی اختیار

کرتا جاتا تھا اور کسی جگہ بھی وہ اپنے قدم نہ جما سکتا تھا۔ اسلام کی افواجِ قاہرہ کی سطوت، ہیبت و دورباش (کذا) کی وجہ سے جن کے ہاتھوں وہ سخت سزا پائے ہوئے تھے بنات النعش کی طرح (سراسیمہ و پراگندہ) تھے۔ غازیانِ اسلام ان کافرینِ خاسرین کو اس کی مہلت دینا نہیں چاہتے تھے کہ اُن کی بسرعت پسپائی و بازگشت کا مقصد فوت ہو جائے۔

چونکہ حکمِ قضا و قدر کے بموجب زیاں کار راجہ کو موکب ہمراہ (کذا) سے ایک فوج کی کمک پہنچ گئی تھی جو اُس آفت رسیدہ کی استعانت کے لئے تیار تھی اس وجہ سے وہ پھر آمادۂ کارزار و مستعدِ پیکار ہو گیا۔

عزم بندش رسد و محاصرہ کردن مجاہدینِ اسلام ۹ محرم الحرام

راستے کی صعوبت اور گڈھوں اور ٹیلوں کی کثرت کا خیال نقصان اُٹھانے والے باغیوں کے لئے غرور و نخوت کی ہوا بن کر اُن کے دماغوں کی اٹاریوں میں بھر گیا۔

ہر روز طرفین سے ہنگامۂ رزم و پیکار گرم ہوتا تھا، محاصرے کی راہیں قرار واقعی طور پر قبضے میں کر لی گئیں اور قافلے کے گزرنے اور درمیانی فاصلوں کو عبور کرنے کے راستے اور سامانِ رسد حاصل کرنے کے وسائل بالکل روک دیئے گئے۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد غازیانِ صف شکن کی قوتِ تدبیر اور شجاعانِ شیر افگن کی جہدِ موفورہ مزید صبر و تحمل کی تاب نہ لائی۔ اولیائے کرام کی فراست کے باعث محاصرہ کرنے اور سامانِ رسد کی راہ مسدود کر دینے کی تدبیر شکست ہو گئی اور سب نے عزمِ صمیم کے ساتھ یورش کی۔ اور اللہ کی رسّی کو تائیدِ غیبی کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔

مہم محاربہ یازدہم ۱۰ محرم الحرام

ماہِ محرم الحرام کی دس تاریخ کو کہ ساعتِ سعید تھی مجاہدینِ نکوہیدہ کار دشمن کے اس دائرہ سے باہر نکلے اور غیرت وحمیت کی تحریک پر شعلۂ جوالا کی طرح ان فوجوں پر ٹوٹ پڑے جو ایک پہاڑ کی طرح راستے میں کھڑی اور پیش قدمی کی راہ میں اڑی ہوئی تھیں۔ اگرچہ آگے بڑھنے میں سخت دشواری پیش آئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ دشمن پیچھے ہٹنے کے بجائے جان دینے پر آمادہ تھا اور اس کی طرف سے بے طرح تیر اور بان برس رہے تھے لیکن اسلام کے جانباز رکاوٹوں کو عبور کرتے، دشمنوں کی صفوں کو توڑتے، غازیانہ داروگیر فرماتے اور مجاہدانہ نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھتے گئے اور اپنی خوں فشاں تلواروں اور جاں ستاں تبروں سے دشمنوں کے سر اڑاتے اور اس طرح جدال وقتال کرتے ہوئے راجہ شقی کے اس عظیم قلعہ کے زیریں حصوں تک پہنچ گئے، جس کی بلندیاں آسمان کو چھو رہی تھیں اور اس طور پر قلعہ تک پہنچنے کی راہیں کھل گئیں۔ پہلے راجہ اور اس کے عساکر قلعہ میں داخل ہو گئے اور فوراً ہی قلعہ کے دروازے بند کر دیئے گئے لیکن غازیانِ دین، مجاہدین انجمین لکڑی کی سیڑھیوں اور نردبانوں کے ذریعے ہر طرف سے قلعہ کی دیواروں اور برجیوں پر چڑھنے لگے۔
اس وقت بہت زور شور کا رن پڑا۔ مجاہدین نے حشر سامان جدال وقتال میں قلعہ کے بے شمار محافظوں اور سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مرنے والوں کی آہ وفریاد اور زندوں کا شور وغوغا آسمان تک جا رہا تھا۔
اس شور وشر کی فضا میں ایک ایسی مبارک گھڑی آئی جس میں سیدنا وسندنا اکمل الکاملین و

اشجعین حجۃ الاسلام والمسلمین قدوۃ المجاہدین زبدۃ العارفین صاحب الکمالات والکرامات غازی اسلام والمسلمین مجاہد ملت والدین اعلائے کلمۃ اللہ والمسلمین سیدی و مولائی امیر والاشان حضرت امام حسام الدین حسن البرق (المعروف بجلی شہید) نے انتہائی اولوالعزمی اور مصمم ارادے کے ساتھ تائید الٰہی و مشیت ایزدی کے سہارے سُرعت کے ساتھ آگے بڑھ کر قلعہ کے دروازے پر ہاتھ رکھا اور پورے جوش اور جذبے کے ساتھ اس آیت کریمہ کو (کہ اسم اعظم ہے) پڑھا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

(پارہ ۱۷ سورہ انبیا رکوع ۵)

اس سے قلعے کی دیوار پھٹ گئی اور مجاہدین نے کمال جوش و خروش کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (پارہ ۲۸ رکوع ۹ سورۃ الصف)

مدد اللہ کی طرف سے ہے اور فتح قریب ہے اور بشارت ہے مومنین کے لئے

چنانچہ اسی جگہ حضرت سالار لشکر مجاہدین اشجعین حجۃ الاسلام والمسلمین امیر حسام الدین حسن برق نے جام شہادت نوش کیا اور اس آیت عظیم کے مصداق ہوئے:۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَھَاجَرُوا وجاھدو فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولٰئک ھم الفائزون ۔ (پارہ ۱۰ سورۃ توبہ)

(جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا ان لوگوں کا درجہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے اور یہی ہیں فلاح پانے والے ۔

اشعار

بدست معجز حضرت بحکم ربِّ قدیر — حصار قلعہ ترق شد ز نعرۂ تکبیر

چوں بود جان و تن او بکارِ دیں مامور — خدایش دادہ بہ تسخیر قوتِ مستور

تا کند ظاہرت بظاہر رائے — میرسد باطنت بکار خدائے

آتش دردِ دیں بروں سوزد — آتشِ عشق اندروں سوزد

بہ جگر دردِ امامم وافیست — داغ در سینہ چو ماہم کافیست

احقرم عاصیم زبوں حالم — گشتہ پابند عشق غلخالم

(ترجمہ) جب آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو آپ کے دستِ معجز نما کے ایک اشارے پر خدائے قادرِ مطلق کے حکم سے قلعہ کی دیوار شق ہو گئی۔

آپ کے جسم و جان دین کے کاموں کے لئے مامور تھے ۔اسی وجہ سے آپ کو خدا کی طرف سے ایک چھپی قوتِ تسخیر عطا فرمائی گئی تھی۔

اس سے پہلے کہ تیرا وجودِ ظاہری بظاہر کوئی تدبیر اختیار کرتا ہے تیرا باطن خدا کی مرضی کے عین مطابق عمل کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔

دینِ متین پر فدا ہونے کا جذبہ تو جسمِ ظاہری کو آزمائش کی آگ میں ڈالتا ہے لیکن عشق کی آگ خرمن دل کو جلا ڈالتی ہے۔

میرے دل میں عشقِ امام کا درد بھرا ہوا ہے ۔ایسی صورت میں مجھے چاند کی طرح سینے کے داغ کے علاوہ اور کیا چاہیئے۔

میں سب سے زیادہ حقیر بندۂ گنہگار اور زبوں حال ہوں اور میرے پیروں کے

خلخال نغمۂ عشق کے پابند ہو گئے ہیں۔

مہم محاربہ دوازدہم ۱۲ محرم الحرام

ماہِ مذکور کی بارہ تاریخ کو راجہ ختقی اور اس کی بہت سی باقی ماندہ فوج کے ساتھ جنگ ہوئی جو قلعہ میں داخل ہونے اور بچنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ یہ سپاہ گاہ گاہ اپنی پناہ گاہ سے باہر نکل کر حملے کرتی تھی جس کی وجہ سے جدال و قتال اور حرب ضرب کا ہنگامہ گرم رہتا تھا۔ ایک رات اور ایک دن اسی طرح گزر گیا۔

اِن لڑائیوں میں بہت سے ستیزہ کار مارے گئے اور کثیر تعداد میں زخمی ہوئے۔ جاں بازانِ اسلام اور غازیانِ دینِ متین میں سے تین سو ستر مجاہدینِ اشجعین شہادت کے رتبۂ عظیم پر فائز ہوئے اور ایک سو مجاہدین نے زخموں کے گل گونہ سے اپنے خوش نصیب چہروں کو آراستہ کیا۔ مجاہدینِ اسلام و المسلمین کے سالاروں میں سے سیدنا حجۃ المجاہدین اکمل الاولیا امام الصدیقین والشہدائے والعالمین امیر الغربا والمساکین سیدی و مولائی میاں امیر شہاب الدین شاہ بیابانی شہادتِ عظمٰے سے مستفیض ہوئے۔ (نور اللہ مرقدہٗ و برہان اللہ اسرارہ)۔

دوم۔ سالارِ عساکر مجاہدین اسلام سید السادات امیر الاولیار قدوۃ الواصلین زبدۃ الکاملین والاشجعین سیف الاسلام سراج الملت والدین امام الاولیا والصالحین مصباح العلما والفقہا محب الفقرا والغربا صاحبِ شریعت و طریقت معلم القرآن و عالمِ علومِ صوری و معنوی امیر الاساتذہ مرشدی و مولائی امیر سراج الدین محمد کنیت مسعود دام اللہ فیوضہٗ و برکاتہٗ علینا مرتبۂ علیائے شہادت پر فائز ہوئے۔

سوئم۔ سالار عساکر مجاہدین اسلام سیدنا جلال الملت والدین حجۃ الاسلام والمسلمین نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہادیٔ مجاہدین دینِ متین و رہنمائے غازیانِ اجمعین سیدی و مولائی حضرت سالار امیر امین اللہ زاہدی نائب علمبردار لشکر غازیانِ اسلام نور اللہ مرقدہٗ و برہان اللہ اسرارہٗ رتبۂ شہادتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ و برہان اللہ اسرارہٗ۔

مہم محاربہ سیزدہم ۱۲ محرم الحرام

ماہِ مذکور کی ۱۲ تاریخ کو نکوہیدہ کار راجہ شقی کے محلات میں جدال و قتال کی آگ بھڑکی۔ اور برق و باراں کی طرح کمانوں کی تیر باری تیغِ براں کی خون آشامی اور نیزہ و سناں کی جاں گدازی کے ساتھ میدانِ کارزار گرم ہوا۔ اسلام کے جانباز مدبروں اور ستیزہ کار دانش مندوں نے بڑی جرأت و استقلال سے کام لیا اور اپنے جگر دوز نیزوں اور خارا شگاف تلواروں سے دشمن پر شدید حملے کئے۔ شعلہ بار شمشیریں اور جاں ستاں بھالے برق بلاماں کی طرح دشمنوں کے خرمنِ حیات پر گرنے لگے۔ لشکرِ اشقیا کے خسارت نصیب سپاہی اپنے مرنے والوں اور زخمیوں کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے بے مغز سروں میں جنون و سودا کی سی شورش لئے ہوئے جنگ کر رہے تھے اور بلا آفریں تیروں اور مرگ بر دوش بھالوں سے معروفِ پیکار تھے اور ہر آویزش میں سر اڑا دینے والی تلواروں کی ضرب سے بہت بڑی تعداد میں کٹ کٹ کر خاکِ فنا پر گر رہے تھے۔

مہم محاربہ چہاردہم

مجاہدین اسی طرح لڑتے اور آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ راجہ بیدین کے مطبخ اور معبد خانے تک پہنچ گئے۔ یہاں اور بھی زیادہ خونریز اور شدید جنگ ہوئی، جس کی شدت کا بیان احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ چپہ چپہ پر لڑائی ہوئی لیکن غازیانِ اشجعین نے مجاہدانہ جرأت زجاں بازی سے کام لیا اور

وَمن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

(جس نے اللہ پر بھروسہ کیا اللہ اس سے راضی ہوا)

کی آیتِ شریفہ کے مطابق زینِ توکل میں پائے استقامت کو مضبوطی سے گاڑ کر اپنی آبدار تلواروں اور خون بار نیزوں کے شدید حملوں سے اس ہنگامۂ جدال و قتال کو اور زیادہ گرم کیا۔ یہاں تک کہ غازیانِ نصرت مند مقہور دشمنوں کے انبوہ کثیر پر غالب آئے اور اللہ پاک نے ان اولیائے دین مجاہدینِ اسلام والمسلمین اور غازیانِ مرتاضین کو فتح مبین عطا فرمائی۔

الحمد للہ والشکر علی احسانہ ونعمائہ

تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے اور شکر ہے اس کے احسانات کا

مجاہدین نے دوگانہ شکر ادا کیا۔ قلعہ کی دیواروں پر اسلام کی فتح و نصرت کا علم لہرایا۔

قلعہ کے اندرونی محلات اور راجہ شقی کے معبد و مطبخ میں جو شدید جنگ ہوئی اس میں سیدنا وسندنا بدیع الاسلام والمسلمین سالار غازیانِ دینِ متین سیف الاسلام وحجۃ المسلمین ہادی نا وکاملنا وصالحنا سید السادات آلِ شہیدِ کربلا افسر العساکر

شاہ میران امام بدیع الدین بدیع الاسلام ضرغ نواز (المعروف بہ ضرغ شہید) قدس سرہٗ العزیز شہادتِ عظمٰی کے مرتبہٗ بلند پر فائز ہوئے۔ نکوہیدہ کار راجہ بشتی نے قلعہ سے راہِ فرار اختیار کی اور باقی ماندہ افواجِ مقہورہ کو اپنے ساتھ لے کر پُرانے معبد خانے کے بیرونی میدان میں مقیم ہو گیا اور رعایا برایا میں سے ایک کثیر جماعت جنگ و جدل کے مضبوط ارادے کے ساتھ اس کے ساتھ آملی۔ اس کے علاوہ اس کی بساطِ ہزیمت کے بہت سے حاشیہ نشین اور خیر خواہانِ یکرنگ کی ایک بڑی فوج گھٹایوں (کذا) قبائل کے سردار کے ساتھ یورش و یلغار کے لئے اس کے ہمرکاب ہو گئی۔ نیز اس کے ملکِ محروسہ کی آبادی میں سے کافروں اور خاسروں کی ایک بہت بڑی تعداد اس عزمِ قتل و غارت گری میں اس کی یار و مددگار ہو گئی۔ اور آپس میں یہ عہد کیا کہ وہ اس خرابہ جہنّم آثار یعنی راجدھانی میں دوبارہ واپس جائیں گے اور شرطِ رفاقت بجا لائیں گے۔ لہٰذا اس دن ماہ مذکور کی اسی بارہ تاریخ کو کہ یومِ جمعہ تھا گھٹایوں سردار قبیلہ کوچ کر کے قلعہ کے زیریں علاقہ میں دوسری سمت اقامت گزیں ہوا اور غازیانِ دین نصرت قرین کے نزول کا منتظر رہا۔

اور اس طرح کی پہرہ بندی کر دی گئی کہ جب اور جس طرف کے لئے حکم ہو وہ پوری سرعت و عجلت کے ساتھ حرکت کر کے وہاں پہنچے اور طریقِ جاں نثاری کی رونق بنے

غازیانِ اسلام والمسلمین اور تہور شعارانِ دینِ متین بھی اُن کے اِن انتظامات اور چالوں سے غافل نہ تھے۔

مہم محاربہ پانزدہم ۱۲ محرم الحرام

(حملہ اول)

یکایک گھنایوں کا سردار قبائل اُن نکو ہیدہ کاروں کے ایک لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ اولاً غازیانِ اشجعینِ اسلام نے سالار عساکر مجاہدین سیدنا امام بدالدین بدرالاسلام کی قیادت میں اشقیانِ زبوں کار کی افواج پر یورش کی اور خوں فشاں تلواروں، ہلاکت آفریں نیزوں اور دل دوز سنانوں کے ساتھ ہلہ بول دیا۔ طرفین سے آتشِ جدال وقتال نے اشتعال پایا۔

مہم محاربہ شانزدہم

دویمی سالارِ مجاہدین امام العساکر والاشجعین ہادیٔ ملت والدین سید السادات آل شہید کربلا امام الکامل والعادل اسداللہ الغالب حجۃ الاسلام والمسلمین کماندار مجاہدین اشجعین و غازیانِ دینِ متین شہزادۂ قرۃ العین امیر خراسان و سبزوار سیدنا امام محمود ادام اللہ بالفیوض علینا، معبد خانہ کلاں کی نواح میں جو آبادی سے باہر تھا، حملہ آور ہوئے۔

مہم محاربہ ہفت دہم

سویمی۔ سالارِ عساکرِ اسلام والمسلمین سیدنا و کا ملنا ماہر فنونِ سپہ گری امیر الاولیا منبعِ شریعت والطریقت سید السادات حضرت امیر شہاب الدین

اسدی نے افواجِ مجاہدین و غازیانِ دینِ متین کی معیت میں پشت کی جانب سے ان نکوہیدہ کاروں پر یلغار کی۔

مہم محاربہ ہژدہم

چہارم۔ سالار عساکر جاں بازانِ اسلام والمسلمین سید السادات اکمل الکاملین کماندار اشجعین حجۃ الکاملین قاتلِ کفار والمشرکین سیدنا و ہادی نا حضرت علمبردارِ اعظم قاسم کنیت محمد نے خیر خواہانِ یکرنگ کے بالمقابل ہو کر حملہ کیا۔ چنانچہ ہر چہار طرف سے نائرہ جنگ و جدال مشتعل ہوئی اور اس شدت کے ساتھ مشتعل ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔

مہم محاربہ نوزدہم ۱۲ محرم الحرام

الحاصل سالار عساکر مجاہدین و سرلشکر غازیانِ اسلام والمسلمین سیدنا امام بدرالدین بدرالاسلام قائد مجاہدین ارجمند و جاں بازانِ نصرت مند اشقیانِ نگوں سار کے لشکرِ مقہورہ اور کفر پرستوں کے انبوہِ کثیر سے بے طرح ستیز و آویز میں مصروف تھے۔ جوں جوں طرفین کے حملے شدت اختیار کرتے جاتے تھے جدال و قتال کی آگ اور زیادہ تیزی سے بھڑکتی تھی اور بہادروں کے شور و غوغا اور جنگ آوروں کی زد و خورد سے آثارِ قیامت ہویدا ہو رہے تھے۔ ہر چند دشمن کے مدبروں نے اپنے پائے استقامت کو میدانِ جنگ میں جمائے رکھنے کی کوشش کی لیکن جہاں وہ اپنے تیروں اور تبروں سے بڑی خوں فشاں و خونریز جنگ

کر رہے تھے وہاں اُن کے دل غمگین تھے اور اُن کے حوصلے شکستہ ہوتے جاتے تھے۔

مجاہدوں کی تیغ ہائے خوں آشام دشمنانِ شقی کی صفوں پر بجلیوں کی طرح گر رہی تھیں اور اعدائے بیدین کی جمعیت ملکِ عدم کی طرف بھاگ رہی تھی، لیکن زیاں کار و خسارت شعار دشمن اپنے نقصان جان و مال کی پرواہ کئے بغیر مصروفِ پیکار اور مشغولِ کارزار تھے جیسے کسی نے فتح و نصرت کا خیالِ باطل اُن کے سر ہائے بے مغز میں بٹھا دیا تھا۔ اِدھر اس معرکۂ عدو سوز میں مجاہدین جاں بازی کے ساتھ دشمن شکن بازوؤں کو کھول کر اور خدا کی مدد اور تائیدِ غیبی کو پیشِ نہاد خاطر بنا کر ہلاکت آفریں تیروں اور آتش بار تلواروں سے دشمن پر فیصلہ کُن حملہ کر رہے تھے اور ہر معرکے میں اپنی تیغِ سر افشاں کی ضرب سے بے شمار دشمنانِ اسلام کو خاکِ فنا پر لُٹا رہے تھے۔ بالآخر اسلام کا علمِ جہاد فتح و نصرت کے ساتھ بلند ہوا اور سخت گیر و دار کے بعد کہ ایک پہر سے زیادہ وقت ہنگامۂ کارزار گرم رہا۔ کافرانِ نگوں سار کے قدم اُکھڑ گئے۔ ان کے ہاتھوں نے جواب دے دیا اور اپنے بختِ رمیدہ کی طرح انھوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ اشقیائے بیدین کی جو فوج گھٹایوں سردار کے زیرِ کمان لڑ رہی تھی اس کے تقریباً آٹھ ہزار جنگ آزما موت کے گھاٹ اُتر گئے اور ایک بہت بڑی تعداد زخمی ہوئی۔ اور ایکسو آدمی جو زندہ گرفتار ہوئے تھے وہ بھی اپنے مرنے والے ساتھیوں کے گروہ میں شامل کر دیئے گئے۔ تین سو گھوڑیاں، نقارہ و نشان اور لاتعداد بھالے، نیزے، تیر و تبر اور عمدہ تلواریں وغیرہ بطور مالِ غنیمت غازیانِ اسلام کے ہاتھ لگیں۔

لشکرِ اسلام میں سے ایکسو چھیالیس مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا اور

ایکہزار آدمی زخمی ہوئے۔ اس رستخیز میں لشکرِ اسلام کے جن سالاروں نے شہادت کا مرتبۂ اعلےٰ حاصل کیا ان میں اوّل امام المجاہدین وزبدۃ الاشجعین والکاملین سیدالسادات اکمل الاولیا صاحبِ شریعت وطریقت سید امام بدرالدین بدرالاسلام سالارِ لشکرِ غازیانِ فیروزی نشان تھے۔ (نور اللہ مرقدہٗ وبرہان اللہ اسرارہٗ)

دوئم سالار کہتر عساکرِ اسلام والمسلمین سیدالسادات اکمل الاشجعین علمبردار سید امام قاسم کنیت محمد آتے ہیں۔ (قدس اللہ سرہٗ العزیز)

سوئم سالارِ مجاہدین وسر لشکرِ غازیانِ دینِ متین زبدۃ الاصفیا قدوۃ العلما سیدنا امام عبدالرحمٰن ہیں۔ (نور اللہ مرقدہٗ وبرہان اللہ اسرارہٗ)

چہارم امام الاشجعین ومجاہد الملت والدین زبدۃ المدبرین والعاقلین محبوب رب العالمین والعاشقین سید السادات زبدۃ الصالحین والکاملین سیدنا وسندنا امام الاولیا میران امام حسین ہیں۔ (نور اللہ بنور معرفتہ)

پنجم سالار اشجعین اسلام والمسلمین سیدنا وسندنا امیر المجاہدین وغازیانِ دینِ متین امام حسن شطاری ہیں۔ (ادام اللہ بالفیوض علینا)

مہم محاربہ بستم ۱۲ محرم الحرام

راجہ کی وفادار رعایا برزیا میں سے بہت سے لوگ جو ادھر اُدھر چھپ گئے تھے اپنے اپنے کونوں کھدروں اور پناہ کے گوشوں سے نکل کر قلعہ کے محلات، برجیوں اور دیواروں پر چڑھ آئے اور اس طرح ہر طرف سے خروج وعروج کے بعد (قلعہ کی حفاظت کی غرض سے رہ جانے والے) مجاہدین باتدبیرے برچھیوں، بھالوں اور

خنجروں کے ساتھ مصروفِ پیکار اور دست و گریبان ہو گئے۔ انہی آویزشوں کا سلسلہ جاری تھا کہ باطل پرست دشمن کی ایک دل بادل فوج ابرِ باراں کی طرح گھر آئی اور قلعہ کی بلندیوں کی طرف چڑھتے ہوئے فصیلوں، برجیوں اور محلات پر حملہ آور ہوئی۔ اس پر مجاہدین اجمعین نے بڑی پامردی اور حوصلہ مندی کے ساتھ لشکرِ بیدین کے مقابل آ کر اپنی تیغِ آبدار، سنانِ جوہر فشاں اور خنجرِ خونریز کے ساتھ رستخیز شروع کی۔ غضب کا رَن پڑا۔ غازیانِ اجمعین نے طاقتِ ایمانی اور شجاعتِ روحانی سے کام لے کر اشقیانِ بیدین اور کافرانِ نگوں سار کی ایک کثیر جماعت کا زبردست مقابلہ کیا۔ اسی اثنا میں سالارِ لشکرِ مجاہدین و غازیانِ اسلام والمسلمین پیران سیدنا امیر شہاب الدین اسعدی نے مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ دشمنانِ بے دین پر پشت کی طرف سے حملہ کیا۔ اس پر دشمن کے سپاہی حواس باختہ ہو گئے اور سر پر پیر رکھ کر اس طرح بھاگنے لگے کہ انہیں آگے پیچھے کا بھی ہوش نہ رہا اور قلعہ کے برجوں اور دیواروں سے گر کر تحت الثرائے نیستی میں پہنچ گئے اور بہت سے زندہ گرفتار ہوئے۔

محاربہ بست و یکم

اس اثنا میں خبر آئی کہ کافرانِ بیدین کی ایک بہت بڑی فوج جو ہشت ہزار سوار اور پیادوں پر مشتمل ہے گھٹایوں کے برادر زادے کی کمان میں نکو ہیدہ کا ر راجہ شقی لعین کی طرف سے حملہ کرنے اور غولِ بیابانی کی طرح نازل ہونے والی ہے اور اپنی مسلسل بارش کی وجہ سے مجاہدین کو قلعہ سے نیچے آنے اور باقاعدہ مورچہ بندی کرنے کا بھی موقع نہ ملا تھا کہ اُس نکو ہیدہ کار ازلی نے موقع کو غنیمت جان کر اپنے گمراہ ساتھیوں اور خسران

آل کافروں کے لشکر کے ساتھ شب دیجور میں کہ لوگ بے خبری و خواب کی حالت میں تھے حملہ کر دیا اور ستیزہ کاروں کی ہاؤ ہو اور قرنا و ناقوس کے شور و غوغا میں آمادۂ رستخیز و مستعد پیکار ہوا۔ مجاہدینِ نصرت قرین نے خود کو اضطراب و اضطرار کی حالت سے محفوظ رکھتے ہوئے بے حد سُرعت کے ساتھ زین بندی و سلاح پوشی کر کے اپنے آپ کو مستحکم کرلیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت مجاہدینِ اَشجعین کے سالار اور تہوّر شعار غازیوں کے کماندار امیر شہاب الدین اسعدی ان کی بیباکی اور جسارت کی تاب نہ لائے۔ شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیادہ پا چل کر دشمنوں کی مداخلت و پیشقدمی کی راہ میں سدِ سکندری بن گئے اور ان کی ہیبت و غارت گری کی کوشش کو ناکام بنایا۔ اس طرح انھوں نے بہادروں کے گوشِ ہوش سے پنبۂ غفلت کو باہر نکال پھینکا اور یہ ثابت کر دیا کہ جوہرِ ثبات غازیوں اور مجاہدوں کے لئے امتحان کی کسوٹی اور کامیابی کی کلید ہے۔

مہم محاربہ بست و دوم

چنانچہ عین بارش میں انھوں نے تیر و سنان کی بارش اور نیزہ و تلوار کی یورش سے دشمنانِ باطل آہنگ کا رُخ کوچہ و بازار سے موڑ دیا۔ جدال و قتال کی آگ مشتعل ہو گئی۔ غازیانِ دین پوری طرح مستعد و مسلح ہو کر اور ایک دوسرے سے کندھا ملا کر عدوئے بیدین سے متقابل و متصادم ہو گئے۔

دشمن نے ہر چند مستقل مزاجی دکھلائی اور پوری طرح جم کر مقابلہ کیا اور اس کے لشکری فتح پانے کی امیدِ موہوم میں، جس کا خیالِ باطل ان کے دل حسرت منزل میں جاگزیں تھا اپنے زخمیوں اور مرنے والوں کی کثیر تعداد کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے جنگِ مغلوبہ میں مصروف رہے۔ لیکن معرکۂ عدو سوزی کے پیش رو اپنے قلعہ فگن ہاتھوں

اور عدو شکار بازوؤں کی بلا آفریں تیر باری اور خوں آشام تلواروں کی قیامت خیز حرب و ضرب سے دشمن کو ورطۂ ہلاکت میں ڈال رہے تھے۔ اسی زد و خورد میں نہ جانے کتنے نکوہیدہ کردار جنگجو تہ تیغ کر دیئے گئے۔ کتنے زخمی ہو کر خاکِ فنا پر گر پڑے۔ مجاہدینِ اسلام نے اپنے علمِ فتح و نصرت کو بلند کیا اور ایک سخت ہنگامہ گیر و دار اور ہولناک جنگ کے بعد کافرانِ لعین نے اپنی کثیر جماعت کے ساتھ ہمتیں ٹوٹ جانے کی وجہ سے پسپائی اور راہِ فرار اختیار کی اور اپنی رمیدہ قسمت کی طرح نگوں سار ہوئے۔ مجاہدینِ فیروزمند نے ان کا تعاقب کیا۔ ان میں بہت سوں نے راجہ کے محلات، گلیوں اور کوچوں میں روپوشی اختیار کی اور ان مقامات میں خود کو محصور کر لیا۔ بہت سے وہ بھی تھے جنہوں نے جنگلوں اور بیابانوں کی راہ لی اور سراسیمگی و پریشانی کے ساتھ فرار و ادبار کا بوجھ اپنے سروں پر لئے اپنی بستیوں اور خرابوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ غازیانِ دین نے فتح و نصرت کے ساتھ مراجعت اختیار کی۔ علمِ جہاد سربلند ہوا اور نصرت مدار پرچم کے سائے میں مجاہدینِ اسلام دوگانہ شکر بجالائے۔ اولیائے اسلام کو اللہ پاک نے ایک فتحِ عظیم سے نوازا اور دین کے اقبال کو بلند کیا۔

الحمد للہ والشکر علیٰ نعمائہٖ واحسانہٖ

اس ستیز و آویز میں بیدینوں کے ستر اسی ہزار کے قریب (کذا) سوار اور پیادہ سپاہی مع قبیلہ ہائے یکرنگ کے واصلِ جہنم ہوئے اور خاکِ فنا میں مل گئے۔ اور سات ہزار گھوڑیاں نقارہ و نشان اور ایک ہزار پانچسو دھنشیں اور انھیں کے ساتھ ایک بڑی بھاری تعداد میں تلواریں، نیزے بھالے اور خنجر وغیرہ بطور مالِ غنیمت غازیانِ اسلام کے ہاتھ آئے۔

اور بندہ ہائے دین و غازیانِ اشجعین میں سے چار سو ایک آدمی شہادت کے مرتبۂ عظیم پر فائز ہوئے اور تہتر (۷۳) مجاہدین نے گلگونہ زخم سے اپنے چہرۂ سعادت کو آراستہ کیا۔ اس کارزارِ کفر و دیں میں لشکرِ اسلام کے جن سالاروں نے جامِ شہادت نوش کیا وہ یہ ہیں۔

اوّل امام الملت والدین سالار مجاہدینِ اشجعین سیدنا امام شہاب الدین اسعدی (قدس اللہ سرہٗ العزیز)

دویمی سالارِ کہتر مجاہدین و غازیانِ دینِ متین، اشجعینِ اسلام والمسلمین سیدنا وسندنا اکمل الاولیا والاصفیا وزبدۃ العلما قدوۃ الفقہا سیدی و مولائی امام امین الدین کنیت صغر (نور اللہ مرقدہٗ)

سویمی سالارِ کہتر اشجعینِ اسلام ذوی الاحترام سیدنا و حرمتنا و کاملنا و زاہدنا قدوۃ العارفین و زبدۃ السالکین سالار عساکر المجاہدین سیدنا امام محمد حنیف کنیت اکبر (نور اللہ مرقدہٗ)

چہارمی سالارِ کہتر مجاہدینِ اسلام والمسلمین و غازیانِ دینِ متین سیدنا و ہادینا قدوۃ الکاملین والصالحین امام العساکر احمد یحییٰ متقی (انار اللہ برہانہٗ و قدس اللہ اسرارہٗ)

مہم محاربہ بست و دوم

نیکن سالارِ غازیانِ دینِ مبین نور الدین نور الاسلام و جاں بازانِ اشجعین اسلام والمسلمین۔ نے اعدائے اسلام کی اس شکستِ فاش کے آثار کو کافی نہ سمجھا اور یلغار کر کے دشمن کے سر پر پہنچ گئے اور تیغِ خوں فشاں اور نیزہ ہائے جاں ستاں سے

ان پر حملہ کر دیا۔ طرفین کی زد و خورد اور حرب و ضرب سے جنگ کے شعلے پھر بے طرح بھڑک اٹھے۔ مجاہدینِ اشجعین و غازیانِ نصرت قرین نے اپنے پائے استقلال کو مقاومت کی زمین میں گاڑ دیا اور تمام تر سعی و جہاد اور عزم بالجزم کے ساتھ برق و باراں کی طرح دشمن پر تابڑ توڑ حملے کئے۔ میدانِ جنگ مبارزوں کی چپقلش ہائے شدید کی وجہ سے نارِ جحیم کا نمونہ پیش کرنے لگا اور عرصۂ کارزار گرمیٔ رستخیز کے باعث آتش کدہ بن گیا ـــ دشمن کے سپاہیوں کے ساتھ رعایا برایا کے آدمی بھی اپنی خسارت انجام جسارت سے کام لے کر جنگ کے اس سمندر میں کود پڑے تھے۔

مہم محاربہ بست سوم

غازیانِ اشجعین و مجاہدانِ نصرت قرین نے نکوہیدہ کاروں کے اس ہجوم و ہیجان کو دیکھ کر پائے استقامت کو زمین جدال میں اور بھی زیادہ مضبوطی سے جما دیا اور حرارتِ ایمانی و غیرتِ دینی کو کام میں لا کر بڑی شجاعت اور دلیری کے ساتھ اپنی خوں فشاں تلواریں سونت کر اور دستِ مرگ کی طرح متحرک نیزے سنبھال کر دشمنوں کے اوپر بجلیاں بن کر ٹوٹ پڑے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ اشقیانِ بے دین نے اپنے مرنے جینے والوں کا کوئی خیال نہ کیا۔ مقتولین و مجروحین کے حساب سے وہ بالکل بے پرواہ ہو گئے۔ ان گنت مارے گئے، بیشمار زخمی ہوئے۔ بالآخر وہ نکوہیدہ کار و ننگوں سار خوف زدہ و ہراساں ہوئے اور شکستِ فاش اٹھا کر بھاگ گئے اور اپنے پُر ادبار مسکنوں اور ظلمت آثار خراوں کی طرف راہِ فرار اختیار کی اور اولیائے مجاہدین کو اللہ پاک نے پھر ایک بار شاندار فتح اور ایک عظیم کامیابی سے نوازا .....

الحمد للہ والشکر۔

اس ہنگامۂ رستخیز میں بارہ ہزار سے زیادہ سپاہیانِ بیدین اور نکوہیدہ کار کافرین لقمۂ تیغِ اجل ہوئے۔ اور مجاہدینِ اجمعین میں سے چار سو اکتالیس اولیائے صالحین شہادت کے رتبۂ عالیہ پر فائز ہوئے اور تین سو جاں بازانِ اسلام نے گلگونہ زخم سے سُرخروئی حاصل کی۔ تہوّر و شجاعت کی ڈالیوں سے سعادتِ دارین کے پھول چُنے۔ اور جہاد کے علم نصرت نہاد کو بلند کیا

الحمد للہ والشکر علےٰ احسانہٖ ونعمائہٖ

مہم محاربہ بست و چہارم

سالارِ اعظم امام العساکر والاجمعین امام الملت والدین حجۃ الاولیاء قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین سلطان العلوم صوری و معنوی قدوۃ الصلحا زبدۃ الاصفیا شہزادۂ خراسان و سبزوار امام محمود نے (جو امیر المومنین شاہِ شاہان سیدنا امام محمد والیِ خراسان و سبزوار کے نورِ نظر و لختِ جگر تھے) عساکر مجاہدین و غازیانِ اجمعین کی معیت میں اس معبد خانے کے نواح کی طرف رُخ کیا جہاں راجہ شقی و لعین اپنے (نئے سرے سے) فراہم کردہ لاؤلشکر کے ساتھ مقیم اور آمادۂ پیکار تھا کہ اچانک ممالک محروسہ کے گرد و پیش کے علاقوں سے تقریباً پچیس ہزار سوار اور بیشمار پیادے جوق در جوق مور و ملخ کی طرح نازل ہوئے اور چاروں طرف سے غازیانِ دین کی فوجِ ظفر موج کو گھیرے میں لے لیا۔

مہم محاربہ بست و پنجم

لیکن مجاہدین اشجعین کے سالارِ کہتر سیدنا و سندنا امیرِ مدبرین اسلام امام موسیٰ زاہدی اور ان کی زیرِ کمان، اسلام کے جاں باز و جنگ آزما دشمن پر دائیں طرف سے حملہ آور ہوئے۔

مہم محاربہ بست و ششم

سالارِ عساکر مجاہدین و غازیانِ اسلام والمسلمین سیدنا و سندنا امام العالمین سیدی و مرشدی امام محمد یحییٰ زاہدی ...... نائب علمبردار نے بائیں جانب سے یورش کی۔

مہم محاربہ بست و ہفتم

سالارِ کہتر لشکر مجاہدین اشجعین حجۃ الاسلام والمسلمین سیدنا و ہادی نا و کاملنا امام ابو صالح کنیت احمد نے عقب کی جانب سے یلغار کی۔

مہم محاربہ بست و ہشتم

اسی کے ساتھ مجاہدین کی ایک جماعت سالارِ کہتر امام الجماعت جمال اللہ حسینی امام الاولیا کے علم کے نیچے اس مقصد سے متعین کی گئی کہ اگر علاقہ محروسہ کی طرف سے اچانک کوئی موجِ غنیم حملہ کرے تو وہ اس کی روک تھام کر سکے اور وقت ضرورت بطور کمک کام آئے۔

مہم محاربہ بست ونہم

سالار کہتر اسلام سیدنا وحرمتنا وہادی نا سالار مجاہدین وغازیانِ اشجعین سیدی ومولائی امام زین العابدین علی اضعف رعایا برایا کے بالمقابل مجاہدین کی ایک جماعت کو اپنی سرکردگی میں لے کر سنتا وجمہوریا قبائل کے نکوہیدہ کار سرداروں پر حملہ آور ہوئے۔

مہم محاربہ سیم

سالار کہتر مجاہدین جاں باز اسلام والمسلمین سیدی ومولائی مرشدی میران امام عبدالعزیز نجمیہ کچھ مجاہدین اشجعین وغازیانِ دینِ متین کے ساتھ ویلو ملراں (کذا) راناکے بالمقابل حملہ آور ہوئے۔

محاربہ سی ویک

سالار کہتر سیدنا ومولانا وحجتنا اکمل الکاملین اشجعین اسلام والمسلمین سیدنا میران ابوعثمان گیز گامیہ .... کچھ شجاعان وغازیانِ اسلام والمسلمین کے ساتھ منو موریہ قبائل وغیرہا.... اشقیائے لعین کے بالمقابل آکر آمادۂ پیکار ہوئے

سالار کہتر رہبرِ شریعت دانائے طریقت امیر کبیر کماندار اشجعین وسالارِ مجاہدین وغازیانِ اسلام والمسلمین امام عبداللہ عبّاس کچھ تہور شعار دل اور اسلام کے جانبازوں کے ساتھ نکوہیدہ کار بے دینی شقیٔ لعین مہندر راؤ جی ساہو مدارالمہام

راجہ شقی کے مقابلے میں آئے۔

مہم محاربہ سی و دو

سالارِ کہتر امیر المجاہدین والاسلام دانائے شریعت و طریقت سیدنا و سندنا امیر کبیر میران ابوبکر کنیت علی اصغر نائب علمبردار مع افواج مجاہدین سالارِ اعظم امام المجاہدین والانجمین سالار غازیانِ دینِ متین سیدنا وسندنا ومرشدنا وہادی نامیران ناصر الدین محمود زاد اللہ انجبکم و زادا علاکم و اجلالکم کی کمک کے طور پر رہے (تاکہ وقتِ ضرورت کام آسکیں) جو راجہ شقی لعین بیدین کی افواج پر حملہ آور ہوئے تھے۔

محاربہ سی و سہ

شہر محرم الحرام کی تیرہ تاریخ کو ساعتِ اوّل میں راجہ شقی کے سالارِ فوج رانا بلوان نے حیلہ کارانہ انداز سے جنگ شروع کرکے یہ چاہا کہ وہ سالارِ اعظم اسلام کو اپنے حلقۂ حراست میں لے لے۔ (چنانچہ اس ارادہ کے ساتھ) وہ آمادۂ کار و پیکار ہوا۔ ہر طرف سے نو مرحلوں کے ساتھ اور لشکرِ اسلام کے نو نائب سپہ سالاروں اور دسویں سپہ سالارِ اعظم امام المجاہدین و سالار عساکرِ اسلام والمسلمین کے ساتھ جنگ شروع ہوگئی۔ طرفین سے نائرہ جدال و قتال کے شعلے پوری قوت کے ساتھ بھڑکنے لگے۔ میدانِ کارزار اُدھر حرارتِ شمسی کی بدولت اور اِدھر برق پاش تیروں اور شعلہ بار تلواروں اور جاں ستاں سنانوں کی وجہ سے رستخیز قیامت کا نمونہ پیش کرنے لگا کہ اچانک راجہ بڈھن سمرو گوپال کی والی بڈھانہ کی جانب سے پانچ ہزار

سوار اور بے شمار پیادوں کی کمک نکو بیدہ کار راجہ کو پہنچ گئی۔ مزید کمک راجہ کرن پال دت اور تم چند گرو والی کرانہ کی طرف سے آئی، جو آٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی ایک بڑی تعداد پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ پانچ ہزار سواروں اور پیادوں پر مشتمل کمک راجہ نہست لاؤ گوپال سنگھ ساہو کے مدار المہام کی طرف سے آئی اور راجہ جمن جھن بدری پرشاد جنگ پال دت رانا کے ساتھ اس کارزار میں شامل ہو گئی ——— (اللہ پاک نے اس وقت میں مجاہدین کی بھی غیب سے مدد فرمائی) اور سلطانِ خراسان کی طرف سے ایک ہزار دو صد مجاہدین و غازیانِ دینِ متین کی سپاہ راہِ دور دراز کو طے کرتی اور دشوار گزار سلسلۂ دشت و کہسار سے گزرتی ہوئی بصحت و سلامتی جاں بازانِ اسلام و المسلمین کی کمک اور مدد کو پہنچ گئی اور غازیانِ دین کے ساتھ مل کر مصروفِ جہاد ہو گئی۔

بیدینوں کی فوجیں ایک انبوہِ کثیر اور جمِ غفیر میں بدل گئیں اور دونوں طرف سے جنگ و جدل کے شعلے اس شدت کے ساتھ بھڑکے اور ہنگامۂ رستخیز نے وہ صورت اختیار کی کہ سلفِ صالحین کی یاد تازہ ہو گئی۔ مجاہدینِ نصرت قرین نے بڑی سرعت و جرأت کے ساتھ حملے کئے اور دشمن کے حملوں کے مقابلے میں پائے استقامت کو زمین میں گاڑ دیا۔ اُس وقت اولیائے اسلام نے غیر معمولی فراست سے کام لیا اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کیا اور نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ کہہ کر اُن نگوں ساروں کے مور و ملخ کی طرح کثیر التعداد لشکر پر بجلیوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ غازیانِ دین کے نیزوں کی نوکیں دشمنانِ اسلام کے سینوں کو سیپیوں کی طرح چاک کرنے لگیں۔ اہلِ دین نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اس وقت میں مجاہدین کی کچھ ٹکڑیاں اپنے دوسرے ساتھیوں

سے جا کر مل گئیں اور دیگر مردانِ ظفر توامان کو یہ اجازت ملی کہ وہ صفوں سے آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ آور ہوں۔ چنانچہ یہ مجاہدینِ اجمعین و غازیانِ دینِ متین لمبی اپنی خون آشام شمشیروں اور جاں ستاں نیزوں کے ساتھ آسمان سے زمین کی طرف جھپٹنے والے شاہینوں کی طرح دشمن کی صفوں پر یلغار کی اور تمام عرصۂ وغا انسانوں کی چیخ و پکار جانوروں کے شور و غل، اسلحۂ جنگ کی جھنکاروں اور جاں بازوں کی زد و خورد سے میدانِ حشر کا نمونہ بن گیا۔ غازیوں کی چمچماتی ہوئی تلواریں بجلیوں کی طرح دشمنوں کے خرمنِ حیات پر گر رہی تھیں۔ مخالفوں کے کشتے کے پشتے لگتے جا رہے تھے، لیکن ان کے جنگ باز لشکری اپنے مرنے اور زخمی ہونے والے ساتھیوں کے اعداد و شمار کی طرف سے بالکل بے پرواہ ہو کر لڑ رہے تھے تا اینکہ مجاہدینِ اسلام نے اپنی تیغِ خوں فشاں اور نیزۂ جاں ستاں سے نگوں سار اور خسارت شعار دشمنوں کو خاکِ فنا پر ڈھیر کر کے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ الحمد للہِ والشکر علیٰ نعمائہٖ۔

ایک انتہائی شدید و خونریز جنگ کے بعد جو صبح کی ساعتِ اول سے لے کر تمام دن جاری رہی اور جس کے دوران شدید محاربات پیش آئے، کشتنی و گردن زدنی کافر اپنے تمام شکوہیدہ کار و ہزیمت خوردہ ساتھیوں کے ساتھ اس طرح پیچھے ہٹے جیسے بجلی گر کر لوٹتی ہے۔

اس کے بعد کچھ ہزیمت خوردہ سرداروں نے اپنے بہت سے سراسیمہ، ہراساں اور خوف زدہ ساتھیوں کے ساتھ، باقی لشکر سے الگ ہو کر (جنگل کی طرف سے) راہِ فرار اختیار کی اور نگوں ساری کے ساتھ اپنے خرابوں کی طرف رخ کیا۔

سالارِ اجمعینِ اسلام والمسلمین سیدنا و غازی نا و مجاہدنا امام عبداللہ عباس نے

مع چند مجاہدین و غازیانِ دینِ متین کے سردار اوتم سین کا تعاقب کیا اور اندرونِ ملاقہ محروسہ میں آثارِ رستخیز نمودار ہو گئے۔ سردار مہی پال راؤ نے مع اشقیہ افواجِ بیدین کے پھر شدید حملہ کیا اور نئے سرے سے بڑی شدومد کے ساتھ ستیز و آویز کا سلسلہ شروع ہو گیا اور دشمنوں نے اپنی خسارت سے بھری ہوئی جسارت کے ساتھ بحرِ وغا کے ان نہنگوں پر بشدتِ شدید یورش کی، لیکن اسلام کے نصرتمند مجاہدوں اور بلند ہمت غازیوں نے بڑی پائے مردمی سے اس حملہ کو روکا اور سرفروشانہ جہاد کے ساتھ شجاعت و شہامت کی داد دی۔ اس کے نتیجہ میں دشمن کے سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد بحرِ فنا میں ڈوب گئی اور بہت سے لوگوں کے سینے زخم کھا کر لالہ و گل کی طرح کھل گئے۔

قصہ مختصر یہ کہ شقیِ لعین کو شکستِ فاش کھا کر ہزیمت و فرار کی راہ اختیار کرنی پڑی اور اولیائے اسلام و المسلمین و غازیانِ دینِ متین کو فتحِ عظیم نصیب ہوئی اور اسی کے ساتھ اسلام کی فتح و نصرت کا پرچم لہرانے لگا۔

الحمد للہ علیٰ احسانہ

اس معرکہ کارزار میں سردار اوتم سین گرو (جس کا تعاقب کیا گیا تھا) اور سردار مہی پال راؤ کے ساتھیوں اور لشکریوں میں سے سترہ ہزار کے قریب آدمی اور ان کے ساتھ راجہ شقی کے متعہد لشکر کے دوسرے سردار غازیانِ اسلام کی تیغِ انتقام کا چارہ بن گئے اور بہت سے زخمی ہوئے اور بیشمار جاں سوز بھالے، قہر آگیں سنانیں، آبدار تلواریں، خونریز خنجر، بجلی کی طرح کڑکنے والی کمانیں، شعلے اگلنے والی زنبورکیں، رعد کی طرح گرجنے والے نقارے، نشان اور ہاتھی اور بہترین سازوں سے آراستہ گھوڑے نصرت مند غازیوں اور سرافراز مجاہدوں کے ہاتھ لگے۔

اہلِ اسلام میں سے چار سو چالیس مجاہدین نے رتبۂ شہادت پایا اور بیاسی آدمی گلگونۂ زخم سے چہرہ افروزِ سعادت ہوئے۔

فتحمند غازیانِ اشجعین و مجاہدینِ اسلام و المسلمین نے دوگانۂ تشکر و تحسین ادا کیا۔

والحمد للہ والشکر علیٰ نعمہٖ ثم

مہم محاربہ سی و چہار

راجہ خفتی و لعین جمن بھن بدری پرشاد جھنک پال ورت رانا کے شہر سے باہر والے معبد خانے کے اندر پھر جنگ و جدل اور زد و خورد کا ہنگامہ برپا ہوا اور تیر و سنان اور تیغ و خدنگ کے ساتھ طرفین کے حملوں سے نائرہ جدال و قتال مشتعل ہو گئی۔ اور کارزار حرب و ضرب میں حصہ لینے والے پھر ایک دوسرے پر جوش و خروش کے ساتھ حملے کرنے لگے۔

اس وقت غازیانِ دین و مجاہدین اشجعین کی فوج ظفر موج نے اپنے برق نشاں جھنڈے کے سائے میں طاقتِ ایمانی اور غیرتِ اسلامی کے بھرپور جوش اور جذبے کے ساتھ گرجتے ہوئے بادلوں اور کڑکتی ہوئی بجلیوں کی طرح طوفانی انداز سے حریف پر حملہ کیا۔ تیروں سے گزر کر شمشیر و خنجر تک نوبت آئی۔ کشت و خون کا ہنگامہ اور زیادہ شدت اختیار کر گیا۔ اس کثرت سے خون بہا کہ میدانِ جنگ دریائے جیحوں کی طغیانی کا منظر پیش کرنے لگا۔

راجہ کرن پال رت اوتم چند گرو کی ہزیمت کے بعد مجاہدینِ اسلام والمسلمین و غازیانِ دینِ متین کو معبد کے اندر کی لڑائی میں فی الجملہ نصرت و فتحمندی حاصل ہوئی (تو شکر

اسلام کے حوصلے اور بڑھ گئے) اور انھوں نے سرعت سریع کے ساتھ اپنی جاں گداز و اعدار شکار تلواروں کے ساتھ دشمن کے جنگ جو پہلوانوں پر اس طرح مسلسل حملے کئے جیسے موجیں آگے بڑھتی ہیں۔ شرر افشاں و آتش بار نیزوں اور سنانوں کی کثرت کی وجہ سے عرصۂ کارزار ایک نیستان زار نظر آتا تھا۔

زنبورکوں اور شمشیروں کے تصادم، لڑنے اور مرنے والوں کے شور وغل اور ہر سمت بپا ہونے والے ہنگامۂ ہاؤ ہو نے دشمنانِ باطل ستیز کے لئے آشوبِ قیامت اور غوغائے محشر کا سماں پیدا کر دیا۔

مہم محاربہ سی و پنج

اس وقت خبر آئی کہ متواتر جدال و قتال مسلسل حرکت و عمل اور لگاتار زد و خورد میں مشغول رہنے کی وجہ سے دشمن کے سپاہیوں پر تھکن کے آثار طاری ہو گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی اسلام کے جاں باز سپاہیوں اور سر فروش غازیوں نے نئے جوش اور ولولے کے ساتھ یورش کی۔ تیغ و تبر بجلیوں کی طرح حرکت میں آنے لگے، ابر نیساں کی طرح تیر و سنان کی بارش ہونے لگی اور جزائربان (کذا) زمین سے اُٹھ کر دامنِ ہوا کو چھونے اور آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ رعد خروش آہنی نقاروں سے پُر شور آوازیں بلند ہو گئیں، جو دلاوروں کے گوشِ ہوش سے جا کر ٹکراتی تھیں اور ان کی قوتِ مدافعت کی حوصلہ شکنی کر رہی تھیں۔ بیدینوں کی بیوقت جرأت اور شکست آمادہ ہمت مجاہدین کے سیلاب صفت حملوں کے سامنے ریت کے تودوں کی طرح جواب دیتی جا رہی تھی۔ اُن کے پیر اکھڑ رہے تھے۔ جنگ ان پر قافیہ تنگ کر رہی

تھی۔ اس پر بھی دشمن کے حشرات الارض کی طرح کثیر التعداد سپاہی مراحل گمراہی کو جرأت وہمت کے پیروں سے طے کر کے جنگ کے جہنم میں کود رہے تھے اور جدال وقتال میں مشغول تھے لیکن کافروں کے اس انبوہ نے جب کہیں بھی اپنے لئے قسمت آزمائی اور خون ریزی وغارت گری کی مجال نہ پائی تو بالآخر لشکرِ اسلام کے تابڑ توڑ حملوں اور نصرت شعار غازیانِ دین کی ہیبت و دورباش کے ہاتھوں سخت سزا پاکر وہ بنات النعش کی طرح متفرق ومنتشر ہو گیا اور ایک بڑی جماعت تہ تیغ کردی گئی اور جو بقیۃ السیف رہے۔ انھوں نے سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں راہ فرار اختیار کی۔

مجاہدین نے ذرا بھی توقف نہ کیا اور سرعتِ سریعہ کے ساتھ اُن کا تعاقب کیا۔ (ان میں سے کچھ نے) شور وغوغا اور ہنگامہ ہوش رُبا برپا کر کے مقابلے کی طرح ڈالی مگر دیکھا کہ بالکل تابِ مقاومت نہیں تو وہ ہزیمت بھی اپنے خستہ وشکستہ حوصلوں کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنے دوسرے بھاگنے والے ساتھیوں کے ساتھ مل گئے۔

مجاہدین نے شیوہ ستمکاشی کو کہ عاجز کشی کا طریقہ ہے اس وقت مناسب نہ سمجھ کر اُن کا مزید پیچھا نہ کیا۔ بہت سا مالِ غنیمت غازیانِ دین ومجاہدینِ اجمعین اسلام والمسلمین کے ہاتھ لگا اور انھیں ایک بار پھر فتح عظیم نصیب ہوئی جس کے ساتھ انھوں نے اپنے علمِ جہاد کو بلند کیا اور اللہ پاک کی اس عنایتِ بے نہایت کا شکر بجالانے کے لئے خضوع وخشوع کے ساتھ دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم۔

اس آیتِ کریمہ پر خدائے لایزال کے احسان وانعام کا شکر ادا کرنے والی یہ مجلس (کلا) ختم ہوئی۔

مہم محاربہ سی وشش

جاسوسوں نے خبر دی کہ وہ افتیبانِ ازل دکافرانِ بیدین فرار ہو کر دشوار گزار جنگلوں سے ہوتے ہوئے دشتِ ادبار میں پہنچ گئے ہیں۔

اشعار ذیل درشان راجہ (کذا)

داشت راجہ بروں شہر بستی (کذا) — درخور قدرِ ہمتش پستی
مضطرب شد زجائے خود برخاست — شد سراپا چو شعلہ بے کم وکاست
چہ بعشرت نشستۂ بے غم — عشرتت را زمانہ زد برہم
کرد ازیں ماجرائے غیرت کاہ — راجہ بیدین وخستہ را آگاہ
ہوش در باخت مرد با فرہنگ — آمد از عمر و زندگانی تنگ

(ترجمہ) راجہ بیرونِ شہر ایک بستی رکھتا تھا۔ جو اس کی ہمت کی طرح پست تھی۔
مضطرب ہو کر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس وقت اُس کی حالت بالکل بھڑکتے ہوئے شعلے کی سی تھی۔
تو یہاں بے غم ہو کر بیٹھا ہے اور عیش و عشرت میں پڑا ہے یاد رکھ تیرے ساز و سامانِ عیش کو زمانے نے درہم برہم کر دیا ہے۔
اس واقعے سے جو اس کی غیرت کے لئے تقاضہ تھا راجۂ بیدین کو جو دل شکستہ ہو رہا تھا آگاہ کیا گیا۔
یہ سُن کر اُس ذی ہوش انسان کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ اپنی زندگی سے

دل تنگ ہوگیا۔

حال خود گفت راجہ (کلنا)

لازم وقت ایں بود تدبیر   حملہ آرد سپہ پئے تسخیر
نالہ آشوب رستخیز انگیخت   رشتہ صبر و طاقتش بگسیخت
آخر از بے علاجی آں دل ریش   سنگ از صبر زد بسینۂ خویش
ماند از نا امیدی و خزلان   پس زانوئے عجز افک افشاں
در نہاں خانۂ شکیبائی   مجلس آرائے بزم تنہائی
نہ کسے مونس و نہ کس غم خوار   گریہ ہمدم رفیق نالۂ زار
از دف و بربط و رباب مپرس   از مئے و مطرب و کباب مپرس
دل کباب و سرشک بادۂ ناب   نغمہ افغان و تارِ سینہ رباب
آدمی را چو بخت برگردد   عاقبت سر بسر خطر گردد
ہمرہِ شب زوان بخت سیاہ   نہ شد احقر رفیق جز اللہ

(ترجمہ) اس وقت یہی تدبیر مناسب حال ہے کہ لشکر تسخیر اعدا کے لئے حملہ کرے۔

اس کی فریاد نے آشوب قیامت کو جگا دیا۔ اور صبر و طاقت کے رشتے کچے دھاگوں کی طرح ٹوٹ گئے۔

آخر اپنے دُکھ کا کوئی علاج نہ دیکھ کر اس دل ریش نے صبر کا پتھر اُٹھا کر اپنے سینے پر مارا۔

احساسِ ناامیدی و محرومی سے مغلوب ہو کر اُس نے اپنا سر زانوئے عجز پر جھکا لیا اور بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

صبر و شکیبائی کے نہاں خانے میں وہ اپنی تنہائی کی محفل سجانے لگا۔

نہ اس کا کوئی مونس تھا نہ غم خوار، اس کا گریۂ بے اختیار ہی اس کا ہمدم تھا اور اس کا نالۂ نارسا ہی اس کا رفیق تھا۔

اب اس کی زندگی میں بھلا بربط و رباب کی گنجائش کہاں تھی۔ ان کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ اب مطرب و مغنی اور شراب و کباب سے اُسے کوئی واسطہ نہ رہا تھا۔

جب آدمی کی قسمت پھر جاتی ہے تو اُسے خطرات چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اس کے لئے دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔

وہ بدقسمت لوگ جرات کے اندھیروں کے مارے ہوئے ہوتے ہیں۔ اُن کا ساتھی سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہوتا۔

مہم محاربہ سی و ہفت

یہ خبر پہنچی ہی تھی کہ آج پھر گھڑی رات گئے راجہ شتی حملہ کرے گا کہ اس دشمنِ بیدین نے اپنی جسارت پرخسارت کے ساتھ ان نہنگانِ بحرِ وغا پر اپنی رعایا برایا کے انبوہِ کثیر کے ساتھ یورش کی۔ غازیانِ اشجعین نے انبوہِ اعدا کا خیال نہ کرتے ہوئے زمینِ معرکہ میں اپنے پائے ثبات کو استوار کیا اور جرأت و جہاد کی داد دی۔

اشعار در شانِ مجاہدینِ اشجعینِ اسلام

این قدر حملہ برق خشم الہ (کذا) دشمناں را نمود خاک سیاہ

ہر کرا حفظ حق بود جوشن تیغ و تیرش بود گل و گلشن

(ترجمہ) غازیانِ دین کا حملہ قہرِ الٰہی کی بجلی تھی۔ جس نے دشمنوں کو جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا۔ اللہ پاک کی حفاظت جس کے لئے سپر و جوشن بن جاتی ہے۔ تیغ و تبر اُس کے لئے شاخِ گل اور پھول کا درجہ رکھتے ہیں۔

عرصۂ کارزار پھر طرفین کے مابین شدید چپقلش اور رستخیز و پیکار کی وجہ سے میدانِ محشر بن گیا۔ لیکن مجاہدینِ اشجعین نے سر اُڑانے والی تلواروں، خوں فشاں نیزوں اور جاں ستاں تیروں کی طوفانی بارش سے (دشمن پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا) بالآخر دست بدست و فرد بہ فرد جنگ شروع ہو گئی اور گھمسان کا رَن پڑا۔ فی الجملہ میدانِ کارزار میں اعدائے بیدین کی ایک کثیر جماعت تہِ تیغ ہو کر رہ سپارِ ملکِ عدم ہوئی اور بہت سے کشتنی و گردن زدنی دشمن پامالِ دار و گیر ہو کر خاکِ فنا میں مل گئے۔ بہت سوں کے دل اور جگر کاری زخموں کی وجہ سے لالہ و گل کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ آخرالامر اس شقی بیدین کو شکستِ فاش ہوئی اور وہ مع اپنے مدار المہام، اپنی متہور فوجوں کے کماندار اور سپہ سالاروں کے ساتھ زندہ گرفتار ہوا اور حضرت امام المجاہدین، زبدۃ الاشجعین، قدوۃ المدبرین حجۃ الکاملین ظلِ الٰہی، سیفِ یزدانی سایۂ رحمانی اسد اللہ المحمود شان اللہ سیدنا و سندنا و کاملنا و ہادی نا میران امام محمود سبزواری (قرۃ العین امیر کبیر خلیفۃ الرحمانی ظلِ سبحانی سیدنا شاہ امام محمد والی خراسان و سبزوار) کے ہاتھوں قتل ہو کر واصلِ جہنم ہوا۔

از پئے قتل راجہ بست کمر گشتہ بد خوئی بر تنش خنجر
آں جفا کیش خاک بر نامش چیست آخر بگو سر انجامش
باہزاراں شکست وزخم وعقاب راجہ را کشت در مضیقِ عذاب
کشتنِ آں شقی نہ دشوارست وصل وماوا جہنم ونارست
قصہ کوتہ ہلاکتِ راجہ کرد روشن بجان دلِ خواجہ
آں چناں فتنہ ہا برانگیزند خون او برزمیں چنیں ریزند

(ترجمہ) امامِ عالی مقام نے راجہ کے قتل پر کمر باندھی تو اس کا ہر موئے تن ایک جاں ستاں خنجر بن گیا۔

اس سنگدل کا نام ونشان مٹ گیا۔ ایسے کسی شخص کا انجام اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔

ہزاروں تکلیفیں دے کر اور عذاب کے شکنجے میں کس کر راجہ کو ہلاک کر دیا گیا۔

ایسے سنگدل کو مارنے میں آخر تکلف کیوں کیا جائے۔ اسے واصلِ جہنم ہونا ہے اور اس کا ٹھکانا آگ ہے۔

قصہ کوتاہ راجہ کی ہلاکت کے بعد اس خواجۂ والاشان کا دل اُس کی روح کی گہرائیوں کے ساتھ خوشیوں سے روشن ہو گیا۔

جو اس طرح کی فتنہ پردازیاں کرتا ہے اس کا خون یوں ہی خاکِ فنا پہ گرا دیا جاتا ہے۔

راجہ پر فتح پانے کے بعد بہت سامالِ غنیمت اور اَن گنت چیزیں مجاہدین کے ہاتھ آئیں۔

در صفت مجاہدینِ اشجعین

(کہ با افواجِ راجہ بیدین چپقلشہا نمودند)

علاجے نیست غیر از تاختنہا　　سرے در راہِ ایماں باختنہا
ہمیں گفت و بتوسن کرد مہمیز　　سوئے شہرِ غنیم آمد جلو ریز
رواں ہمراہ او یارانِ دلبند　　بمرگِ خویش راضی گشتہ چند
ازیں تازش بافغاں شد خبر ہا (کذا)　　شکستن کرد و ستے در کمر ہا
سراپا آں کمر ہائے شکستہ　　برنگِ عہد لشکر سست بستہ
شقی آمد ز شہرِ خویش بیروں　　بعزمِ جنگ فوجے تشنۂ خوں
سپر بر دوش و در کف تیغ تازاں　　چو برقِ بے اماں شمشیر بازاں
نبودہ بر سرِ آں قوم بے سر　　بغیر از کاسۂ سر ہیچ مغفر
نہ دیدہ ہیچ کس زاں جمع بر تن　　بجز از جامۂ صد پارۂ جوشن
ز کجبازیٔ بخت آگہ نہ بودند　　سپاہے چوں صفِ مژگاں نمودند

(ترجمہ) اب تاخت و تاراج اور ایمان کے راستے میں سر فروشانہ جہاد کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا۔

اس نے یہ کہا اور اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا اور منزل پہ منزل مارتا ہوا غنیم کے

شہر تک چڑھ آیا۔

اس کے ساتھ اس کے دوستانِ مخلص اور یارانِ ہمدم تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنی موت پر راضی ہو کر چلے تھے۔

راجہ اور اس کے لشکر کو جب اس یورش کی خبر ہوئی تو ان پر حواس باختگی کا عالم طاری ہوگیا اور انھوں نے اپنی کمر ہائے شکستہ کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اُن کی کمر ہائے شکستہ کی طرح سپاہیوں کے عہد بھی سُست بندھے ہوئے تھے۔

اس پر بھی راجہ شقی اپنی فوج کے ساتھ شہر سے باہر آیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک لشکر اس کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ ہے جس کی شمشیریں خون کی پیاسی ہیں۔

اس لشکر کے سپر بردوش و تیغ بکف سپاہی آمادۂ پیکار ہیں اور وہ برقِ بے اماں کی طرح تلوار چلانے والے ہیں۔

(جبکہ راجہ کی اپنی رعایا برایا کے جنگ بازوں کا یہ عالم تھا)

کہ اس بے سر و پا قوم کے سر پر سوائے کاسۂ سر کے کوئی مغفر نہ تھا۔ اس جماعت میں سے کسی کے تن پر سوائے صد پارہ لباس کے اور کوئی زرہ بکتر یا جوہرِ جوشن نہ تھا۔

وہ وقت و بخت کی بازی گری سے آگاہ نہ تھے اور ان کے سامنے صف مژگاں کی طرح مرتّب و منظم فوج کھڑی تھی۔

وصفِ مجاہدینِ اسلام

ازیں سو عاشقِ کشتن جاناں　　بکارِ جنگ بس نامہربانان

یکایک ہم چو برقِ از جا دویدند | اجل مانند بر دشمن رسیدند
در افتادند باہم جنگ جویاں | زدند آتش بجانہا شعلہ خویاں
سلامت تخت بربستاز چپ و راست | ز آبِ تیغ، طوفانِ اجل خاست
بہ تندیہائے تیرِ ناوک از شست | نشانِ زخم از دلہا بروں جست
بہر جانب زفیضِ آبِ پیکاں | شگفتہ گلشنِ زخم نمایاں
رواں گردید خونِ مشہد آرا | زگردن ہائے بے سر ہم چو صہبا
دواں آشوب گاہِ حشر ہر سُو | چوں گل آمد بہ یاراں زخم بررو
نہ زانسو عجز نے زیں سو تحمل | نہ زانسو طرح نے زیں سو تغافل
چنیں چندے چو قائم ماند باری | کشید ایں فتنہ کارش را بزاری
لعین و غازی آمد بر سر کار | بصد بے رحمیِ یارِ ستمگار
بوقت نیزہ بازیہا دراں دشت | قیامت آمد و گردِ سرش گشت
اناں سرہا کہ تیغش بر زمیں سود | زمین و آسماں آتش فشاں بود
بہ بحرِ خونِ اعدائے تبہ کار | حبابِ کاسۂ سر شد نمودار
ہزیمت از صفِ دشمن عیاں شد | جہاں پر شورِ بانگِ الاماں شد
بروں آمد ز اعدا آں شقی کار | بجائے نیزہا انگشت زنہار
لعیں لشکر شکستِ کار دیدہ | نہاں گردید چوں رنگِ پریدہ
دراں آشوب گاہِ آں گرہ گیر | کہ شد سالار و راجہ پا بہ زنجیر
شدہ ہر سہ بہ زنجیرے گرفتار | مقرر کرد بر ایشاں نگہدار
یکے از دیگرے احوال پرساں | بہم قسمت کناں مرگِ عزیزاں

زشوقِ خویشتن باہم عرض دادند — اماں خواہاں قبائل سر نہادند
قسم ہا برزباں از بہرِ تسکیں — بنائے عہد و پیماں کردہ سنگیں
کہ گر یابیم ازیں زنداں رہائی — کنیم انگیز ربطِ آشنائی
امام الاشجعیں گفت آں لعیں سخت — خندہ از بادۂ خوں بسکہ سرمست
زصحرائے اجل ریگِ روانست — نظر چہ می بینی اجل برسر دوا رست
کہ تیغ افتاد برسر آں لعیناں — غذائے تیغ ہست از خونِ انساں
رگِ راجہ گرفتارِ بلا شد — کہ روحش غرق دریائے فنا شد
بدہ احقر کہ می خواہی قرارش — ازیں پس ایں چنیں بیخود مدارش

(ترجمہ) اس طرف وہ جوان تھے جو جدال و قتال کے عاشق تھے اور جو قتل و خوں ریزی کے وقت بے حد نامہرباں نظر آتے تھے۔

وہ یکایک بجلی کی طرح سرعتِ تمام کے ساتھ بڑھے اور موت کی طرح دشمن کے سر پہنچ گئے۔

وہ جنگجو آپس میں بر سرِ پیکار ہو گئے اور ایک دوسرے کی طرف سے یورش و پیکار نے اُن کی رگوں میں شعلے بھر دیئے۔

دائیں بائیں سے سکون و سلامتی نے اپنا ڈیرہ اٹھا لیا اور آبِ تیغ کی روانی سے موت کا طوفان اُبل پڑا۔

تبروں کی سنانیں اس تندی اور تیزی کے ساتھ سینوں میں پیوست ہو گئیں کہ زخموں کے نشان دلوں سے باہر آ گئے۔

ہر طرف آب پیکاں کے چھینٹوں کی وجہ سے زخموں کے چمنستان کھل گئے۔

مشہد آرائی کرنے والا خون گردنوں سے اس طرح رواں ہوا جیسے صراحیوں سے شراب انڈیلی جاتی ہے۔

ہر طرف قیامت کا سا فتنہ بپا تھا۔ دوستوں کے چہرے "گلہائے سینہ چاک" کی طرح زخم دار ہو گئے تھے۔

نہ اس طرف سے عجز و انکسار تھا، نہ اس طرف سے صبر و تحمل۔ نہ اِس طرف سے طرح دی جاتی تھی نہ اُس طرف سے تغافل برتا جا تا تھا۔

جب اس طرح کچھ عرصے تک زندگی اور موت کا کھیل جاری رہا تو اس فتنہ و آشوب میں راجہ کا حال خراب ہو گیا۔

راجہ کے لشکریوں اور مردانِ غازی کے درمیان جنگ ہوئی اور اس میں بے رحمی کے وہ مناظر دیکھنے میں آئے جو سنگدل و ستم شعار معشوقوں کا شیوہ ہوتا ہے۔

اس میدانِ کارزار میں نیزہ بازی کے وقت قیامت آ گئی اور راجہ کے سر کے گرد چکر کاٹنے لگی۔

اِن سروں کی وجہ سے جو اس کی صف شکن تلوار نے زمین پر گرا دیئے، زمین اور آسمان آتش فشاں ہو گئے۔

نکوہیدہ کار دشمن کے خون سے سمندر بہنے لگا جس میں کاسہ ہائے سر حباب کی طرح تیر رہے تھے۔

دشمنوں کی صفوں سے ہزیمت کے آثار عیاں ہوئے اور دنیا "الاماں، الاماں" کی پُرشور آوازوں سے بھر گئی۔

اور آخر کار راجۂ شقی اپنے ساتھیوں کے ہجوم سے باہر نکلا۔ بجائے نیزے کے وہ اماں طلبی کے لئے انگلی اٹھائے ہوئے تھا۔

اس کا لشکر اپنی شکست کے آثار دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا تھا اور رنگِ پریدہ کی طرح نظر سے غائب ہو گیا تھا۔

اِس آشوب گاہ میں راجہ کا مدار المہام، سپہ سالارِ افواج اور خود راجہ گرفتار ہو گئے۔

تینوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور وہ لشکرِ اسلام کی حراست میں آ گئے۔

اب وہ افسوس کے ساتھ ایک دوسرے کا حال پوچھ رہے تھے اور اپنے مرنے والے عزیزوں کے نام گِنا رہے تھے۔

اور پھر بڑی توقعات کے ساتھ انھوں نے التجا کی اور اپنی اور اپنے قبائل کے لئے سر جُھکا کر جان کی امان کے طلبگار ہوئے۔

انہوں نے اطمینان دلانے کے لئے قسمیں کھائیں اور سخت عہد و پیمان کئے۔

کہ اگر ہم اس قید و بند سے رہائی پا جائیں تو آئندہ ہمیشہ دوستی و آشنائی پر کاربند رہیں گے۔

امام الاشجعین حضرت امام محمود سبزواری نے کہا کہ اے نکوہیدہ کار لعین کیا اب وہ خونی نشہ اُتر گیا۔

(یاد رکھ) فنا کے صحرا سے موت کی آندھی چل رہی ہے اور اجل تیرے سر پہ کھڑی ہے۔ اب اس توبہ تِلّا سے کیا ہوتا ہے۔

یہ کہہ کر ان لعنت زدوں کو تیغِ فنا کے گھاٹ اُتار دیا اور انسان کا خون ہی

تو تلوار کی غذا ہے۔

راجہ کی رگِ جاں گرفتارِ بلا ہوگئی اور اُس کی رُوح اُس کے جسم کو چھوڑکر صحرائے فنا کی طرف کوچ کرگئی۔

اے اختر اگر تو قرار و ثبات چاہتا ہے تو اس بات کو ختم کر۔ اس کے بعد اپنی رُوح کو اس طرح بے خود و مدہوش نہ رکھ

مہم محاربہ سی ؤہفت

بیدینوں کے لشکر کے دوسرے آدمی جو بھگوڑوں کے ساتھ مل کر فرار ہو گئے تھے۔ وہ پیادوں کے انبوہِ کثیر کے ساتھ مل کر دشوار گزار جنگلوں سے پھر واپس آگئے اور رعایا برایا کے بے شمار آدمی گلیوں کوچوں قریوں اور بستیوں سے نکل کر ان کے شریکِ کار اور آمادۂ پیکار ہوگئے۔ تیر و تبر کے ساتھ طرفین کی جانب سے پھر زد و خورد اور حرب و ضرب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ نیزے اور تیر فضا میں بجلیوں کی طرح برسنے اور زنبورک آہنی کے شعلے دامنِ ہوا کو چھونے لگے۔ مجاہدینِ اشجعین نے بھی تیر و سناں اور تیغ و تبر کو طوفان باد و باراں کی طرح برسانا شروع کیا۔ زور و شور کا رن پڑا۔ غازیانِ فیروزی منش نے اپنی برق رفتار یورشوں اور حملوں سے دشمن کو سخت صدمہ اور زک پہنچائی۔ بالآخر اعدا کی قوتِ مدافعت نے جواب دے دیا اور وہ ستاروں کے ہجوم کی طرح سے منتشر ہو گئے۔

ایک کثیر جماعت تہ تیغ کردی گئی اور بقیۃ السیف انبوہ ہراساں و پریشان ہو کر راہِ گریز و فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگیا اور تابِ مقابلہ اور قوتِ مقاومت

نہ پاکر منفرورین کے ساتھ مل گیا۔

اس آخری جنگ میں سالارِ اسلام والمسلمین وامام المجاہدین والاشجعین سیدنا شہزادہ سبزوار نے عین کارزارِ رستخیز میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ نوراللہ مرقدہٗ وبرہان اللہ اسرارہٗ۔

اس کارزارِ ضرب وحرب میں راجہ نگوں سار وخسارت شعار جمن جمن بدری پرشاد جھنک پال دت رانا والی جھنجھانہ کے لشکر اور رعایا کے آدمیوں سے تقریباً دو لاکھ چند ہزار آدمی مارے گئے اور بے شمار افراد زخمی ومجروح ہوئے۔ غازیانِ اسلام میں سے جن لوگوں نے اس معرکۂ جہاد میں شہادت پائی وہ تقریباً دو ہزار چار سو مجاہدین اشجعین تھے جو اس مرتبۂ عالی پر فائز ہوئے۔ (اللہ پاک ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے اور اُن کی خاکِ پاک کو نُور سے بھر دے) اور تین سو سے زیادہ غازیانِ اسلام نے گلگونہ زخم سے اپنے سعادت آثار چہروں کو آراستہ کیا۔

للہ الحمد والشکر علےٰ نعمائہٖ والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ النبی الکریم (تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے اور ہزار ہزار شکر ہے اس کی نعمتوں کا۔ صلوٰۃ وسلام اس کے رسول سچے نبی پر جس کی ذات مجسّم رحم ورافت ہے۔)

شہادت حضرت امام والاشان سیّدنا امام العساکر والمجاہدین امام محمود

نہ شعر ایں جا نگہ امواج خون ست — سخن ہا از لب زخم درون است

نہ شعر ایں نالۂ خونی نوائیست — شکستہ شیشۂ دل را صدائیست

ہمیں است اینکہ ہوشم بردۂ تست — دل وجاں صید ناوک خوردۂ تست

ہمیں است اینکہ دل تاراج آں شد　　ہمیں است اینکہ جاں اماج آں شد
ہزاراں جنتاں برجان و تنش باد (کذا)　بجاناں دیدۂ جاں روشنش باد
درونش بسکہ آتش جاگزیدہ　　چو شمع از استخوانش سر کشیدہ
ز احوالِ رفیقانش چہ گویم　　باپ دیدہ تا کے دست شویم
غمش بربست رخت خویش از دل　　برائے مہر خالی کرد منزل
گرفتہ ہر یکے درپیش راہے　　رواں گردید فوجِ اشک و آہے
گہر از بس نثارش کرد برسر　　ہوا در آب گوہر شد شناور
بپایش ریخت از بس گوہرِ ناب　　زمیں در آب گوہر گشت نایاب
چو اختر ایں گہر در گوش او سُفت　　بگرد بختِ خود میگشت و میگفت
ز عمر خویش برخوردار باشی　　بشرطِ آنکہ با من یار باشی

(ترجمہ) یہ اشعار نہیں ہیں بلکہ خون کی موجیں ہیں اور یہ باتیں لبِ زخم دل سے بیان ہوئی ہیں۔

یہ اشعار نہیں نالہ ہائے خونیں ہیں۔ ٹوٹے ہوئے دل کی جاں گداز صدائیں ہیں۔

میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرے ہوش و خرد تجھ پہ قربان ہو گئے ہیں۔ تُو نے میری متاعِ صبر و قرار کو لُوٹ لیا ہے اور میری جان تیرے ناوکِ ناز سے زخمی ہونے کی وجہ سے طائرِ شکستہ بال بن گئی ہے۔

میں تو اس پر خوش ہوں کہ میرے دل کو اس کے غمِ عشق نے تاراج کر ڈالا۔

میرے لئے یہ کیا کم ہے کہ میری جان اس کے الوانِ محبت کی آماجگاہ بن گئی ہے۔

اس کے جان و تن پر ہزاروں بہشتیں نثار ہوں، جس کے دیدۂ و دل جلوۂ جاناں سے روشن ہو گئے۔

اس کے دل میں چونکہ عشق کی آگ جاگزیں ہو گئی ہے، اس لئے شمع کی طرح اس کی ہڈیوں سے لَو نکل رہی ہے۔

میں اس کے رفیقوں کے بارے میں کیا کہوں اور آنکھوں سے گرتے ہوئے آنسوؤں سے کب تک دست خونی کروں۔

اس کے (غم کے سوا ہر ایک) غم نے دل سے اپنا بوجھ اُٹھا لیا ہے۔ اور اس کے سودائے عشق کے لئے جگہ خالی کر دی۔

ہر ایک نے اپنے لئے ایک راہ پسند کی، اپنی منزل کی طرف قدم بڑھایا اور اشک و آہ کی فوج روانہ ہو گئی۔

اس کے سر پر موتی اس طرح نچھاور کئے گئے کہ دامنِ ہوا موتیوں سے بھر گیا۔
اس کے قدموں میں اس طرح بیش بہا موتی بکھیرے گئے کہ زمین آپ گوہر میں نایاب ہو گئی۔

جب احقر نے یہ موتی اس کے کانوں میں پروئے تو وہ اپنی خوبی قسمت پر ناز کرتا تھا اور کہتا تھا۔

کہ خدا کرے تو اپنے بلاغِ زندگی سے ہمیشہ خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ پھل کھائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تو میرا دوست بنا رہے۔

شہادت امام العساکر والمجاہدین

صاحب شریعت وطریقت امام الاولیا زبدۃ الاتقیا قدوۃ الصالحین سالارِ لشکر اسلام والمسلمین عاشق نورِ جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا وسندنا شہزادہ قرۃ العین شاہِ شاہاں امام محمد والی خراسان وسبزوار (آلِ اطہار مولی علی مرتضیٰ اسد اللہ الغالب ابن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ) حضرت امام محمود شہید سبزواری کی شہادت ماہِ محرم الحرام کی بارھویں تاریخ کو واقع ہوئی۔

حملۂ بزدلان وبد نفساں — سنگدل فرقہ جفا کیشاں
نزد ہر باشعور ودانش مند — سند است از گذشتگاں ایں پند
ماندہ از جسم وجان آں حیراں — سر جدا از تن وتنش از جاں
زخمہا خوردہ زخمہا کردہ — عاقبت رفتہ در پسِ پردہ
طوطیِ جانش چوں قفس بشکست — رفت بر فرق جبرئیل نشست
باہمہ گرز وتیغ وتیر وکماں — آمدہ نزدِ آں امام زماں
بگرفتند آں جفا کیشاں — در کمر خنجر وبدست سناں
قصہ کوتہ ز ہر طرف یکبار — بد بدیدند جملہ حملہ گزار
از تنِ آں مجاہدِ محمود — سر جدا کردہ تیغِ چرخ کبود
باہزاراں خروش ورنج وتعب — باصد اکرام واحترام وادب
بہرِ تدفین کردہ شد ساماں — باصد اندوہ وآہ واشک وفغاں

از پئے انتقام خوں می خورد　　گاہ می سوخت گاہ می افسرد
داغہا داشت در جگر از غم　　روح او دید آنچہ دید ستم
چوں من افشائے رازِ او کردم　　شرحِ نازو نیازِ او کردم
زاں سبب گشتہ دشمنِ جانم　　باد ازاں شوخ حق نگہبانم
ہمتش سوخت عشق جانکاہش　　ہم دمش گریہ ہم نفس آہش
رقم ایں ماجرائے حسرت زا　　کردہ احقر، اسیرِ عشق و بلا

(ترجمہ) اس جفاکیش اور سنگدل فرقہ کے لوگوں نے جو بزدل اور بدنفس تھے سخت حملہ کیا۔

باشعور اور دانش مند لوگوں کے نزدیک یہ بات سند ہے اور بزرگانِ دین سے یادگار ہے۔

اس میر میراں کے جسم وجان کے اس طرح ٹکڑے ہوئے کہ سر تن سے جُدا ہو گیا اور جان وتن سے۔

اس نے بہت سے زخم کھائے اور بہت سے زخم لگائے اور آخر کار (دنیا کی ظاہری آنکھوں سے) پردہ کر لیا۔

جب اس کے جسم کا قفسِ عنصری ٹوٹ گیا تو اس کی روح کا طائرِ قدس آزاد ہو گیا اور جاکر فرقِ جبرئیلؑ پر بیٹھ گیا۔

وہ سب کے سب گرز و تیغ اور تیر و کمان لئے ہوئے تھے اور اس طرح آکر انہوں نے اس امامِ عالی مقام کو گھیر لیا تھا۔

اِن جفا کیشوں نے چاروں طرف سے اُسے اپنے حلقے میں لے لیا، اس حالت میں کہ ان کی کمر سے خنجر بندھے ہوئے تھے اور اُن کے ہاتھوں میں برچھیاں تھیں۔

قصہ کوتاہ ہر طرف سے انہوں نے یکبارگی یورش کی اور صاعقہ بار ہوئے۔

اور اس معرکۂ کارزار میں اس مجاہدِ محمود کے تن سے کج رفتار آسمان کی تلوار نے سر جدا کر دیا۔

ہزار افسوس، رنج اور غم کے ساتھ اور بصد اعزاز و احترام و ادب اس کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا، جس کے ساتھ اشک و آہ اور اندوہ و الم کا طوفان بپا ہو گیا۔

اس وقت انتقام کے لئے مجاہدوں کے دل میں بڑا جوش تھا اور وہ خون کے گھونٹ پی رہے تھے۔ کبھی ان کے دل جل اُٹھتے تھے اور کبھی افسردہ ہو جاتے تھے۔

اس کے جگر میں غم کے ہزار داغ پڑ گئے تھے۔ اس کا دل ہی جانتا تھا کہ اُس کی روح نے کتنے ستم برداشت کئے تھے۔

چونکہ میں نے اس کے راز کو بیان کر دیا اور اس کے ناز و نیاز کی داستان سُنا دی۔

اس لئے وہ میری جان کا دشمن ہو گیا۔ اس شوخ کے جور و ستم سے خدا میرا نگہبان ہو۔

اس کے عشق کی جاں گدازیوں نے اُس کے ہمت و استقلال کے خرمن کو جلا ڈالا تھا۔ اب گریۂ بے اختیار اس کا ہمدم تھا اور آہِ نارسا اس کی ہم نفس تھی۔

احقر جو اسیرِ عشق و مبتلائے آلام رہا ہے اس نے اس حسرت زا واقعے کو بیان کیا ہے۔

بروقت تجہیز و تکفین

نہ شعر ایں نالۂ خونیں نوائیست — شکستہ شیشۂ دل را صدائیست

نہ دل اکنوں بدست من نہ دل بر — ہمانم سنگ بر دل دست بر سر

بیا احقر بیار آں قصہ ذوق — کہ دور آخر شد و باقیست ایں شوق

دل آئینہ را چناں بشکست — کہ شرار کواکب ازوے جست

نازنیں دیدہ تیغ مژگاں ست — دیدہ یک بسملیست حیرانش

باد آشفتہ گرد باسر کو — آب دیوانۂ پریشاں مو

آتش از سوز عشق سوختہ جاں — شعلہ از وجد شوق دست افشاں

سر زد از شعلہ موج طوفانی — بر شد از آہ و نالۂ ہیجانی

ایں بگفت و کشید از دل آہ — زد بشہر آتشے عجب ناگاہ

شعلہ ہا سر کشید تا بفلک — الاماں گفت آسمان و ملک

شد سراسیمہ احقر بدبخت — کہ بسوزد دریں عقوبت سخت

(ترجمہ) یہ شعر نہیں ہے بلکہ نالہ خونیں نوا ہے۔ دل کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی آواز ہے۔

اب نہ دل میرے ہاتھ میں ہے نہ محبوب میرے پاس ہے۔ اب تو میں نے اپنے دل پر پتھر رکھ لیا ہے اور اپنے سر پہ ہاتھ۔

اے احقر آ اور وہ قصہ ذوق و شوق بیان کر کہ اب یہ دور ختم ہو رہا ہے اور آرزو باقی ہے۔

(ترجمہ) اُس نے آئینہ کا دل کچھ اس طرح توڑ دیا کہ اس سے کواکب کی طرح شرارے اُڑنے لگے۔

وہ ایسا معشوقِ طناز ہے کہ اس کی پلکیں برچھیوں اور تلواروں کی طرح خون بہاتی ہیں اور اُس کی آنکھیں گویا ایک بسملِ حیران ہیں۔

ہوا اس کے عشق میں آشفتہ سر ہے اور اس کے کوچے کا گردباد ہی کی طرح طواف کرتی ہے۔ پانی اس کے فراق میں بال پریشاں کئے دیوانہ وار پھرتا ہے۔

آگ اس کے سوزِ عشق میں سوختہ جاں ہے اور شعلہ اس کے شوق میں وجد کناں اور دست افشاں نظر آتا ہے۔

شعلے سے موجِ طوفاں زا پیدا ہوئی اور آہ و نالے نے ایک فتنۂ قیامت برپا کر دیا۔

اُس نے یہ کہا اور دل سے ایک آہ کھینچی۔ اور شہر میں اچانک ایک خوفناک آگ لگ گئی۔

دم بھر میں اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اور آسمان اور فرشتے الاماں الاماں پکار اُٹھے۔

بدقسمت احقر اس قیامت کی آگ سے سخت سراسیمہ ہو گیا کہ کہیں وہ بُری طرح اس آگ میں نہ جل جائے۔

"نظارہ بروقت تجہیز و تکفین سر بے تن"

بامیدے کہ شود جلوہ گر آں سرو رواں — خاک شد جبہ و در راہ قدمبوسی ریخت

سرمہ آلود نگاہے کہ بیاد م آید — کہ سرشک شفقی از مژہ ام طبسی ریخت

به در دولت آں سید عالی محمود — ہمہ تن اشک شدہ بر درِ ناقوسی ریخت
شمع از رشک رخش سوخت سراپا احقر — جائے اشکش ہمہ خاکستر طاؤسی ریخت

(ترجمہ) اس اُمید میں کہ وہ سرو رواں اس طرف جلوہ گر ہوگا میری جبینِ عقیدت خاک ہوگئی اور اُس کی قدمبوسی کی راہ میں بکھر گئی۔

اس کی سُرمہ آلود نگاہیں جب مجھے یاد آتی ہیں تو میری آنکھوں سے موٹے موٹے سُرخ رنگ کے آنسو گرنے لگتے ہیں۔

اس سید عالی کے در دولت پر پہنچ کر میں سرتا پا اشک بن گیا اور نالۂ ناقوس کے ساتھ اس کی خاکِ آستاں پر بکھر گیا۔

اے احقر! شمع اس کے رُوئے جہاں تاب کو دیکھ کر آتشِ رشک سے سر سے پاؤں تک جل گئی۔ اور اس نے اشکوں کی جگہ اپنے وجود کی طاؤس جیسی خاکستر رنگیں کو بکھیر دیا۔

(دیگر)

رفت آنجا کہ بود آں دل چاک — بسملے دیدہ او فتادہ بخاک
گفت اے خفتہ چشم بالا کُن — نگہے سُوئے من خدارا کن

دلِ افسردۂ من شیشۂ جاں را بشکست — کردہ اندوہ و غم و درد بخاطر پیوست
بہرِ دیدار بتو آمدہ خستہ احقر — سُوئے من بہرِ خدا کن نظرے از شفقت

دیگر

مبادا ہیچ دل بے عشق بازی
دلے باشد حقیقی یا مجازی

مجاز آئینہ دار روئے معنی است
سر ایں جلوہ ہم در کوئے معنی ست

جہان وصد جہان قربان بر تو
بقربانی ہزاراں جان بر تو

ولے سرتا قدم ماوائے اندوہ
ز چشم زخم خود دریائے اندوہ

دلے گر دیدہ آتش پارۂ عشق
ز چشم داغ در نظارۂ عشق

ولے یابم ہوس خیز شہادت
برنگ غنچہ لبریز جراحت

دلے کز عشق سامانش نہ باشد
بجز خجلت بدامانش نہ باشد

مرا در جام صورت ریخت ساقی
شرابے را کہ نامش بودہ باقی

دل مجروح عشقش را مقام است
مئے او را شکست شیشہ جام است

بیا رش شور بلبل رنگ بستہ
نمکداں ہا بزخم گل شکستہ

بشوقش لخت دل دیوانہ چشم
چراغاں دیدہ شد در خانۂ چشم

(دیگر)

مرد غازی ز در بروں آید
نام او را طلسم بکشا ید (کذا)

عشق را موسم بہار ایں ست
از دل و داغ لالہ زار ایں ست

از خیالش کہ فصل نیساں است
مژہ ابر ست و اشک باراں است

نالہ یک نغمہ ریز بلبل او
دود دل طرۂ ز سنبل او

دل پر خوں گلے ز بستانش
آہ یک سرو از خیابانش

کرغمش قلب ہا پریشاں است　　طپشِ عشق برگ ریزاں است

جگرے بخت بدچہ می باشد　　بر جراحت نمک چہ می پاشید

بہ زلف و خالِ خوباں دادہ پیوند　　دلِ عشاق را لطفِ خداوند

اگر خواہی حیاتِ جاودانی　　براہِ عشق رو تا می توانی

شہیدِ عشق را مردہ نگویند　　براہِ عشق جز زندہ نہ گویند

دریں عالم ز ایجادِ تو مقصود　　رضائے حق تعالےٰ دوستے بود

اگر خواہی حیاتِ جاودانی　　رضائے حق ہمی جو تا توانی

(ترجمہ) وہ وہاں پہنچا جہاں غمزدہ بادلِ صد چاک موجود تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک بسمل خاک پر اُفتادہ ہے۔

اس سے کہا کہ اے سونے والے آنکھ کھول اور خدارا ہماری طرف نظر اُٹھا کر دیکھ۔

میرے دلِ افسردہ نے شیشۂ جاں کو توڑ دیا ہے۔ اور غم واندوہ اور درد وداغ کو بخوشی اپنا مقسوم بنا لیا ہے۔

احقرِ خستہ جگر دیدار کی تمنا لے کر تیری طرف آیا ہے۔ خدا کے واسطے اس کی طرف بھی ایک نگاہِ لطف کے ساتھ دیکھ لے۔

خدا نہ کرے کہ کوئی دل جذبۂ عشق سے خالی ہو۔ خواہ وہ عشق مجازی ہو یا حقیقی۔

عشقِ مجازی بھی روئے معنی کا آئینہ دار ہے۔ اس جلوہ گاہ کا رُخ بھی کوئے معنی کی طرف ہے۔

جہاں بلکہ صد جہاں تجھ پر قربان ہیں اور ہزار جانیں تجھ پر صدقہ کیجا سکتی ہیں۔

محبّت بھرا دل تو غم و اندوہ کی آماجگاہ ہے بلکہ مجسّم اندوہ والم ہے اور اپنی ہی واردات اور چشمِ زخم کا شکار ہے۔

وہ دل جسے سوز و گدازِ عشق نے آتش پارہ بنا دیا ہے اور جو اپنی "چشمِ داغ" سے نظّارۂ شوق کر رہا ہے۔

مجھے ایک ایسا دل بخشا گیا ہے جو شوقِ شہادت سے بھرا ہے اور غنچے کی طرح جراحتوں سے بھر پوُر ہے۔

وہ دل جو داغِ محبّت سے محروم ہوتا ہے اس کے دامن میں سوائے محرومی کے کچھ نہیں ہوتا۔

میرے جامِ زندگی میں ساقی نے وہ شرابِ عشق بھر دی ہے جس کا نشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

دلِ مجروح اس کے عشق کا مقام ہے۔ اس کی شرابِ شوق کے لئے دل کا کوزۂ شکستہ جامِ جم کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کی یاد میں شورِ بلبل نے بہار کے خاکوں میں رنگ بھرا ہے۔ اور پھولوں کے زخموں پر نمکدان توڑے ہیں۔

اس کے شوقِ لقا میں ہر لختِ دل سراپا چشمِ انتظار بنا ہوا ہے اور آنکھوں کے حلقوں میں اس کے جلووں کے خیال سے چراغاں ہو رہا ہے۔

(دیگر)

کوئی مردِ غازی دروازے سے اندر آئے گا اور اس کے نام کے طلسم کو توڑ دے گا۔

عشق کے لئے موسمِ بہار یہی ہے اور دل کی دنیا میں داغوں سے جو لالہ زار کھِلتے ہیں اُن کے جلوے یہیں دیکھے جا سکتے ہیں۔

اس کا خیال فصلِ نیساں کی طرح بہار آفریں ہے، جس کے آتے ہی پلکیں بادلو کی طرح برستی ہیں اور اشکوں کے موتی بکھرتے ہیں۔

نالہ اس چمنستانِ عشق کا بلبل نغمہ ریز ہے اور دل سے اُٹھنے والا آہوں کا دُھواں اس کا سنبلستان ہے۔

دلِ پرُ خوں اس کے گلستانِ تعشق کا پھول ہے اور آہ اُس کے خیابانِ حمیّت کا سروِ ناز ہے۔

اُس کے غمِ عشق میں نہ جانے کتنے دل خون ہوئے ہیں اور اس کے فراق کی بادِ خزاں کس طرح باغِ آرزو میں پت جھڑ لگا دیتی ہے۔

اے لوگو! تم مجھ قسمت کے مارے کے دل پر کیوں چرکے لگاتے ہو اور کیوں میرے زخمِ جگر پر نمک پاشی کرتے ہو۔

اللہ پاک نے عاشقوں کے دلوں کو معشوقوں کے خدوخال سے وابستہ کر دیا ہے اور اُن کی زلف گرہ گیر کے حلقے میں پھنسا دیا ہے۔

اگر تو حیاتِ جاوداں کا طلب گار ہے تو عشق کی راہ میں قربان ہو جا۔ یہی کام کرنے کا ہے بشرطیکہ تجھ میں اس کی ہمت ہو۔

جو راہِ عشق میں شہید ہو جاتا ہے اُسے مُردہ نہیں کہتے۔ عشق کی دنیا میں تو

صرف زندگی ہے موت نہیں۔

اِس عالمِ امکان میں تیری پیدائش کا مقصد رضائے الٰہی کی طلب اور حق کی دوستی ہے۔

اگر تو حیاتِ جاوداں کا تمنائی ہے تو جہاں تک تجھ سے ہو سکے رضائے الٰہی کا طلب گار بن۔

ماہِ محرم الحرام (سنہ ۵۸۸ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم) کی تیرہ تاریخ کو اشقیائے بیدین کے ساتھ ہونے والے ان معرکہ ہائے جدال و قتال اور میدانِ کارزار میں مندرجہ ذیل مجاہدینِ اسلام والمسلمین نے جامِ شہادت نوش فرمایا:۔

سالارِ کہتر عساکرِ اسلام امیر الاشجعین واکمل الکاملین سیدنا امام ابابکر کنیت علی اصغر نور اللہ بنورِ معرفتہ۔

سالار کہتر لشکر مجاہدین وغازیانِ اشجعین تہورِ اسلام والمسلمین سیدنا وسندنا امام ابو عثمان گرگامیہ نور اللہ مرقدہٗ و برہانہ اللہ اسرارہٗ۔

سالارِ کہتر افسر العساکر والمجاہدین اشجعینِ اسلام والمسلمین سیدنا وسندنا افضل الکاملین میران سیّد امام عبد العزیز نجمیہ قدس سرہٗ۔

سالارِ کہتر افسر العساکر والمجاہدین اشجعینِ اسلام والمسلمین قدوۃ الواصلین و زبدۃ المحققین سیدنا امام زین العابدین قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

سالارِ کہتر عساکر اسلام والمسلمین سیّدنا امیر کبیر مولائی ومرشدی زبدۃ الصلحاء و قدوۃ الفضلا سیّدنا امام ابو صالح کنیّت احمد انار اللہ برہانہٗ۔

سالارِ کہتر عساکرِ مجاہدین و غازیانِ دینِ متین اشجعینِ اسلام والمسلمین زبدۃ الابرارین والعابدین، قدوۃ الفقہا وعمدۃ الصلحا کہف الغربا والیتمیٰ والمساکین امام جمال اللہ حسینی نائب علمبر دار نور اللہ مرقدہٗ۔

سالارِ کہتر اشجعینِ اسلام والمسلمین باذن اللہ امیر الامرا امیر کبیر زبدۃ الکاملین والعاملین سیدنا امام یحییٰ متقی۔

جب حضرت والاشان امام زمان معدن الجود والاحسان زبدۃ العارفین والکاملین شہزادہ خراسان و سبزوار امام محمود شہید کے سرِ اقدس واطہر کی تجہیز و تکفین عمل میں آچکی تو دیگر شہدائے اسلام والمسلمین کی مقدس و مطہر لاشوں کو سپردِ خاک کیا گیا۔ (نور اللہ مرقدہٗ و برہان اللہ اسرارہٗ) اور آج کی تاریخ میں تمام رات اور ماہِ مذکور کی ۱۳ تاریخ کو وقتِ صبح کی اوّلیں ساعتوں تک اس کام سے غازیانِ دین نے فراغت پائی۔

برحمتک یا ارحم الراحمین۔

فصل چہارم

مہم محاربہ سی ہشت

یہاں سے لشکرِ اسلام آگے بڑھا اور راجہ نبہت راؤ گوپال سنگھ ساہو کے ساتھ معرکہ کارزار گرم ہوا۔ امامِ زماں سیّدنا وسندنا حضرت امام محمود شہید سبزواری کے تنِ بے سر نے بھی اس جدال وقتال میں حصّہ لیا۔ (جو پُراسرار طریقے پر نصرت مند مجاہدین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اس عرصہ کارو بیکار میں نمودار ہوا تھا جسے اس رُوحِ پرفتوح کا اعجاز ہی کہا جاسکتا ہے)

اس ہنگامہ حرب وضرب میں راجہ بنہت راؤ گوپال سنگھ ساہو نے اپنے بیدین ساتھیوں کی ایک کثیر جماعت کو اکٹھا کر لیا تھا اور قبائلِ جمہوریہ مع رعایا برایا اپنے جم غفیر کے ساتھ راجہ کی فوج میں آملے تھے۔ اس طرح ان جسارت آگیں دشمنانِ دین اسلام والمسلمین کا انبوہِ کثیر پھر ایک بار آمادہ رستخیز و کارزار و ستیز ہوا تھا مجاہدینِ نصرت قرین نے بھی جوشِ ایمانی اور غیرتِ اسلامی سے کام لے کر ان پر فتح پانے کے لئے تیغ و تبر سنبھال لئے تھے۔ قصہ کوتاہ دونوں طرف سے جدال و قتال کی آگ بھڑکنے لگی۔

میدانِ جنگ نیزوں کے تصادم، تلواروں کی جھنکار اور تیروں کی سنسناہٹ سے گونجنے لگا۔ دشمنوں نے طوفان کی طرح بان برسائے مگر مجاہدین بڑی جرأت و سُرعت کے ساتھ ان پر صاعقہ و رعد کی طرح ٹوٹ پڑے۔ اِس ہنگامۂ دار وگیر میں

قیامت کا سا شور و غل سنائی دیتا تھا۔ تلواریں سر قلم کر رہی تھیں، سنان و خنجر سینوں میں پیوست ہو رہے تھے۔

اسی حرب و ضرب میں دشمنوں کی صفیں کی صفیں اُلٹ گئیں۔ آخران کے پاؤں اُکھڑ گئے اور ان اشقیائے بیدین کو پھر شکست ہوئی۔ راجہ نبہت راؤ بہ مع سرداران و افواج و قبائل وغیرہ مجاہدین کے ہاتھوں تہِ تیغ ہو کر رہ سپارِ جہنم ہوا۔ اللہ پاک نے ایک بار پھر علمِ جہاد کو فتحمندانہ بلند کیا۔

الحمد للہ والشکر علےٰ نعمائہٖ والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ النبی الکریم۔

راجہ بنہت راؤ گوپال سنگھ ساہو کے ساتھ اس محاربہ جنگ و جدل میں پانچ ہزار سے کچھ زیادہ اشقیائے بیدین مارے گئے اور ان گنت زخمی ہوئے۔

مجاہدینِ اسلام میں حضرت امام المجاہدین امام محمود شہید سبز واری کے تنِ بے سر کا داہنا ہاتھ شہید ہوا۔ ۹۷ جانبازوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور کچھ تہور شعار گلگونہ زخم سے سرخرو ہوئے۔ اس معرکے میں ایک پہر سے زیادہ وقت لگا۔ شہدائے اسلام کی تجہیز و تکفین کے بعد مجاہدین نے دوگانہ شکر ادا کیا۔ بغیر توقف کئے ہوئے راجہ بوڈھن سمر و گوپال درت والی بڈھانہ کے علاقۂ محروسہ کے مضافات کی طرف رُخ کیا چونکہ اس ملگوں سار بیدین کے ساتھ گھٹیاوں اور جھودیہ قبائل کے بہت سے بیدین اور کفار (جو دونوں دنیاؤں میں نقصان اُٹھانے والے تھے اور جن کا ٹھکانہ جہنم تھا) اطراف و اکناف سے آکر جمع ہو گئے تھے اور انہوں نے نصرت شعار مجاہدین کے خلاف جنگ آزمائی و خون ریزی کی طرح ڈالی تھی۔

مہم محاربہ سی ونہ

دورانِ سفر ہی میں کہ مجاہدین قریہ لوئیاں تک پہنچے تھے۔ دشمن کی فوجوں سے مڈبھیڑ ہوگئی اور تیغ و تبر کے ساتھ ایک دوسرے پر حملے کئے جانے لگے تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ نیزہ وسناں سے سینے چھلنی ہونے لگے۔ خوں فشاں تلواروں اور بلا انگیز نیزوں نے جاں بازوں کا کام تمام کرنا شروع کر دیا۔ انہیں لمحات میں کہ جنگ نے زور پکڑ لی تھی راجہ پوڈمن سمرو کی طرف سے کمک آ پہنچ گئی۔

مجاہدین نے دشمن کی اس کثیر تعداد کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے پائے استقلال کو زمینِ معرکہ میں گاڑ دیا اور زیادہ جوش و خروش کے ساتھ غنیم پر حملہ کیا۔ طرفین سے بڑی شدت کے ساتھ جدال و قتال کے شعلے مشتعل ہوگئے۔ اس وقت میں ہنگامۂ حرب و ضرب کی قیامت خیزیوں کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

اشقیائے بیدین نے اپنی جسارتِ پرخسارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شدید حملے کئے اور ہجوم و ہیجان کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کی، مگر مجاہدین کی تیغ زنی اور خدنگ افگنی کے سامنے ان کی پیش نہ گئی اور غازیان دین کی خوں آشام تلواروں اور جاں ستاں نیزوں نے ان کشتنی و سوختنی دشمنوں کی بھیڑ میں سے ایک بڑی تعداد کا صفایا کر کے انہیں واصلِ جہنم کیا۔

قصہ مختصر وہ نکو ہیدہ کار بیدین راہِ سفر میں شکستِ فاش کھا کر بھاگ نکلے۔ اور جو لوگ اپنے سر بے مغز میں سرکشی و عدوان کے خیالات بھرے ہوئے اپنے استیلاء و غلبے کے تصورِ باطل کے ساتھ آئے تھے اب خاکِ ہلاکت پر پڑے ہوئے تھے۔ اور

بقیۃ السیف لشکر اور رعایا برایا کے غول، غولِ بیابانی کی طرح راہِ فرار اختیار کرکے اپنے خرابوں اور ظلمت کدوں میں جاکر رُوپوش ہو گئے تھے۔

اللہ پاک کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ اس نے اہلِ جہاد کو سُرخروئی جاوداں عطا فرمائی اور اس موقع پر پندارِ رجمند اور مواعظِ حسنہ بے حد سود مند اور کارگر ثابت ہوئے اور مجاہدین نے مشیتِ ایزدی کی تائید کے ساتھ کفار کے زور و قوت کو توڑنے اور قلعوں کو فتح کرنے میں عظیم کارنامے انجام دیئے۔ اس معرکے میں سینتیس[37] مجاہدین منصبِ عالیہ شہادت پر فائز اور کچھ غازیوں کے چہرے گلگونہ زخم سے آراستہ ہوئے۔

مہم محاربہ چہل

راہِ سفر میں قریۂ لوئیان کے قریب اس مہم کو سر کرنے کے بعد حق سبحانہٗ تعالےٰ کی عنایتوں کا شکر ادا کرنے کے بعد غازیانِ دینِ متین و لشکرِ اسلام والمسلمین نے راجہ بوڈھن سمر و گوپال دت کی راجدھانی کی طرف رُخ کیا۔

خبر پہنچی کہ راجۂ لعیں و خسارت آگیں اشقیائے بیدین کے ایک ہجومِ بیکراں اور انبوہِ کثیر کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار اور آمادۂ پیکار ہے اور حملہ کرنے ہی والا ہے۔ اس کی اطلاع مجاہدین کو اس وقت ملی جب وہ راجدھانی بڈھانہ سے تین کوس کے فاصلے پر تھے انہیں لمحات میں دشمن نے حملہ کر دیا — مگر مجاہدینِ نصرت قرین بھی اس معرکہ آرائی کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ انھوں نے بھی اللہ پر توکل کرتے ہوئے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور پورے جوش و خروش کے ساتھ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ کا نعرہ لگایا۔ اس معرکے میں اپنی قلتِ تعداد کے باوجود بڑی ہوش مندی

استقامت اور بلند حوصلگی سے کام لیا اور سرعتِ سریع کے ساتھ برق رفتاراں کی طرح دشمن پر حملہ آور ہوئے۔

دشمن بڑی جاں بازی اور جسارتِ پُرخسارت کے ساتھ جدال و قتال میں مصروف تھا۔ جنگ کی آگ تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ لیکن اسلام کے نصرت مند و بلند ہمت مجاہدین کا پائے استقلال میدانِ کارزار میں جما ہوا تھا اور اُن کی خون آشام تلواریں اور مرگ آفریں نیزے بجلیوں کی طرح اعدائے دین کے خرمنِ حیات پر گر رہے تھے اور معرکہ عدو سوزی میں یہ پیش قدمی کرنے والے غازی اپنے خصم افگن اور قلعہ شکن بازوؤں سے کام لے رہے تھے۔ اپنے خدنگِ بلا اور ناوکِ شعلہ زا سے دشمن کے سر پر قیامت برپا کر رہے تھے اور اپنے ہر ایک حملے میں تیغِ سر افشاں سے دشمنوں کو خاکِ ہلاکت پر گرا کر مراحلِ جہنم طے کرا رہے تھے۔

آخر سخت دار و گیر کے بعد کہ عصر کے بعد کے وقت سے لے کر نصف شب تک ہنگامۂ کارزار گرم رہا، بالآخر اِن کشتنی و سوختنی دشمنوں کے جم غفیر کے پیروں کے نیچے سے زمین کھسکنے لگی۔ اُن کی ہمت جواب دے گئی اور وہ اپنی رم خوردہ قسمت کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے اور غازیانِ نصرت مند اور مجاہدینِ ارجمند نے لشکرِ اعدا پر فتح پائی۔ بیشمار لوگ مقتول ہوئے اور اَن گنت آدمی زخموں سے چُور ہو گئے اور بقیۃ السیف لشکر اور اس کے نکوہیدہ کار ساتھیوں نے خوف زدہ و سراسیمہ ہو کر جنگلوں سے ہوتے ہوئے راہِ فرار اختیار کی اور اپنے خرابوں کی طرف نکل گئے۔

غازیانِ اسلام فیروزی انجام میں سے سالارِ عساکرِ اسلام والمسلمین حضرت امام موسیٰ زاہدی، حضرت مولائی و مرشدی مصدرِ جود والکرم منبع العلم والحکم زبدۃ السالکین و

قدوۃ الواصلین امام العادل والخیرات رکن الاسلام والمسلمین امام رکن الدین ابوالفتح دیگر مجاہدین و غازیانِ اشجعین کے ساتھ جن میں چیدہ چیدہ افراد اور آزمودہ کار افسرانِ فوج تھے، ان بد دینوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور پیشقدمی ہائے مردانہ اور ترددات تہورآنہ کے ساتھ ان زیاں کاروں اور ہزیمت شعاروں کو جالیا۔ ایک بار پھر جدال و قتال کا ہنگامہ برپا ہوا، طرفین کی زدو خورد اور حرب و ضرب نیز دشمنوں کی ہاؤ ہو اور چیخ پکار سے عرصۂ مبارزت میدانِ حشر بن گیا۔

اس ستیز و آویز میں نگوں سار و خسارت شعار راجہ بودھن سمر و گوپال دت اور اس کے لشکر کے بہت سے آدمی اور کماندار مارے گئے اور ره نوردِ صحرائے عدم ہوئے۔ اس موقع پر راجہ نے مجاہدین سے جو باتیں کیں، مندرجہ ذیل اشعار سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

گفتہ راجہ:

گفت اے زمرۂ حیا جوشن (کذا) مستیز بد بیش ازیں بامن

من دریں امر سخت حیرانم ۔۔۔ چہ کنم چارۂ نمیدانم

گشتہ خوار و خفیف و شرمندہ ۔۔۔ سرِ خجلت بہ پیش افگندہ

بیم و شر بندگی ست مرا طوار ۔۔۔ نہ اماں یافتم زخویش و تبار

گفتہ غازیان:

(گفتہ اے بدنہاد و بداطوار ۔۔۔ چہ سرائی بطعنۂ اغیار)

تا کجا از تو فتنہ ہا برخاست ۔۔۔ لیک سر رشتہ در کفِ مولاست

نہ شود غیر ازیں علاجِ دگر ۔۔۔ کہ شود کافیت نصیحت گر

شاید از قول حضرت جامی ۔۔۔ کہ شود شوخ بے ادب رامی
آنچہ شرطِ نصیحت و پنداست ۔۔۔ حیلہ و مکر و عہد و سوگنداست
[چہ خیال محال می داری ۔۔۔ بہ سخن سازی و بہ مکاری]
کہ دریں قضیہ تیغ قاضی شد ۔۔۔ ملک الموت از تو راضی شد]
حاضراں برطریقِ استعجال ۔۔۔ [کردہ از آں لعین استیصال]

(ترجمہ) راجہ نے کہا اے جماعتِ مسلمین حیاداری و نیکوکاری جس کے بازو کا جوشن ہے، اب اور مجھ سے جنگ نہ کرو۔

میں اِس قضیہ میں بے حد پریشان اور سخت حیران ہوں۔ میں کیا کروں میرے سامنے کوئی چارۂ کار نہیں۔

اب میں بے طاقت ہوں، خوار و نگوں سار ہو گیا ہوں اور اپنے کئے پر شرمندہ ہوں اور احساسِ ندامت کے ساتھ سر جھکائے ہوئے آیا ہوں۔

میں جو کچھ کر چکا ہوں اس پر نادم بھی ہوں اور اس کے نتائج سے خوف زدہ بھی، مگر میں کیا کروں۔ میرے خویش و اقارب نے مجھے امان نہ دی۔

غازیانِ دین نے جواب دیا کہ اے بد اطوار دنکوہیدہ کار اپنے اعزا و اقارب کی طعنہ دہی کے بارے میں تیری ان بیکار باتوں سے اب کیا فائدہ۔

کیا تو نہیں جانتا کہ تو نے خود کتنے فساد اور فتنے برپا کئے لیکن فتح و شکست کا سر رشتہ کسی انسان کے نہیں اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(اس وقت ہمارا یہ خیال ضرور تھا) کہ سب سے بہتر یہی صورت ہے کہ نصیحت گوئی اور صلح جوئی کی راہ اختیار کی جائے۔

شاید حضرت جامی کا یہ قول سچا ثابت ہو کہ کبھی کبھی شوخ چشم اور بے ادب آدمی بھی نصیحت سُن کر سر جھکا دیتا ہے اور رام ہو جاتا ہے۔

جو کچھ کہ نصیحت و پند کی شرائط ہیں اور ایسے مواقع پر جو وعدہ وعید اور عہد و سوگند ممکن ہے وہ سب کچھ ہوا۔

لیکن اب تمہارا عذر و معذرت بیکار ہے اور اس وقت یہ مکّارانہ سخن سازی بے معنی بات ہے۔

اِس قضیہ کا فیصلہ تلوار کر چکی ہے اور تو ملک الموت کے سائے میں آچکا ہے۔

اس کے بعد حاضرین نے استعمال سے کام لیتے ہوئے اُس اجل رسیدہ کا کام تمام کر دیا۔

اس کارِ رستخیزی میں بہت سے آدمی مارے گئے، بہت سے زخمی ہوئے اور پانچ سو اسی آدمی زندہ گرفتار ہوئے، جن سے بہت سا مال غنیمت لے کر اُن کو چھوڑ دیا گیا۔ عَلمِ جہاد فتحمندیوں کے ساتھ بلند ہوا۔ مجاہدین نے حق سبحانہٗ تعالےٰ کی بارگاہ میں دوگانہ شکر ادا کیا۔

وقالوا الحمدُ لِلّٰہِ الّذی اذھب عنا الحزن۔ انّ ربّنا لغفورٌ شکورٌ الّذی احلّنا دار المقامۃ من فضلہ۔ (پارہ ۲۲۔ سورہ الفاطر رکوع ۱۵)

(ترجمہ) اور کہیں گے تمام تعریفیں ہیں اس اللہ پاک کے لئے جس نے دُور کیا ہم سے غم کو تحقیق ہمارا پالنے والا بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے جس نے اُتارا ہم کو ہمیشہ رہنے کے گھر میں۔

اس آخری معرکے میں حضرات اولیائے اسلام والمسلمین میں سے ایک سو نواسی جاں بازانِ اسلام نے جامِ شہادت نوش کیا

ان میں تین شہدائے عظام بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں :-

اول امام الاولیاء والمجاہدین حضرت امام محمود شہید سبزواری کہ جوں ہی یہ سلسلۂ جہاد اختتام پذیر ہوا آپ کا تنِ بے سر خاکِ شہادت پر گر پڑا اور اس طرح آپ مرتبۂ شہادتِ عظمیٰ پر فائز ہوئے۔

دوئمی۔ سالارِ عساکرِ مجاہدینِ اسلام والمسلمین قدوۃ الصادقین وزبدۃ الصالحین سیدنا وسندنا امام موسیٰ زاہدی نے (بساعتِ اوّل مغربین) شہادت پائی۔

سوئمی۔ سالارِ عساکرِ غازیانِ اشجعین زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین امام الاولیأ استاد العارفین رہبرِ صراطِ مستقیم معلمِ القرآن مفسر الفرقان (استاد صوری ومعنوی حضرت امام المجاہدین) سیدنا محمود شہید سبزواریؒ سیدنا وسندنا مرشدی ومولائی میران شاہ رکن الدین رکن الاسلام والمسلمین ابوالفتح رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے نوراللہ مرقدہٗ وبرہان اللہ اسرارہٗ۔

الحاصل قرآنِ پاک اس آیتِ شریفہ ومقدسہ کے مصداق

الذین اٰمنوا وصابروا وجاھدوا فی سبیل اللّٰہِ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللّٰہ واولٰئک ھم الفائزون (پ سورۃ توبہ)

(یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور صبر کرنیوالے ہیں اور جنہوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اپنے اموال اور اپنے اجسام کے ساتھ اللہ کے نزدیک اُن کا بہت بڑا درجہ ہے اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے)

لشکرِ اسلام والمسلمین نے کارہائے جہاد فی سبیل اللہ سے فراغت پائی۔ بعد ازاں مجاہدین کے ہاتھوں امام الملت والدین سید السادات زبدۃ المجاہدین اسلام والمسلمین شاہِ شاہاں قرۃ العین والئ خراسان امام محمود شہید سبزواری کے جسدِ اطہر کی تجہیز و تکفین ماہِ محرم الحرام کی ۱۴ تاریخ سنہ ۵۰۸ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو عمل میں آئی جس سے دو گھڑی رات گزرنے پر فراغت ہوئی۔ اسی تاریخ کو اور اسی شبِ دیجور میں حضرت امام الاولیا زبدۃ الفقرا مولائی و مرشدی و استاذی حضرت شاہ رکن الدین رکن الاسلام والمسلمین ابوالفتح کو بھی سپردِ خاک کیا گیا۔ اللہ پاک اُن کی خاکِ پاک کو عنبرین فرمائے۔

ماہ مذکور کی پندرھویں تاریخ کو باقی شہدائے اسلام کو میدانِ شہادت کی خاکِ پاک میں دفن کیا گیا۔

فاللہ خیرٌ حافظًا وھو ارحم الراحمین

(اللہ پاک ہی سب سے بہتر حفاظت کرنیوالا ہے جو ارحم الراحمین ہے)

جب حضرت امام کے جسدِ اطہر کو خاک پر رکھا گیا تو یہ شعر مجاہدینِ اسلام کی زبان پر آئے۔

اشعار بشان مجاہدینِ اسلام نور اللہ مرقدہما

خضرے در رسید از صحرا — نزد آں کشتگانِ تیغِ جفا
دید آں سرورانِ درگہِ پاک — تنِ بے سر چوں گل فتادہ بخاک
اثرے ماندہ در جسد از جاں — ہم چو گردے ز کارواں پراں

پیر فرمود (با دو دست دعا) [اے شہیدانِ راہِ صدق و وفا]
[بر شما باد رحمت و انوار] چوں کشید ید محنت بسیار
[بادِ رحمت بروحِ پاکِ شما] (عنبریں باد مشتِ خاکِ شما]
چیست غم بندہ را ز سختی و بیم گر بداند کہ ہست حیّ کریم
[اندکے ہر سہ چشم وا کردند [در حقِ غازیاں دعا کردند]
(بعد یک لحظہ با خدا گشتند از رفیقانِ خود جدا گشتند)
دل سراسیمہ دیدہ سر گرداں ہوش دیوانۂ و خرد حیراں
بے خبر شد ز خویش و رفت ز کار شد ز حیرت چو صورتِ دیوار
بود چندے اسیر خاموشی غنچہ اش سر بسر بے ہوشی
از نظر ہا چناں شدند بدر کہ از انہا نماند ہیچ اثر
شہدا تا ابد نمی میرند دست از پا فتادہ می گیرند

(ترجمہ) اچانک ایک خضر جیسی مقدس صورت و سیرت والا شخص گوشۂ صحرا سے نمودار ہوا اور ان کشتگانِ تیغ جفا کے سرہانے پہنچا۔

اس نے دیکھا کہ بارگاہِ خداوندی کے وہ مقبول بندے ایک تنِ بے سر کے ساتھ خاکِ شہادت پر آرام فرما ہیں۔

ان کے پاک اجسام میں جان کی رمق باقی رہ گئی ہے جیسے گزرنے والے قافلے کی گرد اڑ رہی ہو۔

اس پیرِ مرد نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور کہا اے راہِ صدق و وفا

میں شہید ہونے والو

تم پر نور اور رحمتوں کی بارش ہو۔ تم نے راہِ حق میں بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔

اللہ پاک تمہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور تمہاری مشتِ خاک کو عنبریں فرمائے۔ آمین

بندگانِ راہِ خدا کو کسی سختی کا کیا خوف ہو سکتا ہے جب اُن کو معلوم ہے کہ اللہ پاک کی ذات ازلی اور ابدی ہے اور وہ بڑا رحمٰن اور رحیم ہے۔

اس پر تینوں شہیدوں نے کچھ دیر کے لئے اپنی آنکھیں کھول دیں اور غازیوں کے لئے دعا کی۔

ایک لمحے کے بعد وہ آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے اور اپنے رفیقوں سے جدا ہو گئے۔

اُس کا دل سراسیمہ اور اُس کی آنکھیں سرگرداں تھیں، اُس کے ہوش و حواس پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی اور اس کی عقل حیران تھی۔

اُسے اپنی خبر نہ رہی کہ وہ کون ہے اور اُسے کیا کرنا ہے۔ انتہائے حیرت میں وہ صورتِ دیوار بنا کھڑا رہا۔

کچھ دیر اسی طرح وہ خاموشی کے طلسم میں اسیر رہا اور اس کے غنچۂ دل پر بے حسی و پژمردگی طاری رہی۔

پھر وہ نظروں سے ایسے اوجھل ہو گئے کہ اُن کے مادی وجود کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔

شہدار کبھی مرتے نہیں ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور گم کردہ راہوں۔ اور مصیبت میں پڑے ہوئے انسانوں کی مدد کرتے ہیں۔

وَلَا تقولوا لمن یّقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ وّلکن لا تشعرون۔ (پارہ ۱۔ سورہ بقر رکوع ۱۸)

(جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے ان کو مردہ مت کہو (بلکہ) وہ تو زندہ ہیں ہاں تم اُن کو نہیں دیکھ سکتے)

واصبر وما صبرك الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تکن فی ضیقٍ مّمّا یمکرون۔ (پارہ ۱۴۔ رکوع ۱۵ سورہ)

(اے محمد صبر کرو اور نہیں صبر تمہارا مگر اللہ کے ساتھ اور اُن پر غم مت کھاؤ۔ اور تنگ مت ہو ان کے مکر نے سے)

ان سالارانِ شجیین اسلام والمسلمین کی تجہیز و تکفین کے بعد غازیانِ دین نے قرآن کی آیاتِ بینات اور وعظ و تلقین سے صبر و استقامت حاصل کی اور اس آیتِ کریمہ پر مجلسِ وعظ اختتام پذیر ہوئی۔

وقالوا الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ (پارہ ۸ سورہ الاعراف رکوع ۸)

(اور انہوں نے کہا اللہ پاک کا ہزار ہزار احسان جس نے ہمیں اس کی طرف ہدایت کی اور اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی نہ ہوتے ہدایت پانے والے)

وقالوا الحمد للہِ الّذی صدقنا وعدہٗ واورثنا الارض من الجنّت حیث نشاء فنعم اجر العاملین۔ (پارہ ۲۴ سورہ الزمر رکوع ۸)

(اور کہیں گے سب تعریفیں اللہ پاک کے لئے جس نے سچا کیا ہم سے اپنے وعدہ اور وارث کیا ہم کو زمینِ بہشت کا اور جگہ پکڑتے ہیں ہم بہشت میں جہاں چاہتے ہیں اور بہت اچھا ہی اجر عمل کرنے والوں کا)

چند اشعار مزید برآں

شدہ زخمی ز دست خویش ہمہ　　سر و پا سینہ ریش ریش ہمہ
ہمہ از زخم پارہ پارہ چو گل　　ہر یک آشفتہ بوئے چوں سنبل
ہمہ رفتند سوئے منزل خویش　　با دل داغ داغ و سینۂ ریش
ہر سہ رفتند و دیدہ ہا دُرسفت　　بعد چندے بجز سلام نہ گفت
از قدیم است این سخن مشہور　　درمیانِ گروہِ اہلِ شعور
گشت خاموش در مقامِ رضا　　یکسر مو نشد ز جا بے جا
گفت نوروز عاشقاں این است　　جلوۂ عید بیدلاں این است
دید نقشے بہ ہیئتِ تصویر　　کہ چکیدہ ز خامۂ تقدیر
آہ بس دیدنش ربود ز خویش　　شد روانش چو غنچہ محشر ریش

(ترجمہ) وہ سب اپنے ہی دستِ شوقِ (شہادت) سے زخمی ہو گئے تھے وہ سر سے لے کر پیر تک ریش ریش تھے۔

وہ سب زخموں سے پھولوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے تھے اور ہر ایک کے بال گیسوئے سنبل کی طرح پریشان و پراگندہ تھے۔

وہ سب اپنی منزل کی طرف واپس لوٹ گئے اس حالت میں کہ ان کے دل

سوزِ جدائی سے داغ داغ تھے اوران کے سینے لذّتِ فراق سے پارہ پارہ ہوگئے تھے۔

وہ تینوں چلے گئے تھے اور آنکھیں اُن کی جدائی میں اشکِ مسلسل کے موتی پرو رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر اسی طرح ٹھہرے رہے اور آخر رخصت ہوگئے۔ ایک سلامِ عقیدت کے سوا ان کے مُنھ سے کچھ نہ نکلا۔

قدیم زمانے سے اہلِ شعور کے گروہ میں یہ بات مشہور چلی آرہی ہے۔

کہ جو مقامِ رضا میں پہنچ گیا اور اپنا سب کچھ مرضیٔ الہٰی کو سونپ کر خود خاموش ہوگیا۔ اس کا کبھی بال بھی بیکا نہ ہوا۔

اس نے کہا کہ یہی تو عاشقوں کا جشنِ نوروز ہے اور یہی تو ہے جسے بے دلوں کے لئے جلوۂ صبحِ عید کہنا چاہیئے۔

اس نے ایک نقش دیکھا جو تصویر کی سی ہیئت رکھتا تھا اور جسے قلمِ تقدیر نے صفحۂ وجود پر منقّش کیا تھا۔

اُسے دیکھتے ہی اس پر بے خودی کا عالم طاری ہوگیا اور اس کی روح غنچے کی طرح لخت لخت اور پارہ پارہ ہوگئی۔

حصّہ ب

اشعار در منقبت حضرت والا منزلت میران شہید
مع واقعات آں

دل برے در کمالِ رعنائی — گلشنِ دیدۂ تماشائی
حسنِ خوبش بہشت دیدنہا — دور لیکن گلشن زچیدنہا
دلستاں پیکرے پری زادے — خوردِ غلماں سرشت آزادے
آتشیں جلوہ برقِ شعلہ خرام — غنچہ لب گلعذار سرو اندام
جلوہ طاؤس شوخی و انداز — عشوہ رنگیں سرو گلشنِ ناز
ابروش تیغِ ماہِ نو مانند — تشنۂ خونِ بیگناہے چند
قامتش خیل فتنہ را سالار — حشر برق افگن و قیامت بار
چشمش آہوئے شوخ و وحشت خو — میکند رم ز سایۂ ابرو
نگہش برق پاش مزرعِ دل — غمزہ اش ہوش ریز عقل گسل
ہیچ کس را چو خود نمی داند — ہمہ گر یوسف است می راند
مژہ تیرے کزو پری ریزد — ہمہ جورد ستم گری ریزد
ہست او محوِ خویشتن چو گل — عالمے در محبتش بلبل
بر خراشِ جگر زند از رو — بانمک ریزہ ہا تبسم او

گوئے سینہ وگیسوشِ چوگاں (کذا) بردہ او گوئے دل زمہ رویاں
بہر انگشتہا حنا بستہ (کذا) گوئی از غنچہ دستہا بستہ

تاب رشکِ میانِ چوں مویش | دادہ باپیچ و تاب گیسویش
همہ در عمر ہشت و دہ سالش | ہم چو سایہ رواں بہ دنبالش
گاہ شوقش چو در سرود آرد (کذا) زہرہ از آسماں فرود آرد
چوں سراید نوائے درد اثر | دیدہ را رخت بُرد کند دربر
نیست خالی دلش ز عشق و جنوں | ہست لیلیٰ و لیک بے مجنوں (کذا)
بے مثالست حُسن و آرایش | درجہاں ذاتِ اوست ہمتایش
تا کجا وصفِ حُسن او گویم | در رہِ دشت شعلہ چوں پویم
ہست آں شوخ جملہ تن آتش | گلشنستانِ شعلہ سرکش

منکہ عمرے جہاں نور، دیدم | خوبرویاں جہاں جہاں دیدم
در نیامد بچشمِ عبرت بیں (کذا) چوں تو یارے بسطحِ روئے زمیں
چوں شرر نغمہ ریز آتش گر | ختم کرد ایں سرود شعلہ اثر
ریخت عشقش ز حُسنِ عقل گسل | برق زارِ بلا بخرمنِ دل
اشک از خونِ دل شگفت بہار | گشت مژگاں چو رشتۂ گلنار
شرفش داد آں قدر رفعت | کہ بشانش نمی رسد شوکت

(ترجمہ) وہ معشوقِ دل رُبا اپنے حُسن و جمال کے اعتبار سے انتہائی حسین و دل آویز تھا اور اس کا چہرہ دیکھنے والی نگاہ کے لئے رشکِ صد گلشن تھا۔

اس کا جمالِ جہاں آرا فردوسِ دیدہ و جنتِ نگاہ تھا لیکن اس کے حُسن کے پھول چُنے نہیں جاسکتے تھے۔

وہ ایک پیکرِ دل نواز اور ایک معشوقِ پری زاد تھا۔ اس رشکِ حورِ بہشتی کو اس کے قد کی زیبائی کی وجہ سے سروِ آزاد کہا جا سکتا ہے۔

وہ "برقِ جلوہ" "شعلہ خرام" "غنچہ لب" "گل عذار" اور "سرو اندام" تھا۔

وہ اپنے ناز و انداز کے ساتھ طاؤس کی طرح جلوہ بار تھا اور اس کے عشوۂ رنگیں کو "سرو گلشن ناز" کہا جا سکتا ہے۔

اس کے ابرو تیغ خوں آشام کی طرح تھے جو ہمہ وقت بیگناہوں کے خون کے پیاسے تھے۔

اس کا قد فتنوں کے لشکر کا سالار تھا، جو حشر اٹھاتا، برق افگنی کرتا اور قیامتیں برپا کرتا رہتا تھا۔

اس کی آنکھیں ایک شوخ دیدہ وحشت خوردہ آہو کی طرح تھیں جو اس کے سایۂ ابرو سے رم کرتی تھیں۔

اس کی نگاہ خرمنِ دل پر برق پاشی کرتی تھی اور اس کا غمزہ دشمنِ عقل و ہوش تھا۔

وہ کسی کو بھی اپنے برابر نہیں سمجھتا، چاہے کوئی اس کے سامنے یوسف بن کر آئے۔ وہ اس پر ایک نگاہ غلط انداز بھی نہ ڈالے گا۔

اس کا سایۂ مژگاں ایک ایسی بدلی ہے جس سے پریاں اترتی ہیں اور جس کے دامن میں جور و ستم پروان چڑھتے ہیں۔

وہ پھول کی طرح اپنے حسن کی رعنائیوں کے خیال میں مست رہتا ہے اور ایک دنیا اس کی محبت میں بلبل کی طرح نالہ سنج رہتی ہے۔

اس کا مسکراتا ہوا چہرہ اپنے تبسمِ ناز سے زخمِ دل پر نمک پاشی کرتا ہے۔

اس کا سینہ گیند ہے اور اس کی زلفیں چوگان کی طرح اس سے کھیلتی ہیں۔ اور

بہت سے حسینوں کا دل اُس نے اپنی زلفِ عنبریں کے جال میں پھنسالیا ہے۔

اس کی اُنگلیوں کے پوروے حِنا بستہ ہیں اور اُن کے ساتھ اس کا ہاتھ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کلیوں سے بنا ہوا کوئی گلدستہ۔

اس کی بال جیسی باریک کمر کے رشک نے اس کے گیسوؤں کو پیچ و تاب میں مبتلا کر دیا ہے۔

اس کی اٹھارہ سالہ عمر نے اس میں بے پناہ کشش پیدا کر دی تھی اور اُس کی زُلفِ گرہ گیر کے گرفتار ہمہ وقت سائے کی طرح اس کے ساتھ رہتے تھے۔

کبھی اس کا شوق اُسے مائل بہ نغمہ کرتا ہے تو زہرہ جو مغنیۂ فلک ہے، آسمان سے نیچے اُتر آتی ہے۔

جب وہ اپنی پُر درد و پُر اثر آواز کے ساتھ نغمہ سرائی کرتا ہے تو آنکھیں خون کے آنسوؤں سے رنگین ہو جاتی ہیں۔

اس کا دل عشق و جنون سے خالی نہیں۔ وہ لیلےٰ ہے لیکن اس کا مجنوں کہاں ہے؟

اس کا حسن اور حسنِ آرائش بے مثال ہے اور سوائے اس کے کوئی اس کا ثانی نہیں۔

میں کب تک اس کے اوصافِ حُسن کو بیان کروں اور اس دشتِ شعلہ ساماں میں تا بکے سرگرداں رہوں۔

وہ شوخ و شنگ محبوب تو سراپا شعلہ ہے اور وہ شعلوں اور شراروں کا چمنستان ہے۔

میں نے ایک عمر تک دنیا جہان کی سیر کی ہے اور ساری دنیا کے خوبرویوں کو دیکھا ہے۔

میری ان عبرت نگاہ آنکھوں میں سوائے تیرے اور کوئی حسین نہیں سمایا۔

آخر اس آتش نوا مغنی ان نے اس سرودِ شعلہ اثر اور نغمۂ شرربار کو ختم کیا۔

عشق نے، اُس بے مثال حُسن کے ساتھ جو دشمنِ ایمان و آگہی ہے خرمنِ دل پر برقِ بلا کی بارش کی ہے۔

میرے خونِ دل سے بھرے اشکوں نے دامن پر بہار کے رنگین پھول بکھیر دیئے اور پلکیں پھولوں کی لڑیاں بن گئیں۔

غلامِ شرف نے مجھے اس قدر بلندی عطا کی کہ شوکت بخارائی کی شاعری بھی اس کی شان و آن کو نہیں پہنچتی۔

در ذکر شانِ والاشان عدیم البیان

یہ تفضلات الٰہی کی برکت اور الطافِ بادشاہی کی عنایت ہے کہ میں حضرت امام محمود شہید سبزواری کا ذکر کر رہا ہوں، جو شجاعت پناہ اور شہامت دستگاہ ہیں، صاحبِ شمائل حمیدہ اور فضائلِ برگزیدہ ہیں، جن کے انفاس قدسی اساس ہیں جو مراحلِ تدقیق کے کارواں سالار ہیں اور رہروانِ منازلِ تحقیق کے پیش رو ہیں، جو معاملات طریقت کے جاننے والے اور مکاشفاتِ شریعت کے کھولنے والے ہیں وہ افادت کے بحرِ دخار اور کشتِ ریاضت کے ابرِ گہربار ہیں۔ وہ سلالۂ خاندانِ رسالت اور چشم و چراغِ دودمانِ نبوت ہیں، وہ انجمنِ تصوف کے چراغِ روشن اور محفلِ تعرّف کی شمع

انجمن ہیں۔ وہ مواہب جلیلۂ الٰہی اور مکارم جزیلہ بادشاہی ہیں۔ وہ کریم الحق اور عمیم الاحسان ہیں۔

کجا ز عہدۂ شکر توئی شوم آزاد　　　تو فرمن داں کہ چوں سوسن شوم ہزار زبان بکنار

(میں تیرے تشکر و تحسین کی ذمّہ داری سے کیسے فارغ ہو سکتا ہوں چاہے سوسن کی طرح مجھے ہزار زبانیں میسّر آجائیں)

جو اپنے عشائر و اعیان میں والا امتیاز اور اپنے اقران و امثال میں ممتاز ہیں، وہ منبع علم و عرفان اور معدنِ جود و احسان ہیں۔ وہ اولیا ما اللہ کے امام اور نیک پرہیزگار لوگوں کے سربراہ ہیں۔

من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولٓئک رفیقا ذٰلک الفضل من اللہ وکان اللہ ذوالفضل العظیم۔
(پارہ ۵۔ رکوع ۹ نساء)

(نبیوں میں سے صدیقوں میں سے شہدا میں سے اور صالحین میں سے اور اچھے رفیق ہیں یہ لوگ۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ پاک بہتر جاننے والا ہے)

وہ جلالِ الٰہی اور افضالِ لا متناہی کی بدولت مجاہدین کے سرِ لشکر، غازیانِ انجمین کے سربراہ اور عساکرِ اسلام و المسلمین کے امام ہیں۔ الطافِ سبحانی اور عنایاتِ ربانی کے سزاوار ہیں۔ حضرت والا منزلت پیشوائے عالمیان، مسند آرائے بساطِ امارت، بہار پیرایۂ گلشنِ ولایت، صاحبِ کوکبِ اقبال، سرِ لشکرِ اقبال و اجلال، والیٔ سلطنتِ ابد قرین، حکمرانِ دولت مدار دار الامان خراسان و سبزوار حضرت امام محمد کے لختِ جگر و نورِ نظر ہیں۔ حضرت امام جو خلیفۃ اللہ فی الارضین اور امام الصدیقین ہیں۔ مظہر کمالاتِ ملکوتی اور مصدرِ فیوضاتِ لاہوتی ہیں، جن کا زمانہ روزگار فرخندہ آثار ہے۔

جن کی زندگی کے اوقات مسعود فیوض و برکات سے بھرے ہوئے ہیں، جو اسوۂ اولیائے عظّام اور زبدۂ صوفیائے کرام ہیں، جو لوائے تصوّف کو بلند کرنے والے اور چراغِ تصرّف کو روشن کرنے والے ہیں، جو ہمیشہ رضائے الٰہی کی تحصیل میں مشغول اور توکّل علی اللہ کی راہ پر گام زن ہیں، جو حکم خداوندی سے کام کرنے والے ہر مہم میں اللہ پر توکل کرنے والے اور ہمہ وقت اللہ کے ذکر و شغل میں مصروف رہنے والے ہیں۔

اس طرح اس قدوۂ مطہرات زماں اور اسوۂ مکرّمات دوراں کے اوقات فیض آیات، جنہیں پاکیزگی کی روشنیوں کا منظر اور پردہ ہائے غیب کے انوار کا مظہر کہنا چاہیئے، مسلسل مرضیاتِ خداوندی کے حصول میں گزرتے تھے۔

للہ الحمد ولہٗ الاسماء الحسنیٰ

اسی لئے اللہ پاک نے کہ وہ احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین ہے۔ ظلِ سبحانی اور خلیفہ الرحمانی امام محمد شاہ خراسان و سبزوار کو اس نعمتِ غیر مترقبہ سے نوازا تھا جسے حاصلِ حیات کہا جا سکتا ہے اور حضرت امام محمود شہید (کنّیت ناصر الدین) جیسا فرزندِ دلبند عطا فرمایا تھا۔ رحمہم اللہ علیہما اجمعین۔

اس مخدوم و مکرّم شخص، اس کے مقدّس و مطہر جسم اور اس کی پاکیزہ برگزیدہ رُوح پر ہمیشہ اللہ جل شانہٗ، عم نوالہٗ کی رحمتوں کا نزول ہو (آمین)

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والشھداء والصالحین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ الکریم وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

چندے از اشعار در شان والا منزلت حضرت والا

جہانِ صد جہاں پروانۂ او　　بقربان دلش دیوانۂ او (کذا)
سرو سر خیلِ مجلس نوجوانے　　بعلمِ شہ سواری نکتہ دانے
برنگِ فکر خود صاحب تمیزے　　کہ نامش غازی محمود عزیزے (کذا)
ز ثروت نیز حاصل داشت کامے　　سعادت طالعِ او را غلامے
زہے فرزندِ والا شان امیرے　　سکندر شوکت افلاطوں وزیرے
دراں فرمارواپیہائے موجود　　ولی عہدش اگر بود ایں پسر بود
ہزاماں فیض بر جان و تنش باد　　بجاناں دیدۂ جاں روشنش باد
گرامی گوہر از اولادِ حیدر　　ستونِ دین و آئینِ پیمبر
سعادت بر فراز آید ازاں در　　کہ سروِ من فراز آرد اناں سر
چہ دولت مند باشد آستانے　　کہ بوسد پائے انساں دلستانے (کذا)
خوش آں کز تیغ مہرش آشکارہ　　تنم چوں ذرہ گردد پارہ پارہ
نیم شائستہ دیدار دیدن　　خوشم باآں در و دیوار دیدن
کیم تا روئے گلفامش بہ بینم　　بس ایں کز دور خود بامش بہ بینم
بہر جا ماہ من منزل نشین است　　نہ زنداں روضۂ خلدِ برین است (کذا)
ز دولت سقف او سرمایہ دارد　　کہ خورشیدِ جہاں در سایہ دارد
شود از گردِ دامانش معطر　　ز موئے عنبر افشانش معنبر
بود ہر آستاں ز د بوستانے　　بہر بستاں ز گلرویے نشانے

ہزاراں تازہ گل دردے شگفتہ بصد نرگس بخوابِ ناز خفتہ

(ترجمہ) جہان بلکہ صد ہزار جہان پروانہ وار اس کی شمع رُخ کا طواف کرتے تھے۔ جو اُسے دیکھتا تھا اُس پر قربان ہو جاتا تھا۔

وہ نوعمر و جواں سال شہزادہ سرخیلِ لشکر و سپہ سالارِ افواج تھا اور علم شہ سواری میں غیر معمولی مہارت رکھتا تھا۔

وہ بے حد شائستہ اطوار و صاحبِ تمیز تھا اور اس عزیز باتمیز کا نام امام محمود ناصر الدین (شہید) تھا۔

وہ صاحبِ ثروت اور وارثِ دولت و امارت تھا۔ سعادت اس کے طالعِ مسعود کی غلام تھی۔

وہ ایک امیر والاشان کا فرزندِ ارجمند تھا۔ وہ امیر جسے سکندر جیسی شان و شوکت حاصل تھی اور افلاطون جیسے جس کے وزیر تھے۔

اس کی دنیائے فرماں روائی میں اگر کوئی اس کا وارث اور ولی عہد تھا تو یہی فرزند ارجمند تھا۔

ہزاروں فیض اور بخشیں اس کے جسم و جان پر ہوں اور جلوۂ جاناں سے اس کے دل کی آنکھیں روشن رہیں۔

وہ گرامی گوہر اور والاقدر شہزادہ اولادِ حیدر اور چشم و چراغِ سادات تھا۔ ہم اس کی ذات کو روحانی فیوض و برکات کے لحاظ سے ستونِ دینِ محمدی وآئینِ پیغمبری کہہ سکتے ہیں۔

اس دروازے سے سعادتوں اور نیک بختیوں کا ظہور ہوتا ہے جہاں وہ نیکو منظر و خوش قامت محبوب جلوہ فرما ہوتا ہے۔

وہ آستانہ کس قدر نیک بختوں اور سعادتوں سے مالا مال ہوگا جہاں کوئی وارفتۂ عشق و محبت اپنے محبوب کے قدموں پہ سر رکھ دیتا ہے۔

مبارک ہے وہ محبوب جس کی تیغِ نگاہ سے میرا وجود ورقِ دل کی طرح پارہ پارہ ہوگیا ہے۔

میں اس کے دیدار کو دیکھنے کے لائق نہیں ہوں تو میرے لئے یہی کیا کم ہے کہ میں اس کے گھر کے در و دیوار کو دیکھتا رہوں۔

میں اس لائق کب ہوں کہ اس کے روئے گلفام کو دیکھوں میرے لئے تو یہی بڑی بات ہے کہ میں دور سے اس کے در و بام کو تکتا رہوں۔

جہاں میرا محبوب منزل نشین ہے وہ اگر زنداں بھی ہو تو میرے لئے خلدِ بریں کا درجہ رکھتا ہے۔

اس کی سقف خوش بختیوں کی دولت سے گراں مایہ ہے، اس لئے کہ وہ خورشیدِ جہاں تاب اس کے سائے میں جلوہ فگن ہے۔

وہ فضا اس کی گردِ داماں سے معطر رہتی ہے اور اس کی زلفِ عنبریں کی خوشبو اس کی ہوا میں بسی ہوئی ہے۔

ہر آستاں اس کے جلوۂ رخسار سے چمن زار نظر آتا ہے اور ہر گلستاں میں اُس کی خوشبو مہکتی ہے اور اس کی روشنیاں بکھری ہوئی ہیں۔

جس جگہ وہ جلوہ گر ہے وہاں ہزاروں پھول کھلے ہیں اور صد ہا گلہائے نرگس

محوِ خوابِ ناز ہیں۔

حضرت والامرتبت کے کچھ خاص حالات

ایامِ طفلی میں فرقانِ حمید و قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ حفظ کرنے کے لئے آپ نے استاذی و مرشدی و مولائی معلم القرآن و علمہا البیان سیدنا و سندنا تاجُ الاولیاء زبدۃ الفضلا اکمل الاتقیا امام العساکر والمجاہدین امام سراج الدین محمدؐ کنیت احمد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، جو اکابرینِ اسلام اور ساداتِ عظام ذوی الاحترام میں سے تھے۔ بعدازاں آپ علومِ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے ساتھ علومِ ظاہری کی تحصیل و تکمیل میں ہی اعزاز و امتیاز حاصل کیا۔ علومِ صوری و معنوی سے فراغت کے بعد حضرت سیدنا و قبلنا و وسیلتنا فی الدارین و ہادی نا و مرشدنا امام الصدیقین والشہداء والصالحین امام القبلتین امام الاولیا و افتخار علما و فضلا منبع الجود والاحسان، معدن الفضل والاکرام عارف با للہ عالم کتابُ اللہ شمس اللیل والنہار امام العشاق والآفاق، ماہتابِ دودمانِ مصطفوی و گُلِ ریحانِ مرتضوی — للہ الارض والسمٰوٰت ولہٗ الاسماء الحسنیٰ۔ (اور تمام زمین اور تمام آسمان اللہ کے لئے ہیں اور اسی کے لئے ہیں تمام اسمائے حسنہ)

سیدنا سالارِ مسالک عین الیقین امام المجاہدین والذاکرین حضرت امام عارف محمدؐ سے سلسلۂ عالیہ شطاریہ میں بیعت فرمائی اور سعادتِ دارین سے مشرف ہوئے۔ اور اپنی حیاتِ مستعار کے کچھ دن ان کی خدمتِ بابرکت میں گزار کر سالک

راہِ حق ہوئے اور اس آیتِ کریمہ کے مصداق بن گئے۔

والصبر ما صبرك الّا باللّٰہ ولا تحزن علیھم ولا تکن فی ضیق مّما یمکرون انّ اللّٰہ مع الذین اتّقوا والذین ھم محسنون۔
(پارہ ۱۴، رکوع ۲۲، سورۃ نحل)

ترجمہ۔ (اے محمد صبر کرو اور نہیں صبر تمہارا مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم مت کھاؤ اور تنگ مت ہو اُن کے مکر کرنے سے)

اس کے بعد حضرت سلطان الاشجعین امام الابرارین والصدیقین والشہداء والصالحین سیّدنا امام محمود شہید سبزواری نے راہِ سلوک کے مراحل کو طے کرنے لئے ایک نئے مرشدِ طریقت کی ضرورت کو محسوس کیا اور روحانی منازل و مراحل میں گام فرسائی اور منزل نمائی کے واسطے حضرت امام ربّانی قطب یزدانی امام السالکین قدوۃ الواصلین حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت سیّدنا امام رکن الدین رکن الاسلام سے رجوع کیا اور ان کے نفوسِ قدسی کی برکت سے راہِ سلوک کے اعلےٰ مراحل طے کئے اور اس کے بعد عَلمِ جہاد بلند کیا

الحمد للّٰہ والشکر علےٰ احسانہ والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ محمّدٍ وّاٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

چند اشعار در شانِ والاشان

عارف و خاصانِ حق محمود شد
جملہ اوصاف نکو مسعود شد

دلِ من ہست یا زندانیٔ من
ازاں ہست ایں ہمہ حیرانیٔ من

بخاطر ہر کرا آں ماہ گردد
کجا از دیگرے آگاہ گردد

چناں از دوست پر بودش رگ و پوست ... کہ بیرون نامدی از وی بجز دوست

خوشا آنکس کہ در راہی بہ بیند از خویش ... نسیم آشنائی یابد از خویش

کند بو در دل چناں جا دلبرے را ... کہ گنجائش نماند دیگرے را

در آید ہم چو جانش در رگ و پے ... نہ بیند یک سر مو خالی از وے

اگر گوید سخن با یار گوید ... وگر جوید خدا از زناید جوید

(ترجمہ) حضرت امام محمود شہید سبزواری ؒ عارف باللہ اور خاصانِ بارگاہ مطلق میں شمار ہونے لگے اور تمام اوصافِ عالیہ اور اخلاقِ حمیدہ سے آپ کا وجودِ مسعود متصف ہو گیا۔

میرا دل میرا دل نہیں بلکہ اس کے عشق و محبت کا زندان ہے اور اسی دل کے ہاتھوں کہ اس کی زلفِ پریشان کا اسیر ہو گیا ہے میری زندگی حیرانیوں اور پریشانیوں کا مجموعہ بن گئی ہے۔

اس ماہِ حسن و جمال کا جلوہ جس کی نگاہوں میں سما جاتا ہے پھر وہ کسی دوسرے کو کب خاطر میں لاتا ہے۔

اس کے رگ و ریشہ میں اس طرح دوست کی محبت سما گئی تھی کہ اس کے دل سے دوست کے سوا کوئی آواز نہ نکلتی تھی۔

وہ شخص کتنا خوش قسمت ہے۔ جو اپنے احساسِ وجود سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اپنے محبوب کی محبت کی خوشبو پا لیتا ہے اور اسی میں کھویا رہتا ہے

معشوق و اللہ کے دل میں اس طرح جگہ پا جاتا ہے کہ پھر کسی اور دوسرے کی

مزارات دربانان حضرت امام سیّد محمود شہیدؒ، جھنجانہ

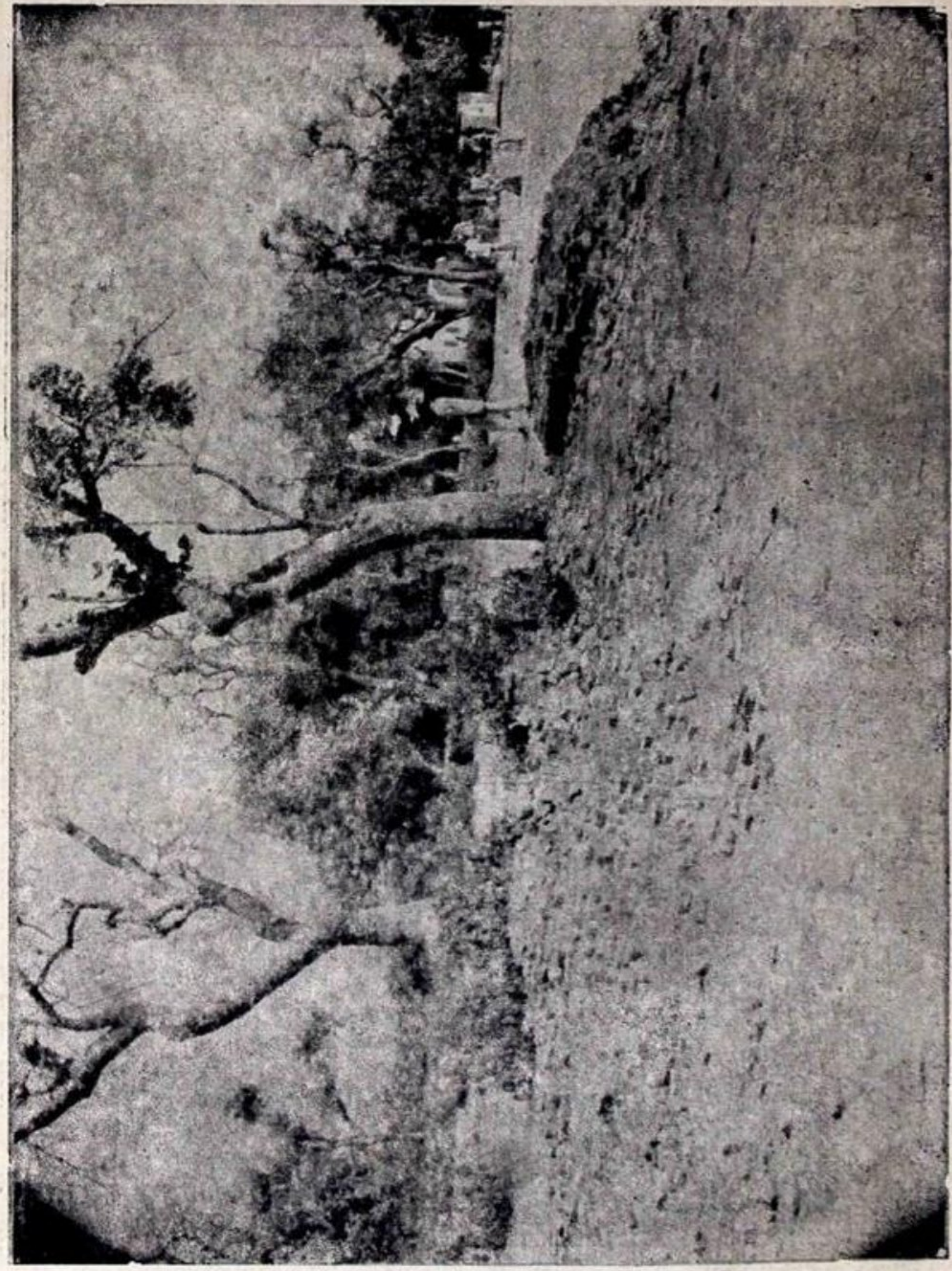

بہ انجھنجھ یے پہتنۀ ملا مہمند قبر شہید دے یکبہ ا ب

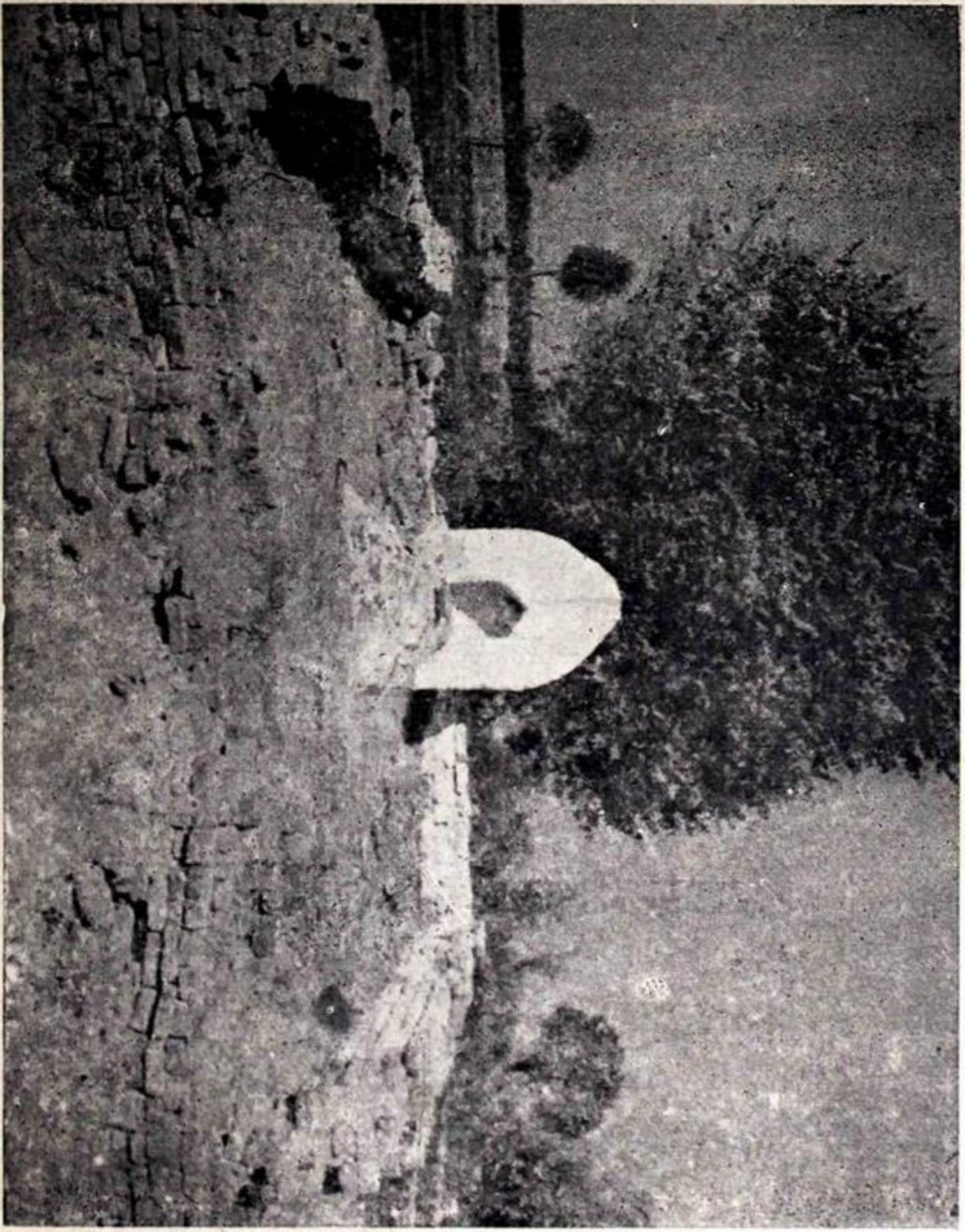

گنجائش نہیں رہتی۔

محبوب کا تصور اس طرح اس کے احساسِ وجود پر چھا جاتا ہے کہ وہ سوائے محبوب کے اور کچھ دیکھ ہی نہیں سکتا۔اس کا بال بال اس کے عشق میں بندھ جاتا ہے۔

اگر وہ بات کرتا ہے تو اپنے محبوب کی بات کرتا ہے اور اگر اس کی کوئی مراد ہے تو صرف اس کا محبوب ہے۔

ذکر مختصر در شان والا احتشام امام بدیع الدین سیف الاسلام

آپ عمیم الخلق، بدیع البیان، رحیم الطبع اور عمیم الاحسان ہیں۔آپ کا وجود با جود احسان و اکرام کا سرچشمہ اور علم و حکمت کا سر رشتہ ہے۔آپ شریعت پناہ فضیلت دستگاہ امام المجاہدین اور غازی دین متین ہیں۔آپ کفار و مشرکین کو قتل کرنے والے اور اپنوں اور بیگانوں کے مابین امورِ خیر و برکت میں عدل کرنے والے ہیں۔آپ بارگاہِ فلک تزئین کے مقربینِ خاص اور انجمنِ خلد آئین کے بار یابانِ اخلاص میں سے ہیں۔آپ کی ذات مجمع فضل و کمال اور منبعِ کرم و افضال ہے۔آپ ناظمِ احکامِ شریعت غرّا اور مدبّر مہامِ ملتِ بیضا ہیں۔آپ مکارمِ اخلاق کے جامع ہیں اور آپ کی خاطرِ عاطر من کل وجوہ جمعیت کی مثیل ہے۔آپ کی شخصیت ترقی گارِ فرخندہ آثار کے لئے باعث زینت ہے۔آپ رہبر طریقت اور قطب فلکِ حقیقت ہیں۔آپ اہلِ تجرید کے پیشوا اور اربابِ زہد و تقوی کے مقتدی ہیں۔سالک مسالک خفیہ معرفت الٰہی اور مصدر فیوض و برکات لامتناہی ہیں۔آپ کا وجودِ مسعود انوارِ لاہوتی کا منظر اور کمالاتِ ملکوتی کا مظہر ہے۔آپ

علماء و فضلا کے سربراہ، فقراء و صلحا کے امام، اولیاء و صدیقین کے پیشوا اور حق الیقین کے ساتھ راہِ صداقت آئین کے رہنما ہیں۔ ہمیشہ قادر کریم اور کارسازِ بے سہیم کی بارگاہ میں اپنے دلِ صدق منزل کے ساتھ دست بدعا رہنے والے ہیں۔ و للہ الارض والسموٰت ولہ الاسماء الحسنیٰ (زمین اور آسمان اللہ کے لئے ہیں اور تمام اسمائے حسنیٰ اور تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں)

آپ ہدایتِ قدسی سرایت کے چراغ اور میخانۂ انوار کے چھلکتے ہوئے ایاغ ہیں آپ گلشنِ طریقت کے گلِ نوبہار اور شاہراہِ طریقت کے قافلہ سالار ... ہیں۔ آپ مدارجِ عرفان کے طے کرنے والے اور معارجِ ایمان پر فائز ہونے والے ہیں۔ آپ مہرِ سپہرِ افادت اور ماہِ فلکِ ارادت ہیں۔ صاحبِ صدق و یقین اور حجۃ الاسلام والمسلمین ہیں۔ آپ ساداتِ عظام ذوی الاحترام میں سے ہیں (رحمہم اللہ علیہم اجمعین) اور سلسلۂ خاندانِ مصطفوی اور خلاصۂ دودمانِ مرتضوی ہیں۔ آپ لوائے تصوف کو بلند کرنے اور چراغِ تصرف کو روشن کرنے والے ہیں۔ آپ قواعدِ معقول و منقول کے بانی اور راہِ حق کے فانی ہیں۔ آپ حضرت ظلِّ الٰہی ستودۂ بارگاہ و لاتناہی حضرت امام محمد والی سبزوار خراسان کے داماد ہیں۔ اور حضرت ظلِّ سبحانی مظہرِ آیاتِ رحمانی کے مقربانِ خاص میں سے ہیں۔ آپ آئینِ جور و عتاب کے مٹانے والے اور مظلوموں کی دادرسی کرنے والے ہیں۔ آپ بارگاہِ الٰہی کی بے پایاں عنایات اور نعمتِ لامتناہی کی بے کراں بخششوں کی وجہ سے جرأت و شہامت کے پیکر اور تہوّر و تدبر کے مہرِ منوّر ہیں۔ آپ مجاہدانِ دینِ متین کے بہترین فرد اور پیش قدمانِ اسلام والمسلمین کے لاثانی جواں مرد ہیں۔ آپ اس آیتِ کریمہ کے مصداق ہیں۔

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون۔

آپ صحائفِ امن وامان کی روشن آیت اور دودمانِ فضل وکمال کے گُلِ سرسبد ہیں۔ آپ ہزار ہزار تحسین وآفرین کے سزاوار اور چمنستانِ ولایت کے پیرائیہ بہار ہیں۔ آپ رحمتِ مجسّم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل سے امام لشکرِ مجاہدین اور خدائے دوجہاں کی عنایت سے مملکتِ مسعودیہ اور خلافتِ محمدیہ کے رُکن رکین ہیں۔ زاد اللہ اعلامکم۔

آپ الطافِ ابدی کے فیضانِ اولیٰ بارگاہِ سرمدی کے احسان کی بدولت حدیقۂ مراد کی خوشبو اور شجرۂ اجداد کا ثمرہ ہیں۔ آپ تربیتاً خلیفۃ المسلمین گُلِ مرادِ آلِ طاہرین سلالۂ دودمانِ مصطفوی اور خلاصۂ خاندانِ مرتضوی ہیں، آپ اللہ کے حکم سے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے عساکرِ مجاہدین اور عازیانِ دینِ متین کے سالار ہیں۔ آپ فسق وفجور کو منع کرنے والے اور فیوض وبرکات کے عام کرنے والے ہیں۔ آپ کا مبارک مسعود نام امام بدیع الدین سیف الاسلام ہے۔

وللہ السمٰوٰت والارض ولہ الاسماء الحسنیٰ۔ (اور تمام آسمان و زمین اللہ کے لئے ہیں اور تمام اسمائے صفات اسی کو سزاوار ہیں)

اشعار

زاصل خویش آں میوہ بریدہ	بماند تا قیامت نارسیدہ
ندارم طاقتِ ہجر بدبیعت	زتن کش جانِ من باجاں بدبیعت
گرفتارِ دلِ افگارِ۔ توام	عجب حیراں شدہ درکارِ توام
نخواہم بے جمالش زندگی را	بہ ملکِ زندگی پایندگی را

نہالِ عمر بے برگ است بے او | حیاتِ جاوداں مرگست بے او
غلامی بخشِ مہجوراں ز اندوہ | سبک سازندۂ غم ہائے چوں کوہ
ہمی کرد از غمِ دوری بسر خاک | ہمی زو نالہ از جان و دلِ چاک
بسر برد ایں چنیں در گریہ و سوز | نہ شب را گفت شب نے روز را روز
متاعِ اُنس ازیں دارِ فنا برد | بہ محرابِ قضا دست دعا برد
وداعِ کلبۂ تنگ جہاں کرد | وطن بر اوجِ کاخِ لامکاں کرد
بلے احقر ز غم دارم دلِ تنگ | شب و روزش نماید ہر دو یکرنگ

(ترجمہ) جو نورسیدہ ثمر (کچا پھل) اپنی ہری بھری ڈالی سے جدا ہوتا ہے وہ ہمیشہ اپنی شیرینی سے محروم رہتا ہے۔

امام بدیع الدین کو تیری جدائی کی تاب نہیں۔ اے جانے والے اپنے ساتھ میری رُوحِ مجروح کو بھی لے جا۔

میرا زخموں سے بھرا دل تیری محبت کے جال میں پھنس گیا ہے اور میرا ذہن تیرے خیال کی وادیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔

میں اس کے جمال سے محروم زندگی کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ جب وہی میرے ساتھ نہ ہو تو میرے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی بھی ایک بے معنی بات ہے۔

سچ یہ ہے کہ اس کے بغیر شاخِ حیات بے برگ و بار اور نخلِ عمر بے ثمر ہے اور حیاتِ جاوداں بھی مرگِ ناگہاں کا درجہ رکھتی ہے

وہی غمِ فراق کے مارے ہوؤں کو غم و اندوہ سے نجات دلاتا ہے اور وہی غموں کے پہاڑ جیسے بوجھ کو دلوں سے پھول کی طرح ہلکا کر دیتا ہے۔

اشعار

نشستند و سخن آغاز کردند   در اندیشه ها را باز کردند

مجاهد انتخاب سینه ریشان (کذا) جواب مصرعهٔ زلفِ پریشان

زبان در شکر و دل در شادمانی   چنین سر کرد آهنگِ نهانی (۱۱)

چراغی کرد روشن خانهٔ من   کز و گردد پری پروانهٔ من

گهر از بس نثارش کرد بر سر   هوا در آب گوهر شد شناور

بپایش ریخت از بس گوهرِ ناب   زمین در آبِ گوهر گشت نایاب

نثارش کرد از بس مشکِ اذفر   غلامِ خاک پایش گشت عنبر

بگلستان ز لاله های عنبرین فام   بهارِ سنبل و ریحانِ ایام

اگر آید [illegible] عشقِ مصوّر   زگردِ سرمه خیزد شورِ محشر

ستانِ [illegible] رنگ   ببادِ مهرگان سرمست در جنگ

لبِ [illegible] یار   بفتحِ کشورِ دلهای افگار

[illegible] از خود [illegible]   سبیلِ جلوهٔ از خود چکیدن

[illegible]   [illegible] از چشمِ پنهان

[illegible]   [illegible]

[illegible]   [illegible] (کذا)

[illegible]   [illegible] کرد

[illegible]   [illegible] در [illegible] کردند

[illegible] گفت   [illegible] (کذا)

دلے افسردہ ام از سینہ برکش　　　دلے درخوں بہائے جوشِ آتش

دلے وہ سر بسر عشق و ہمہ سوز　　　سرشکِ دیدۂ و داغِ دل افروز

دلے چوں غنچہ الفت خانۂ ریش　　　برنگِ لالہ داغِ آتشِ خویش

دلے دہ مسکنِ عشقِ ستم زاد　　　زگرمئ محبت گشتہ آباد (کذا)

دلے چوں قطرہ لبریزِ چکیدن　　　دلے چوں شعلہ سرجوشِ تپیدن

دلے دہ ہم چوں گل درخوں نشستہ　　　دلے چوں خاطرِ بلبل شکستہ

دلے پروردۂ آغوشِ محشر　　　قیامت زادہ ہائے آہ در بر

دلے از لذتِ آرام مہجور　　　دلے بر روئے آتش چشم بردور

دلے بینا ز صورت حسنِ معنی　　　حریفِ بلبل و پروانہ اعنی

دلے دہ برلب زخمش صدآواز　　　سخن پروازِ عشقِ فتنہ انداز

دلے باید ہوس خیزِ شہادت　　　برنگِ غنچہ لبریزِ جراحت

چہ میگوئی بیاباں زادۂ را　　　حریفے سر بصحرا دادہ را

بیا ساقی کہ من از خویش رفتم　　　زخود چندیں بیاباں پیش رفتم

شنیدہ وصفِ رویت رفتم از کار　　　چہ خواہی کرد با من وقتِ دیدار

زرنگیں قصہ ہائے دشمنِ ہوش　　　بگوشہ غوطہ می زد ساغرِ گوش

دماشنائے سخن آتش زبانے　　　چو شمع از سوزِ دل افسانہ خوانے

سرے دارم بفرمانِ ہدایت　　　دلے دارم اگر خواہی فدایت

نشست و خاستن از یاد رفتش　　　چو آہ از سینہ دل برباد رفتش

بیا بنشیں کہ عسنت کارگر شد　　　متاعِ صبر تاراجِ نظر شد

بیا بنشیں کہ حسنت فتنہ انگیخت | ہزاراں شورِ محشر در جگر ریخت
بیا بنشیں کہ غیرت در تلاش است | ہوس در سینہ عشقِ جاں خراش است
کنم جائے تو اے آشوبِ محفل | چو بوئے گل نہاں در غنچۂ دل
بہ بزمِ عشق عرضِ حال کردن | چراغے در گرفتن کرد روشن (کذا)
کہ جان من اسیر نازِ او شد | خرابِ شیوۂ اندازِ او شد
حدیثِ تا کسے را گوشش کردم (کذا) چراغِ ہوش را خاموش کردم

(ترجمہ) وہ بیٹھے اور انھوں نے بات چیت شروع کی اور اندیشوں کے دروازے کھل گئے۔
وہ مجاہد سینہ ریشوں کے لئے انتخاب تھا۔ اُسے ہم مصرعہ زلفِ پریشاں کا جواب کہہ سکتے ہیں۔
اُس کی زبان پر شکر تھا اور اس کے دل میں خوشیاں بھری تھیں۔ اس نے اس طور پر اپنے دل کی بات بیان کی۔
وہ ایک چراغ تھا جس سے میرا گھر روشن ہوگیا۔ جس کی وجہ سے پریاں میرے چراغِ وجود کا طواف کرنے لگیں۔
اس کے سر پر اتنے موتی نچھاور کئے گئے کہ خود موجِ ہوا آبِ گہر میں تیرنے لگی۔
اس کے قدموں پر اتنے سچے موتی بکھیرے گئے کہ زمین موجِ گہر کی وجہ سے نایاب ہوگئی۔
اس پر اس قدر مشکِ اذفر نچھاور کیا گیا کہ عنبر اس کی خاکِ پا کا غلام بن گیا۔
وہ عنبریں گیسوؤں والے جنہیں "زادہ ہائے گلستاں" کہنا چاہئے ــــ وہ

سنبلستانوں کی بہار اور چمنِ حیات کے پھول ہیں۔

اُن کو دیکھو تو عشق مجسم صورت میں نظر کے سامنے آجائے اور اُن کی زلفِ مسلسل کی طرف نظر کرو تو قیامت اٹھتی ہوئی معلوم ہو۔

وہ باغِ حسن کی نئی بہار ہیں چپہ چپہ جس کی دل آویز رنگینیوں میں ڈوب رہا ہے اور موسمِ گل کی یاد میں مست و مخمور لوگ ساز چھیڑ رہے ہیں۔

غمزۂ یار کی اس سپاہ کی طرح جو اپنے تمام سامانِ غارت گری کے ساتھ زخمی دلوں کی اقلیموں کو فتح کرنے پر آمادہ ہے۔

اُن بازوؤں کی قوت کی قسم جو خود اپنے سے رم کرتے نظر آتے تھے اور محوِ پرواز تھے۔

جوانانِ رنگیں مزاج کی حسین توبہ کی طرح جو قسم کھانے کے لائق ہوتی ہے۔ اور اس کاری زخم کی قسم کھاتے ہوئے جو نگاہوں سے چھپا ہو۔

جو وفا سے ناآشنا ہوں اُن کے عہد کی طرح اور عاشقوں کے صبر کو آزمانے والے وعدوں کے اندازِ کافرانہ کے ساتھ

میں نے زخمِ عشق کی ناخن زنی کو اپنا شعار بنا لیا اور اپنے جراحتِ اُلفت پر نمک پاشی شروع کر دی۔

جس کی گفتگو نے میرے جگر میں آشوبِ خون برپا کر دیا اور سماعت نے مجھے مبتلائے سودائے جنون بنا دیا

تو سب نے جا کر اس سے عرضِ حال کیا اور جو کچھ کہنا تھا اُسے الفاظ کی چھلنی میں چھان کر بڑی خوبصورتی اور احتیاط کے ساتھ پیش کیا۔

بس اس میر جواں مرد نے مجھ سے کہا اور اس کی چشمِ خونبار نے اشکوں کے موتی پروئے۔

میرے دلِ افسردہ کو سینے سے باہر نکال دے میں تو ایسا دل چاہتا ہوں جو اس جوشِ نغدح اور آتشِ عشق کا خوں بہا بن جائے

مجھے تو ایسا دل چاہیئے جو سر تا پا جوشِ عشق اور مجسّم سوز و گداز ہو۔ جو میری آنکھوں سے سرشکِ غم بن کر ٹپکے اور وہ داغ بن جائے جو عاشق کے سینے کو روشن رکھتا ہے

میں تو ایسا دل چاہتا ہوں جو محبت میں غنچے کی طرح زخموں کا گھر بن گیا ہو اور لالہ کی طرح جو خود اپنے عشق کی آگ سے جل گیا ہو۔

مجھے تو اس دل کی طلب ہے جو عشقِ ستم زاد کا مسکن ہو اور جس کی تمام رونقیں عشق کی شعلہ سامانیوں کی بدولت ہوں۔

وہ دل جو محبّت کے جوش میں جامِ لبریز کی طرح چھلکتا ہو، قطرے کی طرح آمادۂ چکیدن رہتا ہو اور شعلے کی مثال بے تاب و بے قرار ہو۔

ایسا دل جو پھول کی طرح خون میں نہایا ہوا ہو — اور جو بلبل کے دل کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہو۔

وہ دل جس کی پرورش آغوشِ محشر میں ہوئی ہو اور جس کا ہر ٹکڑا محشرستانِ بلا ہو اور اس میں اشکوں اور آہوں کا طوفان چھپا ہو۔

وہ دل جو لذّتِ آرام اور لُطفِ آسائش سے دُور رہا ہو اور جو چشمِ بد دُور شعلۂ حُسن کی آتشِ رنگین پروانہ بنا رہتا ہو۔

وہ دل کہ جلوۂ صورت میں حُسنِ معنی کو دیکھ سکے اور جو اپنے جذبۂ عشق کے لحاظ سے پروانۂ و بلبل کا حریف ہو۔

مجھے تو ایسا دل چاہیئے جو مہر بلب ہو اور اس کے زخم سے ہزاروں نالۂ فریاد

نکلتے ہوں اور جو عشقِ خانہ برانداز کی فتنہ زائیوں کا داستان گو بنا ہے۔

مجھے تو ایسا دل چاہیئے جس میں شہادت کی ہوس بھری ہو اور جو مینچے کی طرح جراحتوں سے لبریز ہو۔

تو اس بیابان زادہ کو اس حریفِ مست کو کیا کہتا ہے جس نے اپنی پوری زندگی عشق کی بادیہ پیمائی اور صحرا نوردی میں گزار دی۔

اے ساقی آ کہ مجھ پہ از خود رفتگی طاری ہے اور میں اپنے سے کوسوں دُور نکل گیا ہوں۔

میں کہ تیرے رخسارِ جمیل کی تعریف سُن کر ہی وارفتہ ہو گیا ہوں معلوم نہیں جب میں تیرا دیدار دیکھوں گا تو مجھ پر کیا بیتے گی۔

عشق کے ہوش رُبا قصّوں کو سُن کر میرا ساغرِ دل شرابِ محبّت سے لبریز ہو کر چھلکنے لگا

(فتاد سامعہ در موجِ کوثر و تسنیم)

جب قصّہ عشق چھیڑتا ہوں تو شمع کی طرح میری زبان جلنے لگتی ہے۔

میرا سرِ نیاز تیرے حکم کے سامنے جُھک جاتا ہے۔ اگر تو چاہے تو میں تجھ پر اپنے دل و جان نچھاور کر دوں۔

وہ جیسے اُٹھنا بیٹھنا بھی بھُول گیا تھا اور اس کی آہوں کی طرح اس کا دل بھی اس کی فضائے تمنّا میں بکھر کر رہ گیا تھا۔

آ اور میرے پہلو میں بیٹھ کہ تیرا تیرِ نظر اپنا کام کر گیا اور میری متاعِ صبر و قرار تیری ایک نظر نے لُوٹ لی۔

آ، اور میری آغوشِ محبت کی زینت بن جا کہ تیرے حسن نے میری دنیائے دل میں عجیب فتنے بپا کئے ہیں اور ہزاروں قیامتیں ہیں کہ میرے دل و جگر پر نازل ہو رہی ہیں۔

آ، اور میرے پاس بیٹھ کہ میری غیرتِ عشق تیری تلاش میں ہے اور ہوس نے میرے دلِ حسرت منزل میں عجیب خلش پیدا کر دی ہے۔

اے آشوبِ محفل! اے فتنۂ انجمن میں نے تیرے خیال کو اس طرح اپنے دل میں جگہ دی ہے جیسے خوشبو غنچے کے دل میں بھری ہوتی ہے۔

بزمِ عشق میں میرا عرض حال کرنا اس کا باعث بنا کہ اس نے اس طرح مجھے اپنے آغوش میں لیا کہ میرے سینے میں ہزار چراغ روشن کر دیئے۔

میری جان اس کی زُلفِ گرہ گیر کی اسیر ہو گئی ہے اور میری زندگی اس کے شیوۂ ناز و ادا پہ قربان ہوا چاہتی ہے۔

میں نے کس کی بات پر کان دھرا ہے کہ چراغ ہوش کو گُل کر دیا ہے۔

اس طرح میرے مرشد و مولا امام المجاہدین و افسر العساکرین امام بدیع الدین سیف الاسلام نے جو حضرت ظلِ سبحانی والیٔ خراسان کے داماد اور گوہرِ شاہوارِ سلطانی ہیں۔ اپنی حیاتِ مستعار کے کچھ بہترین دن جہادِ فی سبیل اللہ میں گزارے اور ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ ہجری نبوی کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّ اللہَ مَعَ الصّابرین فصبرٌ جمیل۔

جو بشنید ایں سخن از خویشتن رفت   فروغِ نیّرِ ہوش از بدن رفت
زقولِ ایں حدیث آں سروِ چالاک   گزشت یکروں نازیں چوں سایہ بر خاک (کذا)

خوشا عاشق کہ چوں جانش برآید　　بہ بوئے وصلِ جانانش برآید
بدہ آں مے کہ باشد غارتِ ہوش　　غمِ ہجراں کن از خاطر فراموش

(ترجمہ) جب اس نے یہ بات سُنی تو اُس کے ہوش بجا نہ رہے۔ وہ اپنے آپ کو بھول گیا اور ہوش و خرد کے سورج کی روشنی اُس کی دنیائے وجود سے رخصت ہو گئی۔

اس حدیثِ عشق کے مطابق ایک دن وہ سروِ چالاک اس طرح دنیا سے گزر گیا جیسے ابرِ رواں کا سایہ خاک سے گزر جاتا ہے۔

خوش نصیب ہے وہ عاشق کہ جب اس کی جان جاتی ہے تو محبوب کے وصل کی خوشبو اُس کے مشامِ روح کو معطر کرتی ہوتی ہے۔

اے ساقی مجھے وہ شراب دے جو غارت گرِ ہوش و خرد کہلاتی ہے تاکہ میں جدائی کے اس غمِ جاں کاہ کو کچھ دیر کے لئے بھلا سکوں۔

وہ غمِ جدائی سے اپنے سر پر خاک ڈال رہا تھا اور اپنی جانِ ناتواں اور دلِ صد چاک کے ساتھ آہ و زاری میں مصروف تھا

اسی طرح اس نے جدائی کے نہ ختم ہونے والے دکھوں اور آنسوؤں کے نہ ٹوٹنے والے سلسلوں کے ساتھ اپنی عمر بسر کی۔ اس کے لئے رات رات نہ تھی اور دن دن نہ تھا۔

وہ اس دَورِ فلک سے محبت کی دولت اپنے ساتھ لے کر گیا اور اس کا دستِ دعا محرابِ بقا کی طرف بلند ہو گیا۔

اُس نے مٹنے والی دنیا کے اس کلبۂ احزاں کو الوداع کہا اور کاخِ لامکاں کی

بلندی پر اپنا نشیمن بنالیا۔

اے احقر جس کا دل عشق کی غم نایکیوں کی وجہ سے حسرتوں کے ڈھندلکوں میں گر گیا۔ رات اور دن دونوں اس کے لئے یکساں ہوتے ہیں۔

ذکر در شانِ والاشان امام بدرالدین بدرالاسلام

میرے مرشد و مولا، جو مجاہدین کے امام اور عساکرِ اسلام کے سالار ہیں، جو مشرکوں کافروں اور بیدینوں کے لشکرِ مقہور میں اسد اللہ فی الارض کا درجہ رکھتے ہیں، جو اولیاء اللہ کے سربراہ اور صاف باطن اور پاکیزہ کردار لوگوں کے رہنما ہیں۔ آپ کی ذات جاں بازانِ اسلام کے لئے باعثِ تہوّر ہے۔ آپ کے اوقات سراپا فیوض و برکات ہیں۔ آپ دارالجہاد کے روشن منارے ہیں۔ نصرت و فتح مندی آپ کے ہمرکاب رہتے ہیں۔ آپ حضرت قدر قدرت گردوں احتشام، نصرت خیام، ظلِّ الٰہی، مظہرِ عنایاتِ لامتناہی، رونق بخش تختِ سلطانی، مقرب بارگاہِ یزدانی، کشور کشائے اُمت، آیۂ رحمت، سیّدنا و سندنا جلالت مآب، شوکت انتساب حضرتِ امام محمدؐ کنیت مسعود شاہِ خراسان و سبزوار۔ (اللہ پاک ان کی روشنی کو پھیلائے اور ان کے فیوض و برکات کو ہمارے سر پر ہمیشہ قائم رکھے) کے نواسے ہیں اور حضرت جلالت پناہ ایالت دستگاہ آپ کے جدِ مادری ہیں۔ حضرت ظلِّ سبحانی آئینۂ رحمتِ ربّانی نے کہ مرجع اربابِ صدق و یقین ہیں۔ اپنے لطفِ لایزال اور اکرام بے مثال کے ساتھ توجہ فرما کر غازیانِ اسلام والمسلمین کے ساتھ جگر گوشۂ امامت اور سپہر بیت اشرف سلطنتِ مسعودیہ کے اس اخترِ تابندہ کو نصائح ارجمند سے نوازا۔ اسی کے ساتھ حضرت خلیفۃُ الٰہی مراد بخش دول۔ لامتناہی نے

طبع مقدس و مطہر کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں اولیائے اسلام کی فیروزمندی و فتح یابی کے لئے دعا فرمائی۔

جنوں سرگرم عرض یکقدم پیش — خرد در التماس رخصتِ خویش
چوں شوقش بود بیروں از نہایت — بآخر کرد در شوکت سرایت (کذا)

ترجمہ:- جنوں عرض شوق میں بیباک ہو کر قدم اُٹھا رہا تھا اور عقل اپنی رخصت کے لئے عرض پرداز تھی۔

چونکہ اس کا شوقِ جہاد حد سے بڑھ چکا تھا اس لئے اس کا مجاہدانہ شکوہ جیسے شوکت کی رگ رگ میں سرایت کر چکا تھا۔

اس وقت حدیقۂ نوجوانی (کے سرو خراماں) اور بساطِ شادمانی (کے گلِ خنداں) نور البصر بدیع النظر امام بدر الدین بدر الاسلام زاہدی اپنی حیاتِ مستعار کا بہترین وقت، حضرت شریعت پناہ، فضیلت دستگاہ جامع حقائق علوم مستنبط، دقائقِ رسومِ مصباحِ انوارِ دانش مفتاحِ اسرارِ بینش جامعِ فضائلِ انسانی واقف اسرارِ ایمانی، قدر افزائے پایۂ امارت، مسند آرائے انجمنِ صدارت، مظہرِ آثارِ سعادتِ ازلی، منظرِ انوارِ کرامتِ لم یزلی سیدنا وسندنا امام المتقین وزبدۃ الکاملین سید السادات افضل الاولیا مخدوم الاتقیاء (امام بدیع الدین سیف الاسلام زاہدی) قدس اللہ سرہٗ وبرہان اللہ اسرارہٗ کی رائے روشن اور تدبیرِ زریں کے مطابق قرآنِ پاک کی قرأت و تلاوت کی تعلیم سے فراغت پاکر فنونِ ظاہری اور علومِ دینی کی تکمیل، اور منطق و فلسفہ کی تحصیل میں مشغول تھے۔

بخاک پائے شما چہرہ داشتن ہوس است — جز ایں مراد ندارم بخاک پائے شما

(میں تمہارے پیروں کی خاک کو بوسہ دینے اور اس پر اپنا چہرہ ملنے کی ہوس رکھتا ہوں اور تمہارے پیروں کی خاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کے سوا مجھے دنیا میں کوئی ہوس نہیں۔ میری کوئی مراد نہیں۔)

اشعار

بشوقِ وصل آں سرمایۂ ناز — سراپا ہمچو برق آغوش پرواز
زراہِ دانش و تدبیر و حکمت — دو ہمرہ را بکارے کرد رخصت
وزاں پس شد زراہِ بیوفائی — بیاباں کرد قطعِ آشنائی
تماشا عاشقِ رفتار گردید — نسیمِ گلشنِ دیدار گردید
شد از سودائے آں گلزارِ نیرنگ — بہوش رفتہ بلبل ہم آہنگ
رسید آں جا کہ آرام دلش بود — رسید آں جا کہ برقِ حاصلش بود
دل مادر بجاں آوردۂ او — پدر را خانہ ویراں کردۂ او
دل آرامے جفا گامے وفا نام — چمن روئے سمن بوے گل اندام
بحکمِ عاشق آں معشوق مفتوں — ....
صبا را بوئے گُل گردید دمساز — چو شوقِ بلبلاں شد گرم پرواز
بکام دل دمی سر کرد و ادست — برنگِ برق خاطف از میاں جست
نہ تنہا رفت، برد آرام جانہا — بماند شکوۂ او برزبانہا
بیا احقر کہ یار از من رمیداست — نمیدانم کہ او از من چہ دیداست
حدیثِ دیر کردنہاش می گفت — گہر در وصف شوخیہاش می سفت

ترجمہ: اس سراپا ناز کے شوقِ وصل میں اس کا دل سینے میں بجلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔

آخر عقل تدبیر اور حکمت کے تقاضہ کے طور پر اپنے دو ہمراہیوں کو اپنے کامِ دل کے حصول کے واسطے روانہ کیا۔

اس کے بعد عشقِ حیلہ ساز بیوفائی کی راہ پر چل پڑا اور آشنائی کے بیابان کو قطع کرنے لگا چشمِ تماشا اس کی رفتار کی عاشق ہوگئی اور گلشنِ دیدار میں بادِ مراد چلنے لگی۔

اس نیرنگیوں کے چمنستان کے اشتیاق میں وہ دیوانہ ہوگیا اور بلبل کے ہوش رفتہ کی طرح اس کی اپنی سُدھ بُدھ کھوئی گئی۔

آخر وہ وہاں پہنچا جہاں اس کا دل آرام اور مرکزِ تمنا موجود تھا۔ جس کی نگاہ اس کے خرمنِ صبر و ضبط پر بجلی کی طرح گرتی تھی۔

ماں کا دل اس کی وجہ سے بے قرار و جاں بلب تھا اور باپ کا گھر اس کے نہ ہونے سے "خانہ ویران" نظر آتا تھا۔

وہ ایسا معشوقِ دل آرام تھا کہ جفا جوئی جس کا شیوۂ دل رُبائی تھا۔ مگر اس کے نام پر دفا ناز کرتی تھی۔ وہ چمن کی طرح شگفتہ رُو تھا۔ اس کے بدن میں چمیلی کے تازہ پھول جیسی خوشبو تھی اور اس کے اعضاء پھول کی پنکھڑیوں کی طرح نازک تھے۔

وہ معشوق عاشق مزاج اپنے عاشق کے اشارے پر چلنے کے لئے تیار ہوا۔ اور اس کے وجودِ حسین نے خانۂ دل کو ایسی زینت بخشی جیسے خوبصورت تشبیہ کسی دل آویز شعر کی رعنائی میں اضافہ کرتی ہے۔

بوئے گل صبا کے ساتھ دمساز ہوگئی اور جس طرح موسمِ بہار میں بلبلیں مست ہوکر چمن میں محوِ پرواز ہوتی ہیں اسی طرح وہ ایک دوسرے کے ساتھ مست خرام ہوئے

اس نے جوشِ انبساط کے ساتھ ایک آہ بھری، سکون واطمینان کا سانس لیا اور بجلی کی سی چمک کے ساتھ وہ الگ ہو گیا۔

مگر وہ تنہا نہیں گیا بلکہ اپنے ساتھ ہزاروں دلوں کے سکون کی دولت بھی لوٹ کے لے گیا اور صدہا شکوے زبانوں پر رہ گئے۔

اے احقر آ اور میرا دل زار دیکھ کہ میرا محبوب مجھ سے جدا ہو گیا ہے اور معلوم نہیں کہ اس نے مجھ سے کون سی خطا دیکھی کہ وہ اس طرح مجھے چھوڑ گیا ہے۔

وہ اس کی حیلہ جوئیوں کی باتیں کر رہا تھا اور اس کی شوخیوں کے بیان میں موتی پرو رہا تھا۔

غرض کہ اس وقت امام المجاہدین قرآن مجید کی تعلیم سے فارغ ہوئے تھے اور جواہر منطق و معنی کی تدریس اور احکام دین محمدی کی تحصیل کے مراحل سے گزر رہے تھے کہ شاہ بیابانی کے واقعے کی خبر پہنچی اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیاری شروع ہو گئی۔ پس آپ بھی شرکتِ جہاد کے لئے آمادہ ہو گئے اور علمِ اسلام کے زیرِ سایہ آ گئے۔

دلش را چوں غمش زیرو زبر کرد پدر را رفت و زیں معنی خبر کرد
کہ اے چوں صبح در چشمِ جہاں پیر ز احوالِ پسر یکدم خبر گیر

زدل نوحہ زجاں فریاد برداشت فغاں از سینۂ ناشاد برداشت
ہمی کردند نوحہ نوحہ گر را بسان نوحہ گر آں سیم بر را
دریغا زیں زیاں کاری دریغا دریغا زیں جگر خواری دریغا
بسان غنچہ کز شاخِ چمن رست بروں کردند زنگاری کفن چست

کفن چوں برتن اورا راست کردند | بہ تکفینش نشست خاست کردند (کذا)
گہے فرقش ہمی بوسید و گہہ پائے | فغاں می زد زدل اے وائے من وائے
تو زیر گل جو بیخ گل نہفتہ | ببالا من چو شاخ گل شگفتہ (کذا)
ہماں بہتر کزیں جا پر کشائیم | بیک پرواز کردن سویت آئیم
بیا احقر بیا محرومیم بین | زنالۂ آسماں مظلومیم بین

ترجمہ: جب اس کا دل غم سے زیر و زبر ہو گیا تو وہ گیا اور اُس نے جا کر اُس کے باپ کو خبر کی۔

کہ تم جو دنیا کی آنکھوں میں صبح کی طرح بوڑھے ہو اپنے بیٹے کی تو ذرا خبر لو۔

بے اختیار اس کے دل سے آہ نکلی اور اس کی روحِ مجروح فریاد کرنے لگی۔

دوسروں کے لئے جس کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں اب لوگ خود اس کو رو رہے تھے اور اس سیم تن کے غم میں نالہ و فریاد کر رہے تھے۔

ہائے افسوس موت کتنی بڑی زیاں کار ہے۔ افسوس صد افسوس یہ غمِ مرگ کتنوں کے کلیجے کھا گیا ہے۔

اس غنچے کی طرح جو شاخ سمن سے پیدا ہوتا ہے اس کو سبز کفن پہنایا گیا۔

جب اس کو کفن پہنایا گیا تو دلوں پر قیامت بیت رہی تھی اور جذبات کی دنیا زیر و زبر ہو گئی تھی۔

وہ کبھی اس کے سر کو بوسہ دیتا تھا اور کبھی اس کے پاؤں کو چومتا تھا اور فریاد کرتا تھا کہ افسوس میرے حال پر صد ہزار افسوس۔

تو پھول کی جڑوں کی طرح مٹی میں چھپ گیا ہے اور میرا دل پھول کی طرح ہزار ٹکڑے ہو گیا۔

یہی بہتر ہے کہ میں یہاں سے اُڑ جاؤں اور بجلی کے سے پر لگا کر جہاں تو ہو وہاں پہنچ جاؤں۔

اے احقرؔ آ اور میری محرومیوں کو دیکھ اور آسمان کے ظلم و ستم کے مقابلے میں میری بے بسی کا اندازہ کر۔

الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون واصبر وما صبرك الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تك فی ضیق مما یمکرون۔
(پارہ ۱۴۔ رکوع ۱۵ آخری آیت)

(اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوجیئے۔

ذکر ذی شان امام رکن الدین ابوالفتح قدس سرہٗ

آپ اپنی ذاتِ بابرکات سے فرشتہ صفت انسان ہیں۔ زبدۃ الفضلاء قدوۃ العلماء ہیں۔ آپ کا وجودِ باجود سعادت نشان اور عین ذاتِ انسان ہے۔ آپ سُلالہ خاندانِ مصطفوی اور خلاصۂ دودمانِ مرتضوی ہیں۔ آپ نوائے معرفت کو بلند کرنے والے اور ابوابِ سعادت کو کھولنے والے ہیں۔ آپ کا نفسِ قدسی خدائے لایزال کے فضل و کرم اور ایزدِ متعال کے احسان و بخشش کے باعث کارگاہِ کون و مکان کا نقش طراز اور کارخانہ ہائے حدوث و امکان کا صورت پرواز ہے۔ اللہ پاک اس سجادۂ عشق و محبت کے صدر نشین اور کرسئ شرف

وتقدس کے اس اوج گزیں کو اپنی قربت وسعادت کے مقامِ اعلیٰ پر فائز فرمائیں۔ (آمین) وللّٰہ الحمد ولہ الاسماء الحسنیٰ۔(تمام تعریفیں اور اسمائے عالیہ اللہ پاک کے لئے ہیں)

اس مقامِ اعلیٰ اور درجہ حسنہ سے مراد تجلیاتِ الٰہی کے نظارۂ دوام سے سرفراز اور حصولِ معرفتِ لامتناہی کے شرف سے ممتاز ہونا ہے۔

سچ یہ ہے کہ حضرت جلالت مرتبت، الطافِ بارگاہِ خداوندی سے سربلند اور سعادتِ عشقِ الٰہی سے ارجمند ہیں، آپ کے رُوحانی درجات بہت اعلیٰ اور ایمانی مراتب بہت بلند ہیں، آپ بے حد کریم اللسان اور عدیم البیان ہیں۔ آپ کی ذاتِ والا صفات صوری ومعنوی محاسن سے آراستہ ہے۔ آپ مدبّر الاسلام والمسلمین ہیں۔ صراطِ مستقیم کے رہبر اور بحرِ عرفان کے شناور ہیں۔ آپ زبدۃ السالکین، قدوۃ الواصلین امام المجاہدین اور سلطان الاشجعین ہیں۔ آپ کا نام مبارک امام رکن الدین ابوالفتح ہے۔

اشعار

.... آں دل فدائے راہِ جاناں　　　شدہ در خیر مقدم گوہر افشاں
پئے تعظیم او برخاست ناگاہ　　　زسر ہوشش ز رُخ رنگش زدل آہ
نشست و بزم را رشکِ چمن کرد　　　چمن را اخگرے در پیرہن کرد
ندانم دیدہ ام در عین مستی　　　رخش یا قبلۂ آتش پرستی
نظر ہا با حیا در گرم جوشی　　　ادا ہا باجفا در خود فروشی
تبسم ہائے پنہانش کردانی　　　نمک پاشندہ بر زخمِ نہانی

زہر سو محشرِ نظّارہ در جوش	قیامت حرفے از خاطر فراموش
چو رنگیں جلوۂ او محفل آراست	ز دلہا بیخودِ این ہنگام برخاست (کذا)

ترجمہ: وہ دل کہ فدائے راہِ جاناں ہو چکا تھا اس کے خیر مقدم میں گوہر افشاں ہوا۔

اس کی تعظیم و پیشوائی کے لئے یکایک اس کے سر سے ہوش پرّاں ہوئے اس کے چہرے کا رنگ اُڑنے لگا اور اس کے دل سے آہ نکلی۔

وہ بیٹھا تو اس کے حسین پھولوں جیسے وجود کی بدولت محفل رشکِ چمن بن گئی اور چمن کا دل لباسِ رنگ میں چنگاری کی طرح جل اُٹھا۔

میں نہیں جانتا کہ میں نے مستی میں اُس کے رُخِ روشن کو دیکھا ہے یا پھر آتش پرستوں کے قبلہ یعنی شعلۂ آتش کو۔

اس کی نگاہیں حیا کے ساتھ گرم جوشی کا اظہار کر رہی تھیں اور ادائیں جفاؤں کے ساتھ خود فروشی کا معاملہ کرنے میں مشغول تھیں۔

اُس کا زیرِ لب تبسّم، جس کا لطف کچھ دل ہی جانتا ہے زخم ہائے جگر پر نمک پاشی کر رہا تھا۔

ہر طرف اس کے جلوہ ہائے بے حجاب کی وجہ سے "محشرستانِ نظارہ" کا سماں تھا اور قیامت کا تصوّر حرفِ غلط کی طرح دل سے مِٹ گیا تھا۔

حضرت امام الاولیا قدوۃ الاصفیا زبدۃ الفقہا امام العادل والخیر والطاعات سیدنا امام رکن الدین ابوالفتح کو شرفِ بیعت سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حاصل تھا۔

اشعار

دمے صبحے کہ ایں مہرِ جہاں سوز		فلک را گشت داغِ سینہ افروز
بیا اے باعثِ ایجادِ فریاد		جہانِ فتنہ را سامانِ بیداد
بکامِ دل دمے آرامِ جاں شو		خرابی می کند غم مہرباں شو
چو بر مضمونِ اُلفت گشت آگاہ		بخود پیچید ہم چوں طرّۂ آہ
بگفتش از غضب کاے فتنہ برخیز		نمک در دیدۂ اہلِ ہوس ریز
چوں اشک از دیدۂ مردم بروں شو		بفرما با دلِ عاشق کہ خوں شو
دلے بے رحم با رحم آشنا شد		اجابت رنگِ رخسارِ دعا شد
بیا ساقی کہ در درگاہِ رحمت		دُعائے عاشقاں دارد اجابت

ترجمہ: صبح کے وقت جب دنیا کو روشن کرنے والا سورج آسمان کے سینے میں چمکنے والا داغ بن گیا۔ (تو اُسے پھر اپنے محبُوب کی یاد آئی اور اس کا دل پکار اُٹھا)

کہ اے فریاد و فغاں کے لئے باعثِ ایجاد اور لے فتنوں کی دنیا کے لئے سرمایۂ ظلم و ستم۔

کبھی میرے پہلو میں آ اور میری رُوحِ مجروح کے لئے راحتوں کا سامان بن۔ غم و آلام نے میرے شہرِ آرزو کو اُجاڑ دیا ہے۔ اب تو ایک بار مجھے نگاہِ لُطف سے دیکھ لے اور مجھ پر مہربان ہو جا۔

جب اُسے مضمونِ الفت سے آگاہی ہوئی تو وہ دودِ آہ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگا۔

اُس سے کہا کہ اے "فتنۂ سراپا" اُٹھ اور اہلِ ہوس کی آنکھوں میں نمک بھر دے۔
اشکوں کی طرح آدمیوں کی آنکھوں سے باہر نکل جا اور عاشق کے دل سے
کہہ دے کہ وہ خون ہو جائے۔
بالآخر اس کا دلِ بے رحم، رحم سے آشنا ہو گیا اور غازۂ رنگِ قبول دعا کے
رُخساروں پر بکھر گیا۔
اے ساقی آ کہ درگاہِ رحمتِ خداوندی میں عاشقوں کی دُعا عجیب تاثیر رکھتی ہے۔

اللہ کے حکم اور تفضلاتِ بارگاہِ خداوندی کی بدولت اس "سُنّتِ نبوی" کو زندہ و پائندہ رکھنے والے اُسوۂ اولیائے عظام پر عمل کرنے والے، "وادیٔ ناسوت" کے سیّاح، اور دریائے لاہوت کے ملّاح، لوائے تصوّف کو اُونچا اُٹھانے والے اور چراغِ معرفت کو روشن کرنے والے کے تمام صحائفِ آمال اور کوائفِ اعمال (نیکیوں کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے)

آپ ہمیشہ رضائے الٰہی کی تحصیل میں مصروف اور تکمیلِ منشائے خداوندی میں مشغول رہتے تھے۔ مواعظِ حسنہ کی طرف آپ کا میلانِ خاطر زیادہ تھا اور تمام تر وقت ذکر و فکر میں گزرتا تھا، جس کی ضیا باریوں سے آپ کا قلب منوّر رہتا تھا، جب سے آپ نے شعور کی آنکھ کھولی تھی، اُسے بزرگوں کی دُعاؤں کی تاثیر اور اللہ پاک کی عنایت کا حاصل کہنا چاہیئے کہ آپ ہر لمحہ مراتب آگاہی کی تکریم اور مرضیاتِ الٰہی کی تعمیل کو پیشِ نہاد خاطر رکھتے تھے۔ اور اپنے اوقاتِ عمرِ عزیز کو مکاشفاتِ عالمِ حقیقت حصول معارفِ ذاتِ احدیت اور فلاحِ دارین کے لئے دعائے خیر و برکت میں صرف

فرماتے تھے۔ آپ کے خورشیدِ لطف وکرم کی شعاعیں اور ستارۂ رحم ورافت کی روشنیاں مریدانِ بااعتقاد کی پیشانیوں کو روشن کرتی تھیں۔ آپ فروع واصول کے بانی اور معقول ومنقول کی راہوں کے سالک تھے۔ آپ کی ذات ملکوتی کمالات کی مظہر اور لاہوتی صفات کا سرچشمہ ہے۔

آپ کے ارشادات، فضل وکمال سے متصف، الطافِ ابدی سے مزین اور عنایاتِ سرمدی سے بھرپور ہوتے تھے۔ آپ راہِ سلوک پر چلنے والوں کی رہنمائی اور بیکسوں کی دستگیری کرنے والے ہیں۔ آپ نے اپنی پاک زندگی کا بیشتر حصہ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدریس اور کلامِ الٰہی کے معانی ومطالب کی تعلیم وتفہیم میں گزارا۔ آپ اپنے زمانے میں شیخ الاسلام اور مفتی دین کے درجہ پر فائز تھے۔ آپ مرشدِ وقت، اُستاد فقہ وحدیث، معلم القرا، ہادی دینِ متین، زبدۃ السالکین اور قدوۃ الواصلین تھے اور اس اعتبار سے آپ اپنے اقران وامثال میں ممتاز ہیں کہ آپ حضرت میراں امام محمود شہید سبزواری رحمۃ اللہ علیہ کے معلم اور شیخ وقت تھے۔ (جیسا کہ اوپر بھی بیان کیا گیا ہے) آپ نے اپنے اوقاتِ گراں مایہ اور لمحاتِ مقدسہ کا بہترین حصہ خلق اللہ کی ہدایت ورہنمائی کے کاموں میں بسر فرمایا ..... آپ اپنے انفاسِ قدسی اساس کے ساتھ مراحلِ تحقیق کے قافلے کے رہنما اور منازلِ توفیق کے رہروؤں کے پیشوا ہیں۔ آپ عالمِ معاملاتِ طریقت اور کاشفِ مکاشفاتِ حقیقت ہیں، افادت وارادت کے بحرِ ذخار ہیں اور ریاضت وطاعت کی کھیتی کے ابرِ گہر بار ہیں۔ آپ کی بزرگیوں اور کرامتوں سے بھری زندگی مسترشدانِ "واثق الانقیاد" کی پیروی اور مریدانِ "راسخ الاعتقاد" کی قیادت میں بسر ہوتی تھی۔ جوں ہی آپ کو جہاد فی سبیل اللہ

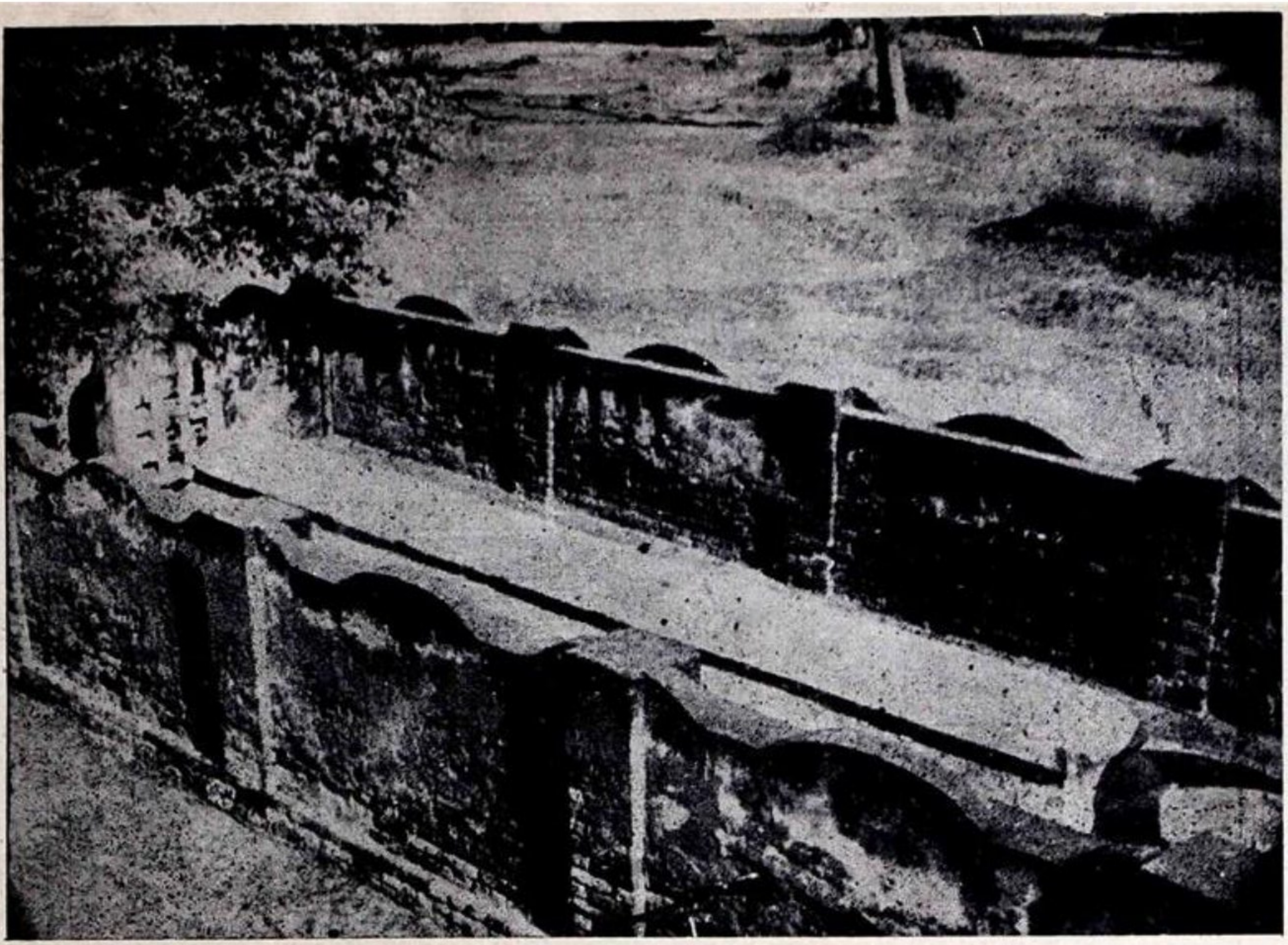

مزار حضرت امام امیر قاسم المعروف نوگزہ شہید جھنجھانہ

کی تیاری کی خبر ملی تو آپ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ گئے۔

للہ الحمد والشکر والاسماء الحسنیٰ

تمام تعریفیں اور تشکرات اللہ کے لئے ہیں اور تمام اسمائے حسنہ اسی کے واسطے ہیں۔

در ذکر شانِ والا نشان حضرت امام سراج الدین عرف شاہ محمد اخوند معلّم القرآن

آپ امارت و نیابت کے نشانِ ذی شان ہیں۔ آپ کا مرتبہ آسمانوں جیسا ہے۔ آپ بارگاہِ عظمت و جلال کے باریاب اور حضرت ظلِّ الٰہی جہاں پناہی کے لطف و کرم کے لئے فردِ انتخاب ہیں۔ آپ کی شان حضرت امارت پناہ، انجم سپاہ ایالت دستگاہ، بادشاہِ جم جاہ کے کوکبۂ دولت و اقبال کا نشان اور آپ کی بلند رتبگی اس گلشنِ نو آئین و سلطنت ابد قرین کے مسند آرا یعنی حضرت امام محمد سلطان سبزوار و خراسان کے دربارِ دُربار کے رُکنِ رکین ہونے کی دلیل ہے۔ آپ الطاف و قدردانی کے اس مہرِ منور اور برکاتِ آسمانی کے اس ماہِ درخشاں کی روشنیوں اور کرنوں سے نور پانے والے ہیں۔ جو قانونِ انصاف کا نافذ کرنے والا اور آئینِ احتساب پر عمل کرنے والا ہے اسی لئے اس کے عہدِ عدالت مہد میں دلوں کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور فتنوں کے دروازے بند ہیں۔ الطافِ رحمانی اور عنایاتِ ظلِّ سبحانی کی بدولت آپ شرک و بدعت کے قلعوں کو مسمار کرنے اور دینِ محمدیؐ کی بنیادوں کو استوار کرنے والے ہیں۔ آپ اللہ پاک کے بندوں کو بھلائی کا راستہ دکھلانے اور منہیات و سکرات سے روکنے والے ہیں۔ آپ زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین اور امام المقربین ہیں؛ آپ جل شانہٗ

کہ ہزار ہزار فضل و کرم اور حضرت ظلِّ الٰہی کے الطاف و عنایات کی وجہ سے آپ اپنے روزگار فرخندہ آثار کے لئے باعثِ فخر ہیں۔ زیبِ محفلِ امارت اور شمع انجمنِ ولایت ہیں۔ آپ کی شان بہت بڑی ہے۔ آپ کی تعریفات کا کیا ٹھکانا اور آپ کے درجات کی بلندی کا کیا کہنا۔ آپ معلّم القرآن ہیں اور حضرت ظلِّ الٰہی کے آستانۂ فیض نشان پر اعتکاف میں بیٹھنے والے ہیں۔ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کے اعلیٰ اوصاف اور برگزیدہ خصائل کیسے بیان کئے جائیں۔ آپ جواہرِ معانی کے مخزن اور تہوّر و جلالت کے مظہر ہیں، آپ جلالت پناہ اور شہامت دستگاہ ہیں اور ہمیشہ آپ پر اللہ پاک کی عنایتوں اور مہربانیوں کا نزول رہتا ہے۔ آپ زبدۃ الفقر امام الاولیا اور قدوۃ الصلحا ہیں۔ آپ مجھ عاجز و مسکین کے پیر و مرشد اور غریبوں اور بیکسوں کو پناہ دینے والے اور ہمیشہ لُطف و ترحم سے کام لینے والے ہیں۔ آپ بھی خاندانِ سادات کے چشم و چراغ اور دودمانِ رسالت کے ستارۂ روشن ہیں (اسی کے ساتھ آپ) حضرت سیّدنا و سندنا زبدۃ الاولیا امام المجاہدین والصدیقین والشہدا والصالحین حضرت میران امام محمود شہید سبزواری کے معلّمِ قرآن ہیں۔

آپ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہہ کرتے ہوئے حضرت امام شہید نے قرآن مجید کو تجوید و قرأت کے ساتھ پڑھا تھا اور حفظ فرمایا تھا اور علوم دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ یاب ہوئے تھے اور سلطنت ابدآثار سبزوار کے عمائد و اکابر اور اکثر خانوادہ ہائے سادات کے بچے آپ ہی سے قرآن و دینیات کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آپ سرتاپا صبر و رضا اور مجسّم زہد و اتقا ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ اس دارِ ناپائیدار میں رخصتِ قرار نہیں اور جو لوگ جمالِ کبریائی کے مشتاق ہیں

اُن کا جی کبھی اس غم کدۂ تنگ و تار میں نہیں لگتا یہاں تو صرف نیکیوں کے آثار باقی رہتے ہیں اور محض بھلائیوں کے نقش صفحۂ روزگار پر طراز دوام حاصل کرتے ہیں اور وہی لمحے اس حیاتِ ناپائیدار کا حاصل ہیں جو عشقِ الٰہی کی سرشاریوں اور خوابِ غفلتِ دنیا سے بیداریوں میں گزر جائیں اسی لئے آپ ہمہ ساعت شکرِ نعائمِ الٰہی اور دُعائے افضالِ لامتناہی میں بسر کرتے تھے اور اللہ پاک کی مرضی کی پیروی اور احکامِ قضا و قدر کی پابندی کو شغلِ صغریٰ و کبریٰ سے بہتر سمجھتے تھے

اشعار

چناں شد جلوہ گر با رُوئے تاباں — زمیزانِ تجلّی گشت فرحاں
نشستہ گرد او یارانِ ہمراز — دل ہر یک شہیدِ خنجرِ ناز
بامیدِ وصال آراست محفل — طلبگارِ علاجِ سوزشِ دل
نگہ در دیدہ اش مشتاقِ دیدار — نفس در سینہ اش فریاد بیمار
بہیں نو بادہ گلزارِ وحدت — گزیں گلدستۂ باغِ سیادت

ترجمہ: وہ اپنے رُوئے تاباں کے ساتھ اس شان سے جلوہ گر ہوا جیسا خورشیدِ نور افشاں میزانِ تجلّی میں رونق افزائے جہاں ہوتا ہے۔

اس کے چاروں طرف یارانِ ہمدم و دوستانِ ہمراز بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ہر ایک کا دل خنجرِ ناز کا شہید تھا۔

اس نے آرزوئے وصال میں محفل آراستہ کی اور سوزشِ دل کے علاج کا طلبگار ہوا۔

مردمکِ چشم میں اس کی نگاہ دیدارِ محبوب کی مشتاق تھی اور اس کے سینے میں اس کا سانس بیمار کی فریاد بنا ہوا تھا۔

وہ گلزارِ وحدت کا گُل سرسبد اور باغِ سیادت کے پھولوں کا سب سے حسین گلدستہ تھا۔

بیا ساقی کہ فتح ماست امروز — شکستِ توبہ ہا برخاست امروز
چنیں بودند باہم گرمِ گفتار — کہ از درجلوہ گرشد ایں سخن بار (کذا)
بسرعتہا کشودہ قفل و زنجیر — گرہ واکردش از زلفِ گرہ گیر
دل آرائے کہ ہم بزمست بامن — چنیں کردست شمعِ قصر روشن
کہ باشد آں نگارِ غیرتِ ماہ — دوائے صد ہزاراں دردِ جانکاہ
ہمہ رفتند و عرضِ حال کردند — غبارِ اشک در غربال کردند

ترجمہ: اے ساقی آ کہ آج ہماری فتح کا دن ہے اور شکستِ توبہ کا جشن منانے کا وقت آگیا ہے۔

وہ اس طرح باہم مصروفِ گفتگو تھے کہ دروازے سے ایک شخص اندر آیا۔ اور اُس نے سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔

بڑی سُرعت سے اُس نے قفل اور زنجیر کو کھولا اور اپنی زُلفِ گرہ گیر کے بند کھول دیئے۔

وہ دل آرام کہ میرے پہلو میں بیٹھا ہے اس نے اس طرح میرے قصرِ محبّت کی طرح روشن کیا ہے (کہ دل کی دنیا جگمگا اُٹھی ہے)

وہ دلنواز محبوب کہ غیرتِ مہر وماہ ہے اور جس کی ایک نگاہِ لطف ہزار جاں کاہ تکلیفوں کے لئے علاج و دوا ہے۔

وہ سب گئے اور اس کے سامنے عرضِ حال کیا اور دل کا غبار اشکوں کی صورت میں پلکوں کی چھلنی میں چھان دیا۔

غرض کہ میرے مرشد و مولا اپنی حیاتِ مستعار کے دوران جسے "مدّتِ معدود الایام" کہنا چاہیئے قرآن مجید کے درس و تدریس کے علاوہ اور کوئی کام نہ کرتے تھے یا پھر مسائلِ تخلیق کائنات اور اصلاحِ ظاہر و باطن پر زیادہ توجہ فرماتے اور اپنے فیوض و برکات سے عالم کو مستفیض فرماتے تھے۔ انھیں اشغالِ قدسیہ میں آپ کی روشن اور پاک زندگی کے لمحات گزرتے تھے۔ اس سراپا خیر و برکت زندگی کے ساتھ آپ نے عزمِ صمیم سے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت فرمائی اور شہادتِ عظمیٰ کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ و برہان اللہ اسرارہٗ۔

چندے اشعار در شانِ والا از جذبہ شوق

بچشمِ وحشت گرد انش نمایاں — ز نوکِ سبزہ شوخیہائے مژگاں
دریں صحرا ہمی گردید دلریش — غلامِ یوسفِ گم گشتۂ خویش
چہ عمر است ایں جدا از روئے آں ماہ — بقربانِ سرش صد مرگ ناگاہ
سرش بر داشت بیتابی چو از خاک — ز دل سر کرد صد آہِ الم ناک
چو صورت ایں چنیں پیچید در گوش — بخاک از نیلی افتاد بیہوش

ترجمہ: اس دشت پیما صحرانورد کی آنکھوں میں نوکِ سبزہ کو دیکھ کر اس کی پلکوں کی شوخیوں اور بھوؤں کی شرارتوں کی تصویر پھرنے لگی۔

وہ اس صحرا میں پریشاں حال و پریشاں خیال پھر رہا تھا اور اپنے اس یوسفِ گم گشتہ کو ڈھونڈ رہا تھا۔

بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہوئی جو اس طرح محبوب کے فراق میں بسر ہو اور جس پر ہزار مرگہائے ناگاہ کو قربان کیا جاسکے۔

جب یہ صورتِ حال اس کے گوش گزار ہوئی تو وہ احساسِ محرومی کی شدت سے بے ہوش ہوگیا۔

ذکرِ والاشان امام جلال الدین جلال کاشغری

آپ بڑے کریم النفس اور والاشان بزرگ ہیں۔ آپ کی تعریف و توصیف کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے۔ آپ کے فیوض و برکات کی روشنیاں اور آپ کی طبعِ کریم کی بخشش اور عنایتیں سب کے لئے عام ہیں۔ اللہ پاک کے بے مثال فضل و کرم سے آپ کا نیرّ اقبال عروج پر ہے اور حضرت جہاں پناہی ظلِ الٰہی کے قرب کی وجہ سے کہ تفضلاتِ ربّانی میں سے ہے آپ مسندِ ثبات و استقلال پر متمکن ہیں۔ آپ کی عظیم شخصیت اسوۂ اولیائے کرام اور طریقۂ فضلائے عظّام کا نمونہ ہے۔ آپ لوائے تصوّف کو بلند اور چراغِ عرفان کو روشن کرنے والے ہیں۔ آپ ہمیشہ رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش میں لگے رہتے تھے اور رات دن صبح و شام ذکرِ جلالِ الٰہی اور فکرِ نعایم لامتناہی میں مستغرق رہ کر گزارتے تھے اور سوتے جاگتے ذکر اللہ کیا خفی

، کیا جلی برابر جاری رہتا تھا۔

الا بذکر اللہِ تطمئن القلوب

(دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر میں ہے)

آپ اُس دُودمانِ عزت و شرف کے لئے باعثِ فخر تھے اور اس خاندانِ شرافت ونجابت کے لئے وجہ اعزاز و امتیاز تھے۔ قریہ کاشغر آپ کی ولادت باسعادت سے مفتخر تھا۔ آپ صبر و شکیبائی کے پیکر تھے اور چونکہ اس جہانِ ناپائیدار میں قیام و دوام کا کوئی امکان نہیں اور مشتاقانِ جمالِ الٰہی کے لئے اس غمکدۂ تنگ و تار سے سفر جس قدر جلد ممکن ہو اس قدر ہی اچھا ہے۔ اس لئے وہ اس میں ثبات و قرار نہیں چاہتے اور اس بنا پر کہ آثارِ خیر و برکت اور پاکیزہ نیکیوں کی نشانیاں باقی رہنے والی ہیں، آپ اپنے اوقاتِ عزیز کو خوابِ غفلت کی گراں باریوں سے بچاتے اور ہمہ وقت یادِ الٰہی اور شکر عنایتِ لاانتناہی میں صرف فرماتے تھے اور مراتبِ آگاہی کی حفاظت اور مرضیاتِ الٰہی کے حصول کو ہمیشہ پیشِ نہادِ خاطر رکھتے تھے۔

اسی اثناء میں عزم بالجزم جہادِ فی سبیل اللہ کے خیال سے روانۂ ہندوستان ہونے کا وقت آگیا۔

الحمدُ للہِ بل اکثرھم لا یعلمون

اگلے دن حضرت ظلِ سُبحانی آیتہ رحمتِ ربّانی امام محمّد کنیت مسعود شاہِ خراسان کے حکم سے ایک مبارک ساعت میں اراکینِ سلطنت و کارپردازانِ خلافت (دارالامارت سلطنتِ مسعودیہ میں) آستاں بوسی کے لئے بارگاہِ فلک اشتباہ میں، حاضر تھے اور دولت خانہ بہشت نشان بہ انجمنِ ارم آئین آراستہ تھی اور جشنِ دلکشا نے شرفِ انعقاد پایا

تھا بہت سے امورِ مملکت اور مہماتِ سلطنت کو تدبیر و تفکر کے بعد طے کیا جا رہا تھا ابھی چند ہی مسائل طے پائے تھے کہ ایک پہر اور پانچ گھڑی دن گزرنے کے بعد حضرت اشرف خلیفۂ الٰہی آفتابِ دولتِ جہاں پناہی زینت بخش اورنگِ شاہنشاہی حضرت امام محمد کیت مسعود کے گوشِ حقیقت نیوش تک حضرت امیر شہاب الدین عرف شاہ بیابانی کے واقعہ اسارت کو پہنچایا گیا اور اس وقت حضرت قدیرِ قدرت نے امرائے دولت کے مشورے سے طے فرمایا کہ جہاد کی تیاری کی جائے اور تباہ کار کفار و مشرکین کو ان کے کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔ علمِ جہاد بلند ہوا اور بندگانِ حضرتِ والا او روابستگان دولت ابد قرین میں سے جو لوگ شرکتِ جہاد کے لئے علمِ اسلام کے نیچے آگئے ان میں حضرت امام جلال الدین جلال کاشغری المعرف بہ شہید قتال کا نام نامی بڑی اہمیت رکھتا ہے

دعائے مزید نعمت بحضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ

دہانم خود بخود گوہر فشاں شد　　دعائے دولتش وردِ زباں شد
الٰہی تا بود ظلِّ الٰہی　　خطاب مستطابِ بادشاہی
جہاں در سایہ او باد معمور　　ز روئے دولتِ او چشم بد دور
بہ تختِ سلطنت ہم شوکتِ جم　　بود در خلوت ابراہیم ادہم
بدہ جامِ مئے از میخانۂ عشق　　کہ بے خود سر کنم افسانۂ عشق
دلش را نورِ عرفاں شمعِ محفل　　مئے جامش شکستِ شیشۂ دل
شود چوں آتشِ عشقش فروزاں　　گزارش می کند دریائے عرفاں (کذا)

بباغِ جلوه سروِ خود براَفراز   بصد فتنه قیامت جلوه‌گر ساز
اسیرِ طرز و اندازِ جلالم   که خواند از شوق بیتے حسبِ حالم
دعائیش عرضِ مطلب آرزو کرد   شنیدن بر لبِ استقبال او کرد

هوس از بسکه هر سو جوش دارد   دلم بت خانه در آغوش دارد
بدستِ نفسِ کافر کیش خونخوار   گرفتارم گرفتارم گرفتار
اسیرم کرد کافر ماجرائی   رهائی یا نبی الله رهائی
تو باقی قبله و من غیر زائرا   تو باقی کعبه و من دیر سائرا
مرا اے جانِ جاں از روئے ایماں   مسلماں کن مسلماں کن مسلماں
عجب نبود ز لطف تو پناهم   که گردد فخر آمرزش گناهم
بمدحِ او دلم شد فکر اندیش   تواں گشتن مریدِ طالعِ خویش
ز ایجادش قضا بر خود کند ناز   که زد پهلو کراماتش به اعجاز
غلامِ خاکِ پائے حافظم شد (کذا) فدائے نامِ پاکِ حافظم شد

کمی آید بصیادی دریں دشت   که دل در سینهٔ نخچیرِ خوں گشت
چنیں می گفت کاں صیاد خودکام   سوارے رم سمندے شاهدش نام
نشستے آهو از بس تیر باراں   برنگِ چشم در آغوشِ مژگاں
همی آمد صدا از حلقِ بسمل   که بُردم حسرتِ دیدارِ قاتل
که رشکِ وحشیاں هم چشم دریاست   نمی دانم کرا آهنگِ صحراست
بصد الفت فدائے آں جگر ریش (کذا) زمادانش غبارِ خاطرِ خویش

گلاب آورد دگر در راه او شست   بآبِ گل رُخِ چوں ماه او شست

قیامت زیر بر آمد خدنگش | اجل در آستیں پنہاں تفنگش
زآبِ او حیاتِ جان و تنہا | بقربانِ سرش جاہِ ذقنہا
نمی دانم چہ شد آرام ایں دل | کہ بر من بے قراری کرد منزل
کہ باشم صیدِ ناوک خوردۂ عشق | بہ زلفِ خم بہ خم آوردۂ عشق

ترجمہ: میرے منھ سے خود بخود پھول جھڑنے اور موتی بکھرنے لگے اور اس کے لئے دعائے دولت و اقبال میری زبان کا وظیفہ بن گئی۔

اے اللہ جب تک بادشاہ جہاں پناہ کا خطاب اور انتساب ظلِ الٰہی ہے دنیا اس کے سایۂ عاطفت میں ہر طرح معمور و مسرور رہے اور اس کے چہرۂ دولت سے دشمن کی نحوست بھری آنکھ دور رہے۔

جب وہ تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہو تو جلوت میں اس کی شانِ جلال جمشید و کسریٰ جیسی ہو اور خلوت میں جب وہ بوریا نشین ہو تو اپنی نیکی اور پرہیزگاری کے باعث ابراہیم ادہم کا ہم مرتبہ ہو جائے۔

مجھے شرابِ عشق کا ایک جام دے کہ بیخودی و سرشاری کے ساتھ میں افسانۂ عشق کو بیان کروں۔

نورِ عرفاں سے اس کا دل اس طرح روشن ہے جیسے شمع سے محفل میں نور بکھر جاتا ہے۔ اس کے ساغرِ محبت کی شراب تو خود شکستِ شیشۂ دل ہے۔

جب اس کے عشق کی آگ روشن ہوتی ہے تو عرفاں کا دریا موجیں مارنے لگتا ہے۔

اے میرے سروِ خراماں میرے باغِ آرزو میں جلوہ فرما ہو تاکہ میں تجھ پر قربان ہوں

آ اور میری دنیائے محبت میں قیامت بپا کر دے۔

میں تو اس کے پُر جلال انداز کا عاشقِ فریفتہ ہوں جس کے ساتھ اس نے میرے حسبِ حال ایک شعر پڑھا۔

اس کی دعا نے عرضِ مطلب کی تمنا کی۔ یعنی جوں ہی حرفِ آرزو زبان پر آیا لطفِ سماعت نے لبوں تک آ کر اس کا استقبال کیا۔

چونکہ ہر طرف سے ہوس جوش میں ہے یعنی میں اپنے جذب و شوق کے ہاتھوں ہمہ تن چشم تماشا ہوا ہوں۔ اس وقت مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میرا دل ایک بُت خانۂ آرزو بن گیا ہے۔

میں اپنے "نفسِ کافر ماجرا" کے ہاتھوں بے طرح بلا میں پھنس گیا ہوں، اسیر ہو گیا ہوں گرفتار ہو گیا ہوں۔

میری اس "کافر ماجرائی" نے مجھے ایک بے بس قیدی بنا دیا ہے۔ یا نبی اللہ اپنے لطف و کرم سے مجھے رہائی دلوائیے۔

جہاں تو قبلہ ہو وہاں میری نظر کسی غیر کی طرف اُٹھے، یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ تو میرا کعبۂ مقصود ہے اور میرے سجدے بُت خانے کے دروازے کے لئے وقف ہوں۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے۔

اے جانِ جاں مجھ پر نگاہِ لطف و کرم کر۔ مجھے اس کافر ماجرائی سے رہائی دے اور پھر مسلمان کرے۔

اگر مجھے اس کے لطف و کرم پشت پناہی مل جائے تو یہ تعجب کی بات نہ ہو گی کہ میرا گناہ رحمتوں کا سزاوار بن جائے۔

اس کی مدح و ستائش کا خیال میرے ذہن پر چھا گیا ہے۔ اب میں اپنی خوش قسمتی پر جس قدر ناز کروں کم ہے۔ مجھے تو اپنے طالعِ یاور کا مرید ہو جانا چاہیئے۔

اس کو ایجاد کر کے کارکنانِ قضا و قدر خود اپنے اوپر ناز کرتے ہیں۔ اس کی کرامتیں تو معجزہ نمائیوں کا درجہ رکھتی ہیں۔

اے حافظ میں تو اس کی خاکِ پا کا غلام بن گیا ہوں اور اس کے نام پر فدا ہو رہا ہوں۔

کاش وہ کبھی اس دشت میں شکار کرنے کے لئے آئے۔ اس کے انتظار میں اس کے نخچیروں کا دل خون ہو رہا ہے۔

(ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف   بامیدآنکہ روزے بشکار خواہی آمد)

وہ یہ کہہ رہا تھا کہ وہ "صیادِ خود کام" وہ "شاہدِ فتنہ قامت" ہوا کے گھوڑے پر سوار آیا۔

اس کی نگاہوں کی تیر باری کی وجہ سے آہوانِ صحرا اس طرح چھپ گئے تھے جیسے پتلی تیز روشنیوں کی تاب نہ لا کر پلکوں کے پیچھے چھپ جاتی ہے۔

بسمل کے "حلق بریدہ" سے یہ صدا آرہی تھی کہ قاتل کو دیکھنے کی حسرت رہ ہی جاتی ہے

(ٹھہر ٹھہر کہ بہت دلکشا ہے یہ منظر   ذرا میں دیکھ تو لوں تابناکیٔ شمشیر)

ہم "وحشت زدگانِ عشق" کی آنکھوں سے برسنے والے آنسو دریا سے ہم چشمی کرتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ پھر کون اور کیوں صحرا کی طرف رُخ کرے گا۔

بہت پیار کے ساتھ وہ عاشق جس کا دل زخموں سے چور ہے۔ اس کے دامن

سے اپنے دل کی "غبار افشانی" کرتا ہے۔

گلاب لایا گیا اور اس کی راہ کی تمام گرد دھوئی گئی اور اس کے چاند جیسے چہرے کے غبار کو اس طرح مشک و گلاب سے دھویا گیا۔ جیسے شبنم پھولوں کا منھ دھلاتی ہے۔

قیامت اس کے علم کے سائے میں آگئی تھی اور موت تفنگ کی طرح اس کی آستین میں تھی (اس کے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی)

اس کی آب و تاب سے نہ جانے کتنی جانوں اور کتنے دلوں کو زندگی ملتی تھی اور کتنے "چاہ ہائے ذقن" اُس کے رُخ پر قربان ہوتے تھے۔

خدا جانے میری رُوح کا آرام و چین کہاں چلا گیا اور بیقراریوں نے میرے دل میں گھر کیوں کر لیا۔

میں تو "ناوک خوردۂ عشق ہوں" اُس کی زُلفِ گرہ گیر کا اسیر اور اس کے دامِ عشق میں گرفتار ہوں میرا دکھ ہی کیا۔

غرض کہ اس مجاہدِ جلیل نے حیاتِ مستعار کے دن دار السرور مملکتِ مسعودیہ میں نیکیوں اور نیکو کاریوں کے ساتھ حضرت ظلِّ الٰہی سایۂ رحمتِ نامتناہی کے دامنِ دولت سے وابستگی کی حالت میں گزارے ـــ امام شہاب الدین کے سانحہ رُوح فرسا کے بارے میں اطلاع کے بعد جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت فرمائی علمِ جہاد بلند کیا اور شہیدِ راہِ حق ہوئے۔

الحمد للہ ولہ الاسماء الحسنیٰ

اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے اور تمام اسمائے حسنیٰ اسی کے لئے ہیں

ذکرِ درِ شانِ امام قاسم کنیت محمد علمبردار اعظم شہید المعروفؒ (کوگزہ پیر)

آپ کی شان بہت بڑی ہے اور آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ عدیم البرہان اور عمیم الاحسان ہیں۔ آپ اللہ کے نور میں سے ایک نور ہیں۔ آپ تائیدِ الٰہی اور نصرتِ ذاتِ لامتناہی کے باعث وہ رُوحِ مقدس ہیں جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دنیا میں اُتری تھی۔ آپ میرے مرشد و مولا ہیں۔ امام المجاہدین زبدۃ المتقین اور اسد اللہ فی الارضین ہیں۔ آپ والا مرتبت اور شہامت منزلت ہیں۔ امام العادل والخیر والطاعات ہیں۔

آپ ساداتِ عظام اور اولیائے ذوی الاحترام میں سے ہیں۔ زاد اللہ اعلامکم۔

که رستم در مصاف اوست روباه (کذا) بصد اقبال دایم چشم بر راه
ضمیرش مخزنِ اسرارِ غیبی دلش از مہبطِ انوارِ غیبی

ترجمہ: رستم اس کے ساتھ مقابلے میں روباہ بن جاتا ہے اور صدہا اقبال مندیاں اس کی راہ تکتی ہیں۔

اس کا ضمیر مخزنِ اسرارِ غیب ہے اور اس کا دل عشق تنزل نزولِ انوارِ الٰہی کی جلوہ گاہ ہے۔

وہ بزمِ صفوت و صفا کے صدر نشین اور مسندِ اعزاز و امتیاز کے اوج گزیں ہیں۔ وہ زیبا شمائل و برگزیدہ خصائل ہیں۔ اوصافِ پسندیدہ اور اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہیں۔ دریائے خلافت کے دُرِ شہوار اور حدیقۂ سلطنت کے گُلِ نو بہار ہیں۔ وہ خلافتِ عالیہ جس کا پایہ آسمان کی طرح بلند ہے اور وہ سلطنتِ الٰہیہ جو ابد

تک قائم ہے۔ وہ عساکرِ مجاہدین کے امام ہیں۔ دولتِ اسلام و مسلمین کے لئے وجہ صد احترام ہیں۔ ان کا نامِ نامی سید امام قاسم اور کنیت محمد ہے۔ وہ لشکرِ اسلام کے علمبردارِ اعظم ہیں قدس اللہ سرہٗ و برہان اللہ اسرارہٗ۔ آپ نے اپنی حیاتِ مستعار کے ابتدائی ماہ و سال قرآن پاک کی تعلیم میں صرف کئے۔ بعد ازاں علمِ دین کی تحصیل میں مصروف ہوئے اور اس سے فراغت کے بعد آپ ذکر و فکر اور یادِ الٰہی میں مستغرق اور مشاہدۂ ذات و صفات میں محو ہو گئے۔ یہ وہ دولت ہے جسے نعمتِ غیر مترقبہ کہنا چاہیئے اور جو بجا طور پر حاصلِ حیات اور مقصدِ کائنات ہے۔ اسی کے ساتھ آپ امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین کے دربار کے ایک اہم رُکن تھے اور حضرت جلالتمآب کرامت انتساب ظلِّ سبحانی آیتہ رحمتِ ربّانی کا بے پایاں لطف و کرم اور عنایتِ بے نہایت اُن کی شاملِ حال تھی۔ اسی اثنا میں مملکتِ مسعودیہ کے دار الخلافت میں یہ خبرِ وحشت اثر پہنچی کہ حضرت میر میراں امام شہاب الدین الملقب بہ شاہ بیابانی کو مع اُن کی آلِ اطہار کے محبوس کر دیا گیا ہے جیسے ہی یہ رُوح فرسا خبر خلیفۃ المومنین اور امیر المسلمین کے گوش گزار ہوئی احکامِ جہاد نافذ ہوئے اور جہاد فی سبیل اللہ کے فتحمند جھنڈے بلند کر دیئے گئے۔

وَلِلّٰهِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

اور تمام زمین و آسمان اللہ کے لئے ہیں۔ تمام اسمائے حسنہ اسی کی ذات و صفات سے وابستہ ہیں

اشعار

سخن پرواز ایں رنگیں فسانہ　　چنیں آرد فسانہ درمیانہ

رُخِ او آفتابِ دلفریباں　　بشد طالع دو روزا زیک گریباں (کذا)

دو بار آں تازہ سروے گلشنِ ناز | بیک تاجے نہ شد ہر گز سر افراز (کذا)
مزن ہر دم قدم بر سنگلاخے | زشاخِ ہر زماں بنشیں بشاخے
دراں میداں کرا باشد سرِ تاج | کہ سرہا میرود آنجا بتاراج
زدل صبر و زتن آرام رفتہ | سکوں از جانِ غم فرجام رفتہ

ترجمہ: اس فسانۂ رنگیں کے سخن پرداز نے یہ دل آویز داستان اس طور پر بیان کی ہے۔ اُس کا چہرہ حسینوں کی دنیا کا آفتاب تھا اور اس کے دو روشن رخسار ایسے نظر آتے تھے جیسے دو صبحیں ایک ہی گریبانِ سحر سے طلوع ہو ئی ہوں۔

وہ حُسن و زیبائش کے چمنستان کا ایک سروِ نو بہار تھا اور اس کے سوادِ سینہ سے طلوع ہونے والے دو قبہ ہائے نور کبھی بھی ایک تاج سے سرفراز نہیں ہو سکتے تھے۔

(اے میرے پیکِ خیال، اے طائرِ نظر) ہر دم اس سنگلاخ وادی میں قدم مت رکھو بلکہ اس شاخ سے اُس شاخ پر بیٹھو اور لُطفِ نظارہ اُٹھا۔

اس میدان میں تاج وری کا دعویٰ اور تاج برسری کی خواہش کیسے ہو سکتی ہے جہاں ایک نگاہ کے بدلے صدہا سروں کی بھینٹ چڑھتی ہے۔

میرے دل سے صبر اور میرے بدن سے راحتیں رخصت ہو گئیں اور میری روح مجروح اور جانِ غم فرجام کا صبر سکون برباد ہو گیا۔

مختصر ذکر در شانِ والا شان حضرت امام موسیٰ زاہدی

آپ صاحبانِ مکرمت و شان اور اربابِ منزلت و احسان میں سے ہیں۔

آپ علوم وادیان کو سربلندی بخشنے والے ہیں۔امام المجاہدین وسرلشکر غازیانِ دینِ متین ہیں۔آپ عظیم المرتبت سعادت نشان اور جلیل البرہان ہیں۔آپ کی ذات دلیلِ تفضلاتِ ربّانی ونشانِ بخششہائے رحمانی ہے۔

آپ منیع القدر ہیں اور کریم الخلق ہیں۔خدا کرے آپ ہمیشہ اعطافِ الٰہی اور الطافِ ذاتِ لامتناہی سے کامیاب وکامراں ہیں۔الحمد للہ والشکر

آپ ساداتِ کرام اور اولیائے عظام میں سے ہیں۔مجاہدینِ اسلام والمسلمین کے امام ہیں۔محبوبِ رب المشرقین والمغربین جد الحسن والحسین حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور زبدۃ الفقراء والمساکین اسد اللہ فی الارضین قاتل الکفار والمشرکین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔عالم باعمل ہیں۔صاحبِ کشف وادراک اور اعلائے کلمۃ الحق ہیں، بیباک ہیں۔آپ نخبۃ العلماء والفقہا زبدۃ الابرارین قدوۃ الواصلین والصدیقین والشہداء والصالحین ہیں۔آپ کی ذات پر ہمیشہ اللہ پاک کی برکتیں اور بخششیں نازل ہوتی ہیں۔آپ کا مبارک ومقدس نام سیدنا امام موسیٰ زاہدی ہے اور آپ قریہ زاہدان کے رہنے والے ہیں۔اللہ پاک آپ کی خاک کو عنبریں فرمائے اور آپ کے براہین کو روشن کرے۔

[بود چوں انفاس آں عنبر سرشت] باد خاک پاک او رشکِ بہشت
[بود چوں درزیست او قدسی نفس] مسکنِ او قصرِ جنّت باد وبس
[بود روحش بہ علیین ہم ددش] خدا دار د بہ مطلوبش ہم آغوشش
[دارد کسیکہ از غم عشقش بلائے]
باد انصیب سینۂ او نور معرفت

ترجمہ: اس کے پاک انفاس عنبر سرشت تھے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اس کی خاکِ پاک کو رشکِ بہشت بنا دے۔

وہ اپنی زندگی میں فرشتہ صفت اور قدسی نفس تھے۔ خدا کرے اُن کا مسکن قصرِ جنت ہو۔

اس کی روح اعلیٰ علیین سے ہم دوش رہے اور خدا اس کو اپنے مطلوب سے ہم آغوش رکھے۔

جس شخص کو اس کے غمِ عشق کی دولت حاصل ہے خدا اس کے سینے کو نورِ معرفت سے بھر دے۔ (آمین)

ذکرِ درشانِ حضرت امیر شہاب الدین الملقّب بہ شاہ بیابانی

آپ چمنستانِ اُمید و گلشنستانِ آرزو کے گلِ سر سبد اور شہرستانِ امارت و ولایت کے لئے زینت دہِ سجّادہ و مسند ہیں۔ آپ صاحبِ دولت و اقبال اور فخرِ انجمن جمال و جلال ہیں۔ آپ کی پاک زندگی کی باغ باڑی سحابِ لطفِ صمدی کی پھواروں سے لہلہاتی اور عنایاتِ بارگاہِ ایزدی کے سورج کی روشن کرنوں سے جگمگاتی ہے۔ آپ کا شوقِ صحبت مقناطیس کی طرح روحِ احباب کو بے اختیار کھینچتا ہے۔ آپ کی ذات آپ کے روزگارِ فرخندہ آثار کے لئے باعثِ سعادت ہے۔ آپ انسانی بزرگی و برتری کے جھنڈے کو بلند کرنے والے ہیں۔ معارجِ ولایت پر سرفراز ہیں۔ آپ بزرگانِ باصفا کی اچھی اور سچّی زندگی کی ایک روشن علامت ہیں۔ آپ کے وجودِ باجود پر برکاتِ آسمانی اور تفضّلاتِ رحمانی کا نزول ہوتا ہے آپ کے مواعظِ حسنہ اور نصائحِ خرد افزا سے

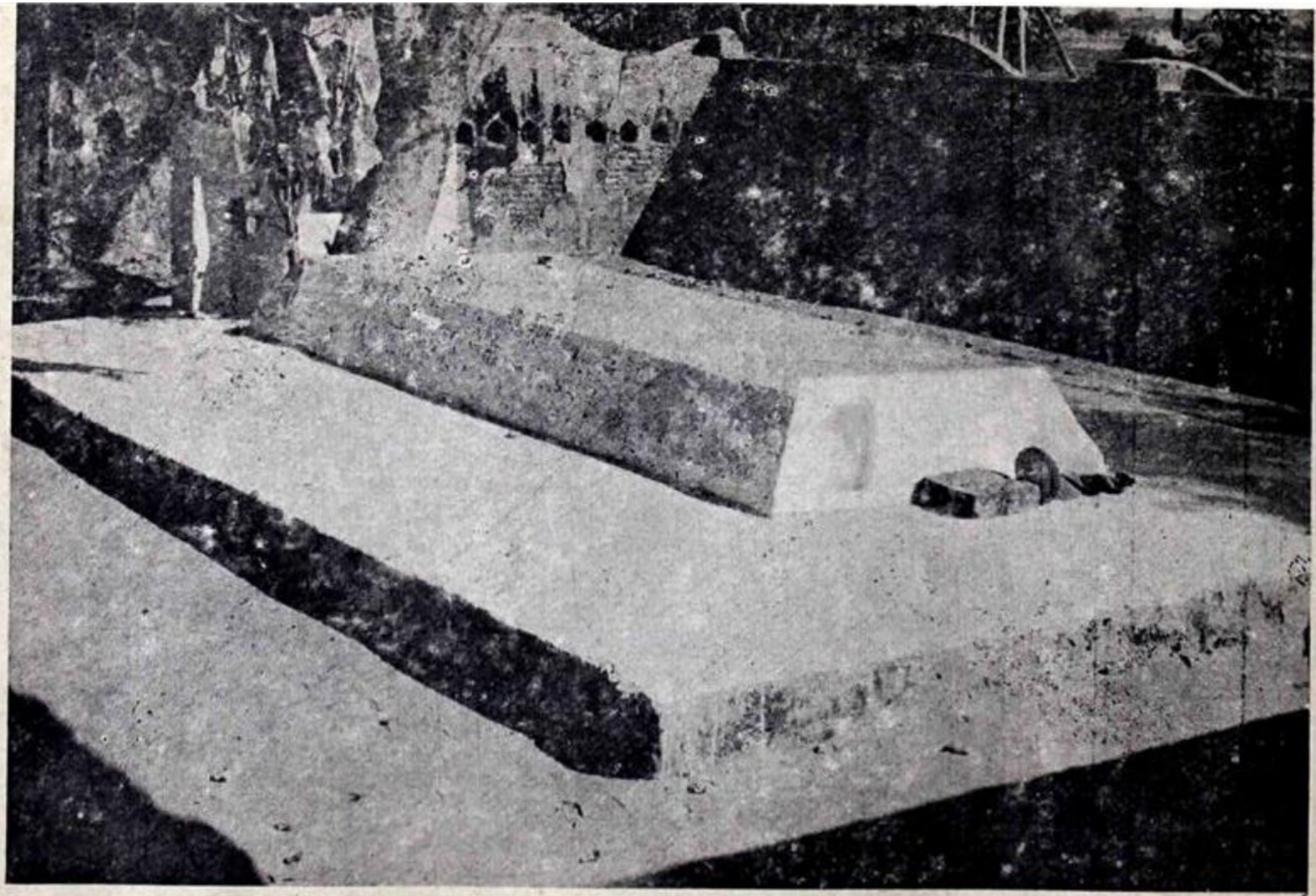

مزار حضرت امیر شہاب الدین شہید عرف پیر بیابان ؒ
استاد حضرت امام سید محمود شہید ؒ جھنجھانہ

مزار امام جلال الدین جلال کاشغری المعروف شاہ قتال شہیدؒ، جھنجھانہ

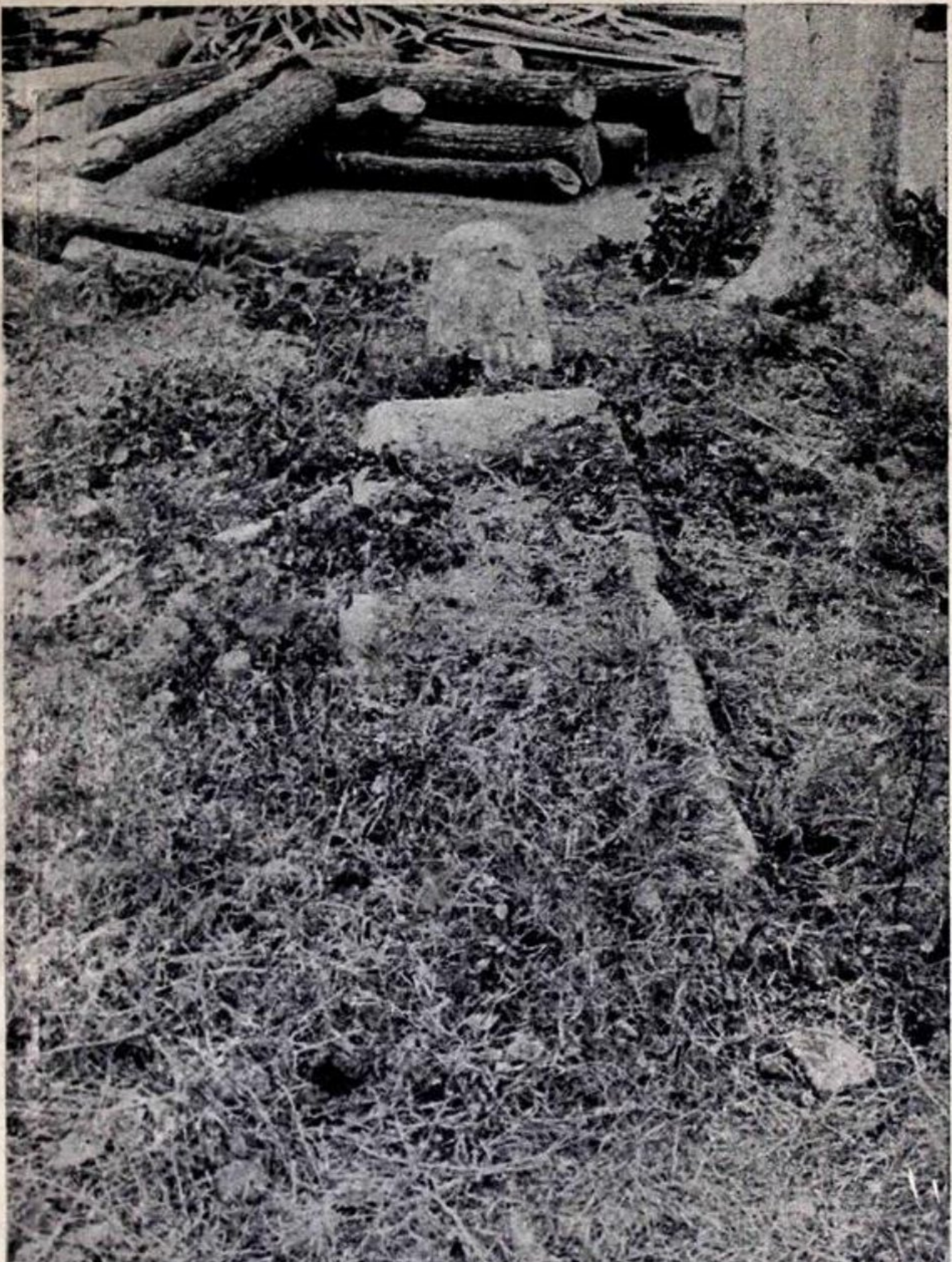

دین کی راہیں روشن ہوتی ہیں قلم آپ کے اوصافِ عالیہ کی رقم سے عاجز ہے اور سر مہ درگلو نظر آتا ہے۔ سچ ہے کوئی آپ کی صفتیں کیسے بیان کرسکتا ہے۔

اشعار

چرا تنہائی و صحرا نوردی	چنیں چوں سربسر اندوہ و دردی

چہ پیش آمد ترا و حال چونست	مگر صحرا نوردی از جنون است

جدا چوں گشتی از یارانِ غم خوار	چرائی ہم چوں مجنوں سر بہ کہسار

ترجمہ: تونے یہ تنہائی و صحرانوردی کیوں اختیار کی تو کہ سراپا درد وغم ہے کس حال اور کس خیال میں ہے۔

تجھ پر کیا بیت رہی ہے اور ترا حال کیسا ہے۔ تونے دشت پیمائی و بادیہ گردی کیوں اختیار کی ہے۔

تو اپنے یارانِ غم خوار سے کیوں جُدا ہوگیا ہے اور فرہاد و مجنوں کی طرح کیوں کوہ و صحرا میں مارا مارا پھر رہا ہے۔

اس بدیع البیان اور منبعِ جود و احسان نے (بھی کچھ ایسی ہی راہ اختیار کی تھی) جس کا دست بخشش و عطا گوہر باریاں کرتا تھا اور جس کا سکون وطمانیت سے بھرا ہوا سینہ انوارِ آسمانی اور عرفانِ ربانی کا "مجمع البحرین" ہے اور جو جمنھانہ کی چشمِ پرشوق کے لئے نشانِ ارجمندی اور جلوۂ لطفِ خداوندی تھا۔ آپ کا دیدار سعادت آثار مسرت بخش دلہائے حزیں اور رونق افزائے حُسنِ یقین ہے۔ آپ ظلِ سبحانی کے محبِ باا خلاص اور معتمدِ خاص ہیں۔ آپ کا نام حضرت سیدنا امیر شہاب الدین اور لقب شاہ بیابانی ہے۔ آپ قدوۃ الاسلام والمسلمین امام المجاہدین اجمعین اور امیر غازیانِ دینِ متین ہیں۔

اشعار

بآں کشور .... بود نام ‌‌ کہ درویشے بود نیکو سرانجام (کذا)
بدامانِ قناعت پا کشیدہ ‌‌ زیارت گاہِ دلہائے رسیدہ
نجابت خانہ زادِ گوہرِ او ‌‌ سعادت در رکابِ اخترِ او
اگر مغز است در ایجاد در پوست ‌‌ بچشمِ طالب او جلوۂ اوست
بیا ساقی بدہ مسرور و شادم ‌‌ کہ رنگیں قصۂ آمد بیادم
شنیدن یار عرضِ مدعا شد ‌‌ زبند دام او آہو رہا شد
بہارِ جلوہ اش را عام کردند ‌‌ زخش دیدند و میراں نام کردم (کذا)
تماشا حسنِ غیبش دلنشیں شد ‌‌ تمنا محوِ شاہد آفریں شد
خوشا عاشق کہ چوں جانش برآید ‌‌ بہ بوئے وصل جانانش برآید
نسیمِ بوستانش آہِ سرد است ‌‌ گلِ گلزار عشقش رنگِ زرد است
امیرے شاہ از اولادِ حیدر ‌‌ ستونِ دین و آئینِ پیمبر
قضائے ایزدی محوِ رضایش ‌‌ اجابت دست پروردِ دعایش

قدم فرسود گامِ آرزو ہا ‌‌ نفس ہا سوخت سعی جستجو ہا
نشد حاصل مرادے از سراغش ‌‌ شد آں محبوب باقی ماند داغش

بمردن راضیم اے درد تا چند ‌‌ بشمشیرِ اجل کارِ تو سوگند
خرد را کرد رخصت در پئے یار ‌‌ کہ باشد ہم رہ جاناں خبردار

علاجِ بیدماغی کن بیک جام ‌‌ مگر گیرد دل غم خوردہ آرام

چنیں گویند آں پیرِ جواں بخت ‌‌ طرازِ مسند و آرایشِ تخت (کذا)

بیاباں گرد رسوائی شد و رفت   جنوں پیچید و سودائی شد و رفت

ترجمہ: آرزو کے قدم چلتے چلتے گھس گئے اور سعی و جستجو کی گرم رفتاری نے بالآخر نفسہائے شوق کو جلا ڈالا۔

اس کو بہت ڈھونڈا لیکن کہیں اس کا پتہ نہ پایا۔ وہ محبوب چلا گیا اور اس کی محبت کا داغ باقی رہ گیا۔

اے دردِ زندگی اب میں اپنی موت پر راضی ہوں۔ اے موت تجھے اپنی اس تلوار کی قسم ہے جس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔ (تو آ اور اس کشتۂ آرزو کا کام تمام کردے)

اس نے اپنی عقل کو اپنے محبوب کے پیچھے روانہ کردیا کہ وہ اس معشوقِ بے پروا کے ساتھ رہے اور اس کی ایک ایک بات کی خبر رکھے۔

ایک ہی جام سے میری بے دماغی کا علاج کردے۔ شاید میرا دلِ غمزدہ اسی سے کچھ سکون پاسکے۔

کہتے ہیں کہ وہ پیرِ جواں بخت جو مسند و دیہیم اور تاج و تخت کے لئے وجہ زینت تھا

بالآخر وہ بیاباں گردِ رُسوائی بن گیا اور چلا گیا۔ اس کا پیچ و تابِ عشق حالتِ جنوں کو پہنچ گیا۔ وہ سودائی ہوا اور نکل گیا۔

ذکرِ تقرّری بر عہدۂ سفارت و واقعات چند در چند

میرے مرشد و مولا امام المتقین قدوۃ الصالحین افضل العلماء زبدۃ الصلحا مسند نشین بارگاہِ عظمت و اجلال، زینت بخش محفلِ آمان و آمال، چراغِ دانش و بینش پیرایہ طراز انجمن آفرینش صاحب تدبیر صائب موردِ الطافِ ربّانی، نائب مناب حضرت ظلِ سبحانی میر میران حضرت امیر شہاب الدین الملقب بہ پیر بیابانی امام المجاہدین و غازیانِ دینِ متین والشہدائے والصالحین۔

وحسن اولٰئِکَ رفیقا ذٰلک فضلُ مِّن اللہ (پ ۵ رکوع ۹) سورہ

ایامِ طفولیت میں پہلے تحصیلِ درسِ قرآنی اور بعد ازاں تکمیل علومِ دینی اور فنونِ صوری و معنوی سے بہرہ یاب ہوئے اور اپنے ہم چشموں اور ہم عصروں میں اعزاز و امتیاز حاصل کیا۔ آپ ہمہ وقت ذکر خفی و جلی میں مشغول رہتے تھے اور کتاب اللہ نوراً مِن نور اللہ کے عالم باعمل تھے۔ آپ کی پاک زندگی اس آیتِ روشن کی جسے عزیمتا لکبرائے کہنا چاہیئے، صداقت پر گواہی دیتی تھی۔

اِنَّ الصَّلوٰۃ تنہا عَنِ الفحشاءِ والمنکر ولذکر اللہ اکبر

(تحقیق کہ نماز انسان کو فحشیات و منکرات سے بچاتی ہے اور یہ سب سے بڑا ذکرِ الٰہی ہے) دیگر آیتِ شریفہ:۔

الا بذکر اللہِ تطمئن القلوب

(تحقیق کہ طمانیت قلوب اللہ کے ذکر میں ہے)

آپ بارگاہِ سلطانی سایۂ ظلِّ رحمانی میں کچھ مدت گزار کر موردِ مواہب ایزدی

مسند نشینِ دربارِ خلافتِ محمدی حضور بدیع النور حضرت امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین امام محمد کنیت مسعود کے احکام کے مطابق سفارتِ عالیہ پر مقرر ہوئے اور دار السرور سبزوار و خراسان سے رخصت ہو کر ہفت مراحل کو طے کرنے کے بعد ماہ شوال فرخندہ فال کی پانچویں تاریخ کو راجہ نکو ہیدہ کردار نگوں سار راجہ چمن بھمن بدری پرشاد جھنک پال دت رانا کے دربار میں پہنچے۔

خبر رساں یہ خبر لائے کہ دودمانِ خلافت کے بہی خواہوں اور ریاضِ سلطنت کے جاں نثاروں کی کوشش و کاوش کے نتائج و ثمرات بہتر صورت میں سامنے آئے ہیں۔ کچھ وابستگانِ دولت جو اُن کی رکابِ سعادتِ انتساب میں تھے اب رہ نوردِ کعبۂ مقصود ہو رہے ہیں اور بہت جلد باریابِ بارگاہ فلک اشتباہ ہوں گے اُمید کہ جلد ہی یہ خبر عرضِ قدسی میں پہنچ جائے گی

مکن ز رنج شکایت کہ در طریقِ طلب
براحتے نہ رسید آنکہ زحمتے نہ کشید

(غم و آلام کی شکایت نہ کرو کہ راہِ طلب میں وہ شخص کبھی منزلِ راحت تک نہیں پہنچتا جو زحمتِ سفر نہیں اُٹھاتا)

یہ لوگ اپنے دلِ سعادت منزل اور خاطرِ عاطر کو تکالیفِ سفر سے کہ عذابِ دوزخ کا نمونہ ہے، متوحش و خوفزدہ نہ کرتے ہوئے کہ ان کی متحمل مزاجی اور استقامتِ طبع سے بعید ہے منزلِ مراد کی جانب قدم بڑھا رہے ہیں۔ لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت امام کے ساتھ راجہ کے اختلاف کا واقعۂ فاجعہ پیش آ گیا، جس کے بعد لشکرِ اسلام نے جہاد کی تیاری کی اور غازیانِ دین و مجاہدینِ اسلام و المسلمین منزل

بہ منزل ملتے ہوئے سوادِ کرنال میں پہنچ گئے) آخر حضرت نے مع آلِ اطہار کے راجہ کی قید سے رہائی پائی اور جہادِ فی سبیل اللہ میں شرکت فرمائی اور راہِ حق میں اپنی جانِ عزیز کو قربان کر دیا اور شہادت کا رتبہ پایا۔

واصبر وما صبرك الا بالله ولا تحزن عليهم ولا تكن في ضيق مما يمكرون۔ ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون۔
(پارہ ۱۴۔ رکوع ۱۵ سورہ)

ترجمہ: اے محمدؐ صبر کرو اور نہیں صبر تمہارا مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم مت کھاؤ اور تنگ مت ہو ان کے مکر کرنے سے۔

(عاقبت در بہشت مہماں باد)	روحِ او ہم نشین رضواں باد
(یاالٰہی عاقبت محمود باد)	(ظلِ رحمت بر سرش ممدود باد)
(از جوارِ رحمتش بادا پناہِ جانِ او)	(گلشنِ دیدار باد آرام گاہِ جانِ او)

ترجمہ: خدا کرے وہ آخرت میں بہشتوں کا مہمان بنے اور اس کی رُوح ہم نشینِ رضوانِ جنّت ہو۔

اس کی عاقبت ہر طرح محمود ہو اور اس کے سر پہ ہمیشہ رحمتوں کا سایہ رہے۔

جوارِ رحمتِ خداوندی اس کی جان پاک کا ملجا وماوا ہو اور دیدارِ حق کا گلشن اس کی روح پُر فتوح کے واسطے آرام گاہِ بہشت بن جائے۔

ذکرِ والاشان امام شہاب الدین اسعدی نائب سفیر

آپ برگزیدہ صفتوں والے انسان ہیں۔ آپ کے شمائل و خصائل بے انتہا

پسندیدہ ہیں۔ آپ شرف و عزت کی محفل کے صدر نشین اور راہِ صدق و یقین کے منزل گزین ہیں۔

آپ فروع و اصول کے دانائے راز اور معقول و منقول میں صاحبِ امتیاز ہیں۔ آپ کی ذات سے ملکوتی صفات کا اظہار ہوتا ہے اور لاہوتی فیوض و برکات آپ کے انفاسِ قدسی میں جلوہ گر ہوتے ہیں ۔ ان کی سعادت و برکت اور آپ کے ارشادات فیض آیات کی بدولت آپ کے مریدانِ باصفا کی بامراد پیشانیوں پر نور بکھرا رہتا ہے۔ آپ گروہِ اولیائے عظام اور زمرۂ صوفیائے کرام میں سے ہیں۔ آپ عالمِ ناسوت کی سیر کرنے والے اور لاہوت کے دریائے ناپیدا کنار کے شناور ہیں۔ آپ لوائے تصوف کے بلند کرنے والے ہیں اور سراپردۂ تصرف کے محرمانِ راز میں سے ہیں۔ آپ ہمیشہ رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں رہنے والے ہیں اور آپ کا بیشتر وقت وعظ و تلقین میں گزرتا ہے۔ آپ کا دل حقیقت منزل ہمہ ساعت ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔ اللہ پاک آپ کی دعا کی برکت سے جس کو بارگاہِ قدس میں شرفِ قبول حاصل ہے آپ کے تمام عقیدت مندوں کو مراقبِ آگاہی کی حفاظت کی توفیق اور حصول مرضیاتِ الٰہی کی سعادت عطا فرمائے۔ آپ خاطرِ عاطر مکاشفے کے نورانی اوقات اور عرفان و آگہی کے لمحات میں اپنے ارادت مندوں کو یاد رکھتے ہیں اور ان کے لئے دُعائے خیر فرماتے ہیں جس سے ان کی زندگی میں روز بروز نیکیوں کا پلّہ بھاری ہو۔ ان سب کی صلاح و فلاح ہمیشہ آپ کے پیش نہاد خاطر رہتی ہے اور آپ شاہراہِ صدق و یقین کی طرف رہنمائی کرنے والے پند و نصائح سے، جو ان تلمیذانِ با اعتقاد کے لئے اشاراتِ بلیغ اور

بشاراتِ عظیم سے کم نہیں، ہدایت فرماتے رہتے ہیں اور یہ روشن و بیّن اشارات
ان شکوک و شبہات کو زائل کرتے ہیں جو رہروانِ راہِ حقیقت کے سینوں میں
شہاب ہائے ثاقب کی طرح اُبھرتے رہتے ہیں۔ آپ اپنے مریدوں اور معتقدوں پر
نگاہِ لطفِ خاص رکھتے ہیں اور جمالِ شاہدِ معنیٰ آپ کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے۔
اور آپ کے مواعظِ حسنہ انعامِ قدسی اور نعائمِ بہشت کی بشارت دیتے ہیں۔ آپ
کے ارشاداتِ عالیہ کا سب سے بڑا مقصد اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ آپ کی ذاتِ قدسی
صفات فتوحاتِ غیبی اور فیوضاتِ لاریبی کی دیدار نمائی میں طالبانِ حق کے لئے
روشنی افزا اور بصیرت افروز ہے

آپ کی چوکھٹ پر بڑے بڑے شان و شکوہ والے سر عقیدت و نیاز جھکاتے
ہیں اور ہمیشہ تفضلاتِ رحمانی و بخششہائے آسمانی سے اپنے دامنِ مُراد کو بھرتے ہیں،
آپ کی نظرِ کیمیا اثر سے ویران دلوں کی دنیا شہرستانِ آرزو میں بدل جاتی ہے۔ آپ
عرفانِ صمدی اور مراحمِ بارگاہِ ایزدی کے باعث دلِ بیدار اور چشمِ نور بار رکھتے ہیں۔
آپ تمام مکروہات اور مفسدات کو مٹانے اور مناہی و بدعات کو ختم کرنے والے ہیں۔
آپ نے ستم کی جڑوں کو اُکھاڑ پھینکا ہے اور اپنے عزم بالجزم کے ساتھ مکروہات
و ممنوعات کی ترویج کے سلسلوں کو کاٹ دیا ہے۔ آفریں صد آفریں آپ آئینِ
دینداری اور مراسمِ بیداری کے پابند ہیں جو دلیلِ فیضانِ الٰہی اور نشانِ برکاتِ بارگاہِ
لامتناہی ہے۔ آپ قوانینِ عدل و انصاف کو رواج دینے والے اور آئینِ ظلم و ستم
کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے والے ہیں۔ آپ مظلوموں کے دادرس اور ستم زدوں
کے زخمِ دل پر مرہم رکھنے والے ہیں۔ حضرت خاقانِ جہاں خلیفۂ زماں کے تقرّب سے

ممتاز اور صاحبِ افتخار و اعزاز ہیں۔

آپ ناظمِ جاگیراتِ خاصہ ہیں اور فلاح و صلاحِ رعایا اور سرانجام کاری مجالات جمہور برایا ہمیشہ آپ کے پیشِ نہادِ خاطر رہتی ہے۔ آپ بے انتہا متدین متقی اور صاحب زہد و تقوےٰ انسان ہیں۔ آپ مدبرِ شرعِ آئین اور رواج شعورِ دینِ متین ہیں۔ آپ کو حجۃ الاسلام والمسلمین کہا جاتا ہے۔ آپ امورِ جہاں بانی کی رمز شناسی میں بے مثال ہیں اور مہماتِ سلطنت کی عقدہ کشائی میں خدائے لایزال کے فضل و کرم سے کامل دسترس اور قوتِ تام رکھتے ہیں۔ آپ جب چاہیں شامِ فراق کی نامرادی کو صبحِ وصال کی جلوہ سامانیوں سے بدل دیں اور زلالِ دیدار کے پیاسوں کو سرچشمۂ مقصود تک پہنچا دیں۔ آپ کا وجود فیض اُٹھانے والوں اور ارادت مندوں کا آستان والا ہے۔ جس وقت کہ حضرت ظلِ سبحانی کے انوارِ سعادت آثار کی بدولت آسمان کے ستاروں کو زمین کی قسمت پر رشک آتا تھا۔ ارض سبز رہ انکے دورِ مسعود سے توقیع رکھتی تھی، عالم مطلع اور جہاں مطیع تھا قدسیوں کی جان آپ کے ہر ایک حرف پر قربان اور کروبیوں کی روح آپ کے ہر لفظ پر نثار ہو۔

جب تائیدِ آسمانی نے آپکے چہرۂ ارادت و اعتقاد کو نورانی کیا تو حضرت خلیفۃ الرحمانی آیۂ رحمت ربانی نے عطائے خلعت اضافۂ منصب کے لئے دستخطِ خاص سے فرمان جاری کیا۔

ارشادِ عالی متعالی کے بموجب کہ ہدایت قدسی سرایت کا نشان، سعادت و سربلندی کا جریدہ اور اربابِ دانش و ہوش مندی کا صحیفہ ہے آپ کو عہدۂ سفارت نیابت تفویض ہوا۔ خدا کرے، جب تک ستاروں سے سجا ہوا آسمان مہرِ درخشاں کی خوابگاہ رہے سلطنتِ ابد بنیاد خراسان و سبزوار کا تخت امیر المومنین اور سلطانِ اسلام والمسلمین کے جلوس میمنت مانوس کے شرف سے آفتابِ جہاں تاب کے لئے باعثِ رشک ہو۔ آمین۔

اشعار

نماید جلوہ اش در دیدۂ من
چراغ از آفتابے گشتہ روشن

نوا سنجے کہ ہم بزمست بامن
چنیں کردست شمعِ قصّہ روشن

رگِ جانہا گرفتارِ بلا شد
سرِ نشتر بہ پرواز آشنا شد

چہ می پرسی ز وجہِ اضطرارم
شرر در پیرہن چوں کبک دارم

فلک بر خویش پیاں اژدہا نیست
پئے آزار ما زور آزمائیست

گرفتاریم در پیچ و خمِ او
رمیدن چوں توانیم از رمِ او

اگر تیرِ قضایش پر کشادست
کماں ابروش را خانہ زادست

پناہِ بے نوا عاجز نوازا
جہاں را جان و جاں را چارہ سازا

امیر خاوِ میراں قبلۂ جاں
کہ آمد سبزوار از مولد آں

حدیثے کز لبش دارد نمودے
شنیدن کرد از دورش سجودے

ہمانا مدحِ شاہِ دیں پناہ است
کز و ہر قطرہ دریا دستگاہش

ترجمہ: اُس کے جلووں کی بدولت میری آنکھیں اس طرح روشن ہوگئیں جیسے کوئی چراغ آفتاب سے جلا۔

اس نوا سنج نے کہ میرے ساتھ ہم بزم ہے شمعِ حکایت کو اس طرح روشن کیا ہے۔

رگہائے جاں گرفتارِ بلا ہوگئیں اور سر نشتر پرواز سے آشنا ہوا۔

تو میری بے چینیوں کا سبب کیا پوچھتا ہے سمجھ لے کہ کبک کی طرح میرا پیرہن شراروں سے تیار کیا گیا ہے

یہ آسمان نہیں ایک پیچ وتاب کھاتا ہوا اژدہا ہے۔ ہمیں تکلیف دینے کے لئے یہ ہمیشہ طاقت آزمائی کرتا ہے۔

ہمارا دل اس کے پیچ وخم میں گرفتار ہے اور مشکل یہ ہے کہ ہم اس کی زُلفِ خم برخم سے نکل کر بھاگ بھی نہیں سکتے۔

اگر تیرِ قضا نے اپنے پر کھول دیئے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ اُس کی کمانِ اَبرو کا خانہ بن کر آ رہا ہے۔

وہ بے نواؤں کو پناہ دینے والا اور عاجز نواز ہے۔ وہ جہاں کے لئے جان ہے اور جان کے لئے چارہ سازِ غم و آلام ہے۔

وہ امیروں کا امیر ہے اور قبلۂ جان وجہان ہے کہ سرزمینِ سبزوار جس کا مولدِ مقدس ہے۔

جو بات اس کے منہ سے نکلتی ہے قوتِ سماعت دُور سے اس کے سامنے سر بسجود ہو جاتی ہے۔

یہ شاہ دین پناہ کی مدح ہے جس کی بدولت ہر قطرۂ دُرِّ یادداشت گاہ بنا ہوا ہے۔

غرض کہ میرے مرشد ومولا امام المجاہدین وخانزیانِ اشجعین افضل الکاملین۔

والصدیقین والشہداء والصالحین۔ وحسن اولٰئک رفیقا۔

ذٰلك الفضل من اللہ وکان اللہ ذوفضل العظیما۔ (پارہ ۵۔ رکوع ۹)

ترجمہ: صدیق شہدا اور صالحین میں سے اور اچھے رفیق ہیں یہ لوگ۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ پاک بڑا فضل کرنے والا ہے۔

آپ نے حالتِ صبا میں قرآن پاک کو تجوید کے ساتھ پڑھا۔ علاوہ بریں علومِ صوری و معنوی سے بہرہ یاب ہوئے اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

(طمانیتِ قلب اللہ کے ذکر میں ہے)

اس طرح آپ نے حیاتِ مستعار کے کچھ دن گزارے تھے کہ حضرت ظلِ الٰہی جہاں پناہی کا فرمان واجب الاذعان پہنچا کہ آپ کو حضرت امیر شاہ بیابانی کا نائب مناب مقرر کیا گیا ہے جن کی رکابِ سعادت انتساب میں آپ کو ملک ہندوستان کی طرف سفر کرنا اور راجہ جھن جھن بدری پرشاد جھنک پال دت رانا کے دربار میں امورِ سلطنت کی انجام دہی اور رموزِ مملکت کی عقدہ کشائی کے لئے بحیثیت نائب سفیر مملکت مسعودیہ کام کرنا ہے۔

کچھ وقت گزرنے پر راجہ کے ساتھ اختلاف کا قضیۂ نامرضیہ پیش آ گیا اور ہنگامۂ نافرجام کی سموم جاں گداز چلنے لگی۔

اور جہادِ فی سبیل اللہ کا واقعۂ عظیم ظہور پذیر ہوا۔

اشعارِ دُعائیہ

بادجانش روشن از آثارِ عشق	(بادروحش خرم از آثارِ عشق)
گنج اسرارست خاکِ پاکِ او	(فیض یابِ دیدۂ نمناکِ او)
جمالِ حق فروغِ چشم او باد	(دلش از لطفِ خاصِ سرمدی شاد)

ترجمہ: اس کی جان انوارِ عشق و محبت سے روشن رہے۔ اس کی روح عشق کے مراتب

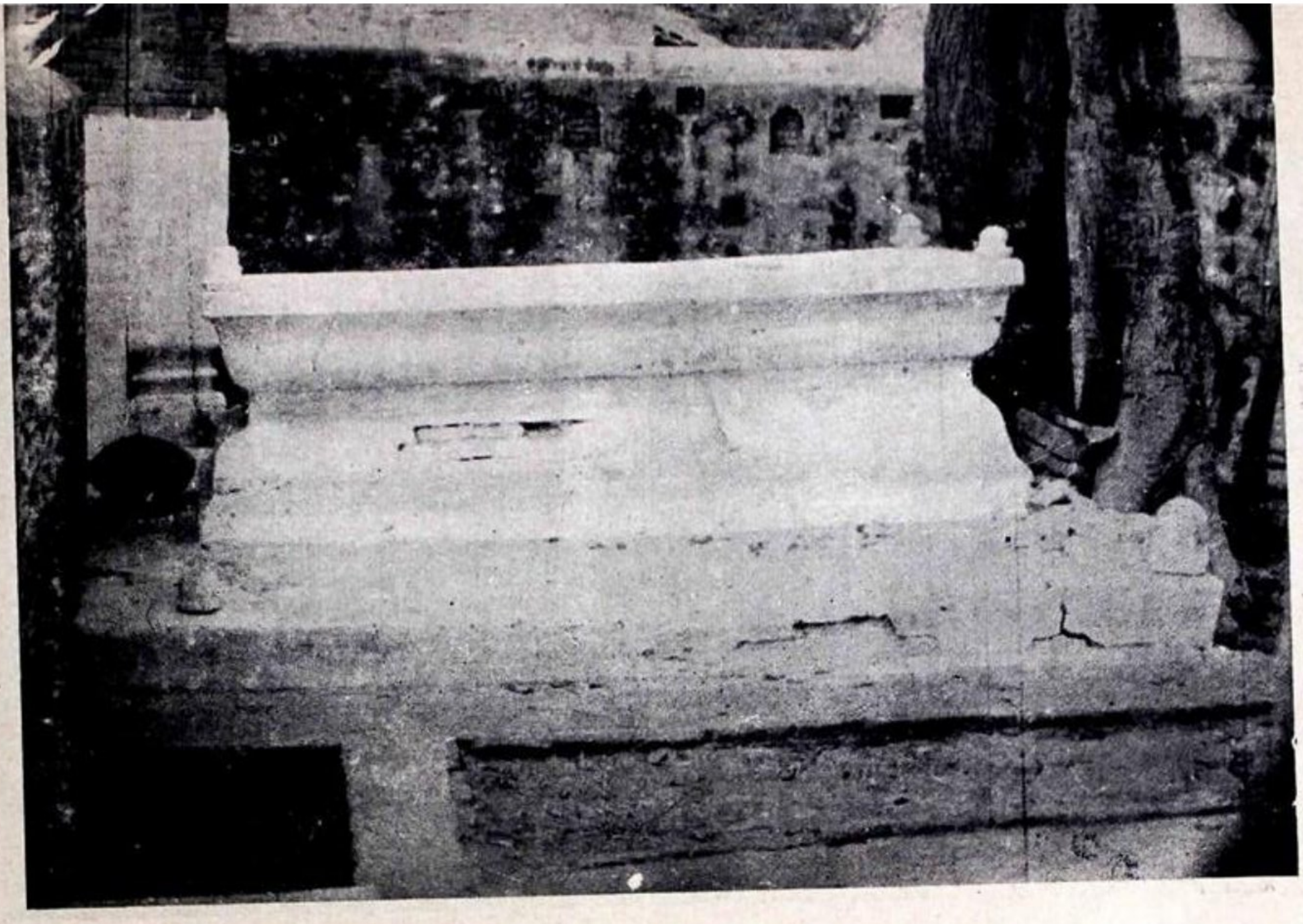

مزار امام بدیع الدین سیف الاسلام المعروف ضرّع شہیدؒ جھنجھانہ

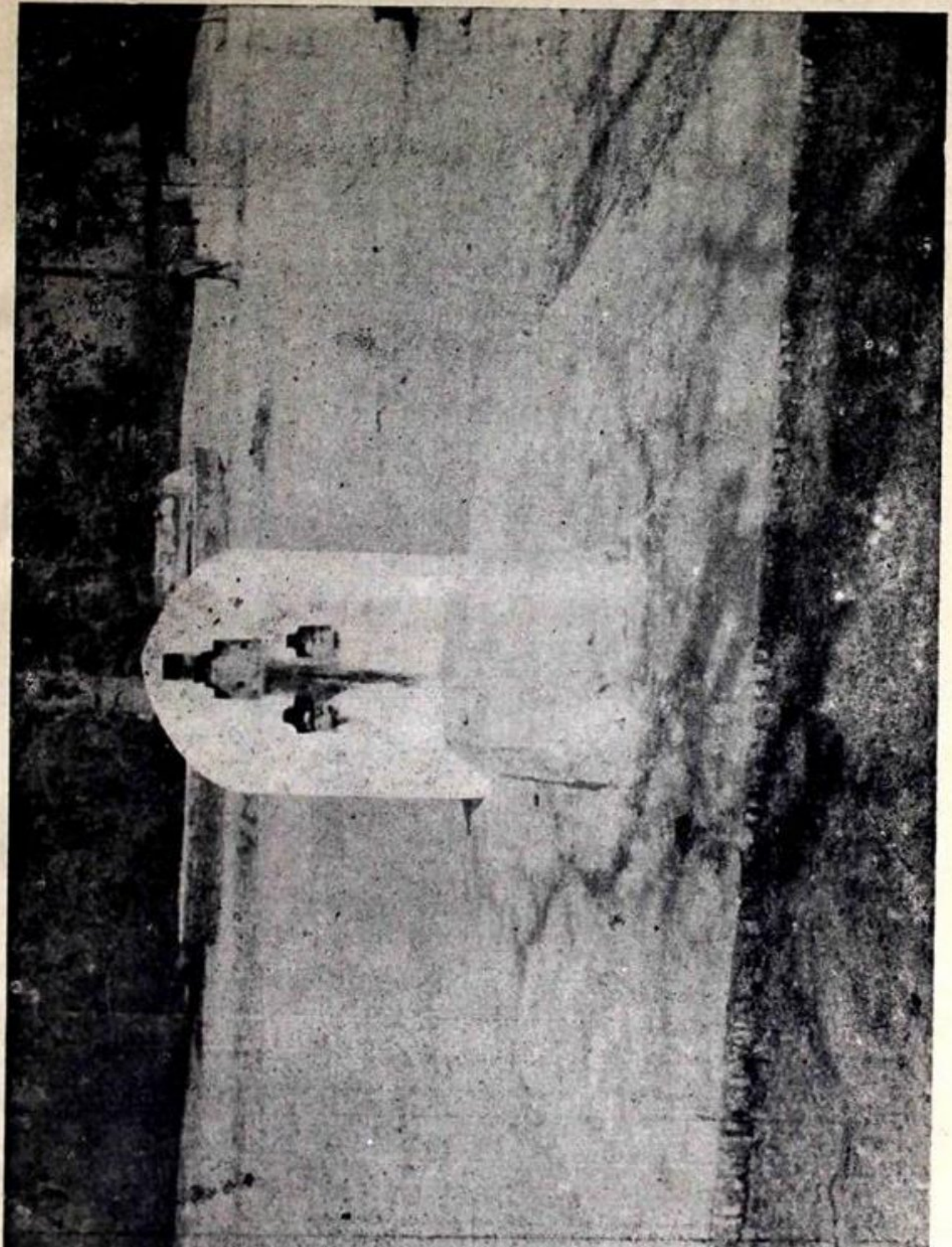

مزار حضرت امام حسام الدین حسن البرقؒ المعروف بجلی شہید قصبہ جھنجھانہ

فیوض سے خرم وشاداں ہو۔

اس کی خاکِ پاک اسرارِ عشق کا گنجینہ ہے۔ وہ خاک جس نے دیدۂ نمناک سے فیض پایا ہے۔

جمالِ حق اس کی آنکھوں کو روشن کرے اور اس کا دل لُطفِ الٰہی و برکات بارگاہِ لامتناہی سے شادکام و بامراد رہے۔

درذکرِ والاشان امام حسام الدین حسن البرق

آپ زبدۃ الفضلائے ایّام اور قدوۂ علمائے عالی مقام ہیں۔ اصحابِ کہف ایمان کے جلیس اور اربابِ علم و عرفان کے ہم نشین ہیں۔ آپ معارفِ سبحانی کی روشنیوں کو جمع کرنے اور عوارفِ روحانی کے دروازوں کو کھولنے والے ہیں۔ آپ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنما اور شاہراہِ یقین کے قافلہ سالار ہیں۔ اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑنے والے اور ایمان و عرفان کی بلندیوں پر چڑھنے والے ہیں۔ آپ صدق و یقین کی منزل کے پیشوا اور مریدانِ ارادت آئین کے قبلہ نما ہیں۔ آپ زبدۃ العارفین از آلِ طاہرین اور قدوۃ الصالحین والعابدین ہیں۔ آپ کے روحانی کمالات کی وجہ سے انسانی قلوب بے اختیار آپ کی طرف کھنچتے ہیں۔ آپ کا جمال روح کی شگفتگی کے لئے صبحِ نورانی کی مثال اور آپ کا جلال خاشاکِ غیر اللہ کو جلانے کے لئے برق تمثال ہے۔ آپ قدوۃ الفضلاء، امام الاولیاء، سلطان المجاہدین اور خلاصۃ الکاملین ہیں۔ آپ کا نام امام حسام الدین حسن البرق ہے۔ اور آپ حضرت بجلی شہید کے نام سے مشہور ہیں۔

قدس اللہ سرہٗ العزیز

اشعار

نیارم گفت حالِ دل کہ چوں ہست　　دہن ہنگامِ گفتن زخم خون است
ہوس ازبسکہ ہر سو جوش دارد　　دلم بتخانہ در آغوش دارد
دجودش افتخارِ آفریدن　　نمودش اعتبار برگزیدن

ترجمہ: میں اپنے دل کا حال بیان نہیں کر سکتا کہ اس پر کیا بیت رہی ہے۔ جب میں کچھ کہنا چاہتا ہوں تو میرا دہن دہانِ زخم کی طرح خون سے بھر جاتا ہے۔
میرے دل میں حسین تمناؤں اور خواہشوں کا ہجوم ہے جس کی وجہ سے میرے دل کے پہلو میں جیسے بُت خانے بسے ہوئے ہیں۔

{فراواں باد فیض آں بزرگاں
خدایا فیض عرفان کن فراواں}

خدا ہمیشہ ان بزرگوں کے روحانی فیوض و برکات کے سلسلے کو جاری رکھے اور اپنی رحمتِ فراواں سے اس میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

بدہ ساقی کہ چوں چشمم کشاید　　نگاہم بر جمالِ دوست آید
مختتم شد زبانِ غیب جو ہا　　مقفل شد دہانِ گفتگو ہا
باُمیدِ وصال آراست محفل　　طلبگارِ علاجِ سوزشِ دل
نشستہ گرد او یارانِ ہمراز　　دلِ ہر یک شہیدِ خنجرِ ناز
صدائے آمد آمد دلربا شُد　　بہ بشکن بشکنِ دل ہم نوا شُد

شدہ آں دل فدائے راہِ جاناں　　شدہ در خیر مقدم گوہر افشاں

ترجمہ: اے ساقی مجھے وہ شراب دے جو دل کی آنکھیں کھول دے اور میری نگاہ جمالِ یار سے روشن ہو جائے۔

عیب جوئی کرنے والوں کی زبان بند ہو گئی اور طرح طرح کی باتیں بنانے والوں کے منھ کو تالے لگ گئے۔

اس نے اُمیدِ وصال میں محفل آراستہ کی اور علاجِ سوزشِ دل کی طلبگار ہوئی۔

اُس کے اِدھر اُدھر یارانِ ہمراز بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ہر ایک کا دل شہیدِ خنجر ناز تھا۔

اس محبوب کی آمد آمد کی صدا بلند ہوئی اور دلوں کے ٹوٹنے کی آواز اس سے ہم آہنگ ہو گئی۔

وہ دل کہ راہِ عشقِ جاناں میں قربان ہو چکا تھا اس کے خیر مقدم میں اسی طرح گوہر افشاں ہوا۔

میرے مُرشد و مولا نے اپنی حیاتِ مستعار کے دن جنھیں گِنے چُنے دن ہی کہنا چاہیئے۔ اللہ کی دی ہوئی توفیق کی وجہ سے شغل و ذکر میں گزارے۔ بسا اوقات آپ پر حالتِ جذب طاری ہو جاتی تھی اور ہمہ وقت آپ کا دل ذکرِ الٰہی میں، کہ نعائم بارگاہِ نامتناہی سے ہے، ڈوبا رہتا تھا۔ اس آیت شریف کے بموجب

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ولذکر اللہ اکبر

(طمانیتِ قلب و سکونِ دل اللہ کے ذکر میں ہے اور یہی ذکر سب سے بڑا ذکر ہے۔)

آپ ہر کام میں اللہ پر توکل کرتے تھے۔ اسی زمانے میں کہ سعادتوں اور برکتوں سے

بھرا تھا یہ خبر پہنچی کہ مجاہدینِ دینِ متین جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اعلامِ اسلام کے نیچے جمع ہو رہے ہیں۔ پس آپ بھی کہ مجاہدِ جلیل تھے علمِ اسلام کے سایہ میں آگئے اور جہاد کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ للّٰہ الحمد ولہ اسماء الحسنیٰ

در ذکرِ والاشان سیّدنا امام یحییٰ زاہدانی علمبردار

آپ کی شان بہت بڑی ہے اور آپ کے درجات بہت اعلیٰ ہیں۔ آپ روشن دلیلوں میں بے عدیل بزرگی کی نشانیوں میں بے نظیر اور اخلاقِ عالیہ میں بے مثال ہیں آپ کا احسان اکرام سب کے لئے عام ہے۔ آپ کی پیشانی مطلع الانوار ہے آپ اس انجمنِ عرفان وہدایت کے زاویہ نشینوں میں سے ہیں جو آسمان کی طرح روشن اور بلند ہے اور اس بساطِ فلکِ ارتباط کے باریابوں میں سے ہیں جس کا ہر منشور لامع النور ہے آپ کی ذات مجمع الصفات ہے آپ کا ہر ایک حرف کلیدِ گنجینۂ مقصود ہے اور آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے ادا ہونے والا ہر ایک لفظ صلاح و بہبود کے خزینوں کی بازکشائی کا وسیلہ ہے۔ تائیدِ آسمانی (کہ احکاماتِ الٰہیہ پر مشتمل ہوتی ہے) آپ کے لئے سببِ مفاخرت بن گئی۔ آپ کا سرِ مبارک رمزِ سعادت سے سربلند اور آپ کا وجودِ باجود خلعتِ اعزاز سے ارجمند ہوا حضرت ظلِّ الٰہی کی اس قدر فرمائی و عزت افزائی کے باعث آپ ہر کام اور ہر انصرام میں اخلاصِ خاص کے ساتھ توجہ فرماتے تھے اور اس کلمۂ شریفہ کے مصداق تھے۔

الا للّٰہ الدین الخالص ولکل لامر سلاما

آپ مجاہد اسلام والمسلمین اور امام العساکر اشجعین ہیں۔ زبدۃ الکاملین اور سلطان

مزارات امام یحییٰ زاہدانیؒ المعروف ماموں بھانجہ اعز الحضرت امام سید محمودؒ جھنجھانہ

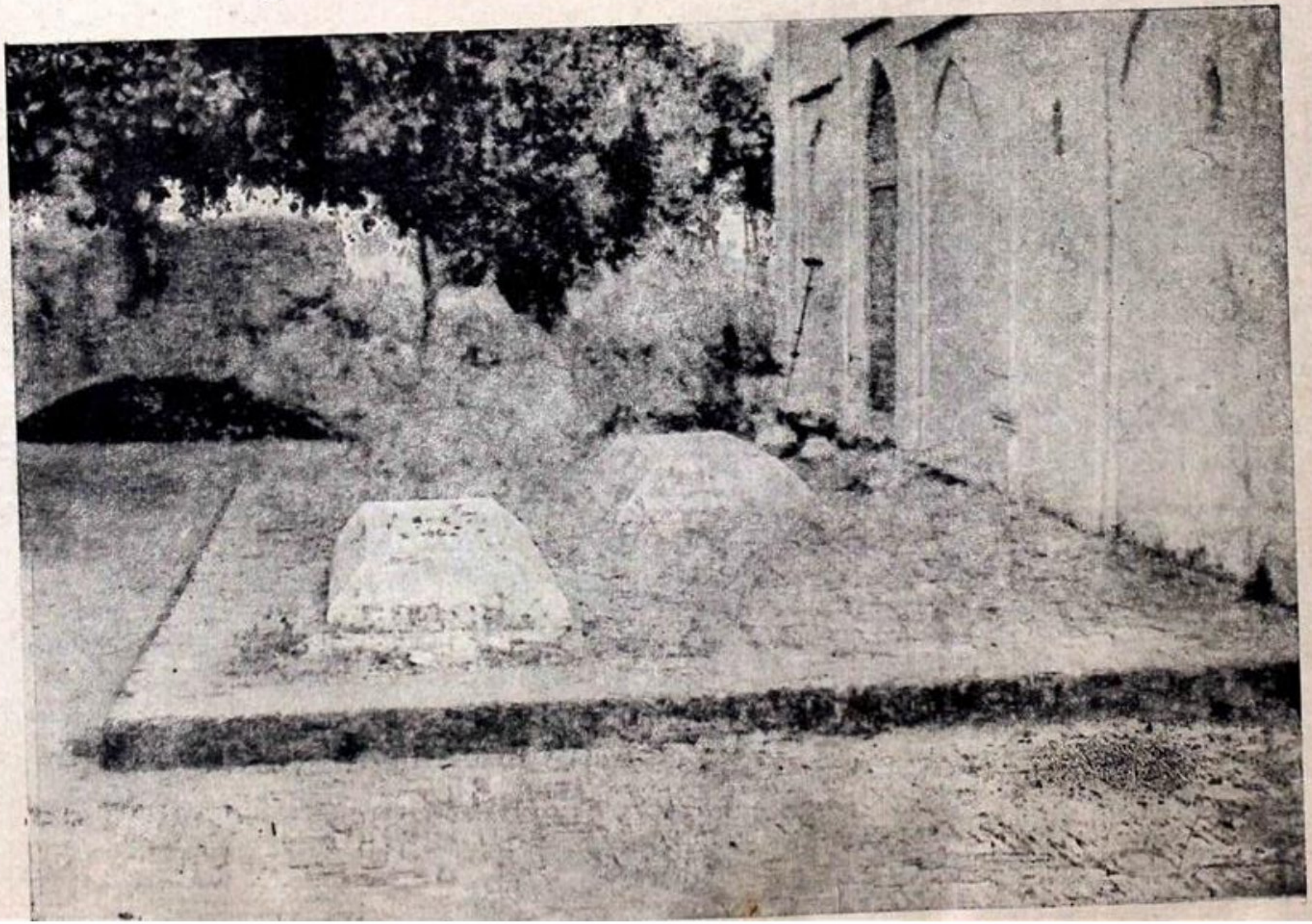

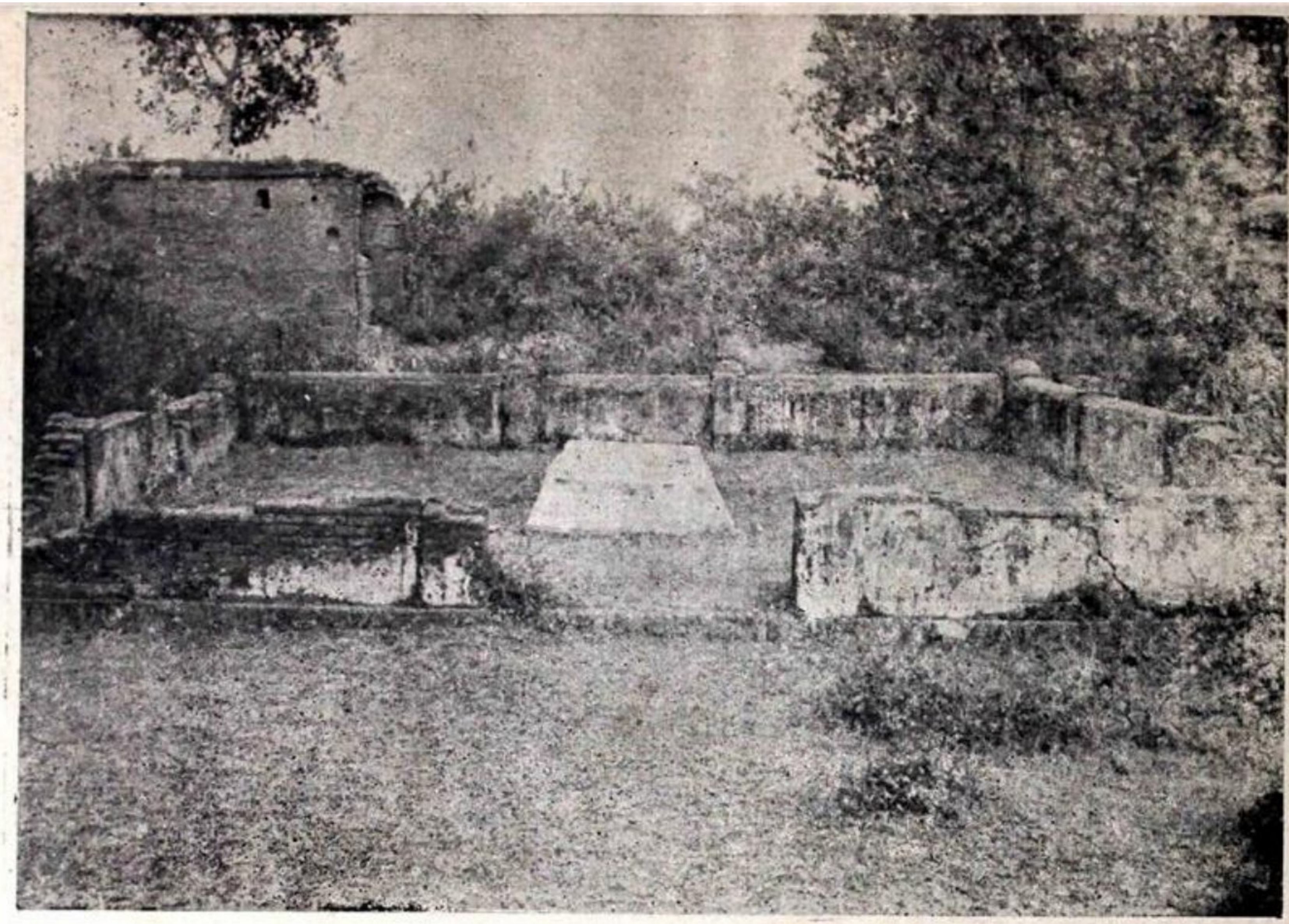

مزار حضرت آسوری شاہ۔ متصل درگاہ امام صاحبؒ۔ جھنجھانہ

الابرارین ہیں۔

والصدیقین والشھدا ءِ والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا

ذٰلک الفضل من اللہ وکفٰی باللہِ علیما۔ (پارہ ۵۔سورہ نساء رکوع ۵)

ترجمہ: صدیقوں میں سے شہداہیں سے اور صالحین میں سے اور اچھے رفیق ہیں یہ لوگ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ بیک بہتر جاننے والا ہے۔

آپ کی پیشانی بندگی کے نقش اور سجداتِ طاعت کے نور سے مطلعِ انوار بنی رہتی تھی اور آپ کا عشقِ الٰہی کی روشنی سے بھرا ہوا دل ہمہ وقت ذکر وفکر میں مشغول رہتا تھا۔ آپ کا سینہ اللہ کے حکم سے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جاں بازی و سرفروشی کے جذبات سے بھرا تھا۔

اس آیتِ شریفہ کے بموجب آپ ہر کام میں اللہ پر توکّل فرماتے ہیں:

اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ

(تحقیق اللہ تعالےٰ توکّل کرنے والوں سے محبّت رکھتا ہے)

آپ استفادۂ معنی کرنے والوں کے لئے اسرارِ الٰہیہ کے بحرِ ذخّار ہیں اور اللہ کی طرف جانے والی راہِ عرفان وآگہی کے لئے چراغِ روشن ہیں۔

اَلَا بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (اطمینانِ قلب صرف ذکرِ الٰہی میں ہے)

خدا کرے آپ کے جلال وسطوت کی تلوار خود سروں اور اسلام کے بدنصیب دشمنوں کے سروں کا صفایا کرنے والی ہو۔

اشعار

مرا با او کدامی آشنائیست | کہ در حق دسم ایں دلربائیست (کذا)

اگر راضی شود بر کشتنِ من — سرِ زلفست زنجیرم بگردن
ز در آمد سخن دل دادۂ او (کذا) اسیرے در قفس افتادۂ او
کہ اے حرفِ محبت کردہ آغاز — درِ صلح و مدار ابر رخت باز
گزارش کرد پیغام شنیدہ — حدیثے از لبِ کوثر چکیدہ
علاجِ بے دماغی کن بیک جام — مگر گیرد دلِ عم خوردہ آرام
بیا ساقی کہ طرحِ آشتی ہاست — بمی بلشان زدل گردے کہ برخاست
وزاں پس در ہوائش زلیست تا زیست — بدل قید وفائش زلیست تا زیست
بیا ساقی بدہ مارا بیک جام — کہ فیضِ دائما حاصل سرانجام
حدیثِ مہر و الفت برزباں رفت — خیالِ بدگمانی از میاں رفت

ترجمہ: میں اس کی محبت کا دعویدار کیونکر ہو سکتا ہوں جس نے میرے لئے یہ اندازِ دلربائی اختیار کیا ہے!

اگر وہ میرے قتل پر راضی ہو جائے تو کیا بات ہے اس کی زنجیرِ زلف تو میرے گلے میں پڑی ہوتی ہے۔

وہ قاصد کہ لب تشنۂ تقریر تھا اس دلدادۂ سخن کے پاس پہنچا اور اسے ایک طائرِ خوش پرواز کی طرح قفس میں گرفتار دیکھا۔

اے کہ تُو نے حرفِ محبت اور گفتگوئے عشق و وفا کا آغاز کیا ہے اب تجھ پر صلح و صفا کا دروازہ کھل گیا ہے۔

اُس نے سُنے ہوئے پیغام کو گزارش کیا، وہ پیغام کیا تھا کوثر و تسنیم میں دُھلی ہوئی

زبان میں حدیثِ عشق تھی۔

اے ساقی آ وہ جام دے جو میرے مرضِ بے دلی اور علتِ بے دماغی کا درماں بن جائے۔ شاید اسی سے میری سودا زدہ طبیعت کچھ سکون پا ئے۔

اے ساقی آ، کہ صلح و آشتی کی طرح ڈالی گئی ہے اور وہ شراب دے جو دل سے اٹھی ہوئی گردِ کدورت کو غبارِ ناتواں کی طرح بٹھا دے اور فضائے سینہ کو پاک کر دے۔

وہ جب تک زندہ رہا اس کا طائرِ دل ہوائے شوق میں مصروفِ پرواز رہا۔ اور اس کے دامِ محبت و قیدِ وفا سے نہ چھوٹ سکا۔

اے ساقی آ مجھے وہ جام دے جو مسرتِ دوام کا باعث ہو اور ابدی فیضانِ عرفان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھے مست و سرشار کر دے۔

بہر حال میرے مرشد و مولا، اپنی حیاتِ مستعار کے لمحاتِ فیض آیات یادِ الٰہی و طاعتِ بارگاہِ نامتناہی لشکرِ اسلام کی ملازمت اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ اللہ فی الارضین والی دارالابرار مملکتِ مسعودیہ خراسان و سبزوار کی خدمتِ بابرکت میں گزارے، یہاں تک کہ حضرت امیر شہاب الدین (شاہ بیابانی) کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کی خبرِ غم اثر دارالسلطنت مسعودیہ میں پہنچی اور جہاد کی تیاری شروع ہوگئی تو آپ بھی عَلَمِ اسلام کے سائے میں آ گئے۔

للہ الحمد والشکر علیٰ احسانہ

[ہم نگاہش جلوۂ اسرار باد]　　[کحلِ چشمش راحتِ دیدار باد]

ترجمہ: جلوۂ اسرار اس کی نگاہوں میں بسا رہے اور راحتِ دیدار اس کی آنکھوں کے لئے سرمۂ نورِ بصر بن جائے۔

بادا جمالِ دوست ضیا بخش چشم او
(دوست کا جمال اس کی آنکھوں کو روشن کر دے)

مختصر ذکر در شان والاشان امام شاہ محمد ہمدانی

آپ اللہ کے فضل وکرم سے امام العساکر والمجاہدین اور سرلشکر جاں بازان اسلام والمسلمین ہیں۔ آپ کی شخصیت بڑی عظیم المرتبت اور والامنزلت ہے۔ آپ حریم حرمت نشان کے مسند نشین اور زبدۃ السالکین وعاکفین ہیں۔ آپ میں تمام فضائلِ انسانی جمع ہو گئے ہیں۔ آپ طاقتِ ایمانی کی فدا افزائی کے باعث اہلِ ایمان میں بہت مکرم ومحترم شخص ہیں۔ آپ اپنے بے مثال تہور وتدبر کے سبب سے شجاعت پناہ اور ایالت دستگاہ ہیں۔ مجاہدینِ اجمعین اور غازیانِ دینِ متین کے امام ہیں۔ آپ کا نام امام شاہ محمد ہمدانی ہے (قدس اللہ سرہ)۔

آپ جیسے مجمع فضائل واوصاف شخص کا وطنِ مالوف شہر ہمدان ہے۔ آپ علومِ صوری ومعنوی سے متصف ہیں۔ بزمِ مہر ووفا کے صدر نشین اور سجادۂ صبر ورضا کے ماہِ مبین ہیں۔ آپ عزلت وتنہائی کے دلدادہ عارف باللہ، عالمِ کتاب اللہ اور مستجاب الدعوات من اللہ ہیں۔ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے گوہرِ شاہوار ہیں اور سادات عظام ذوی الاحترام میں سے ہیں۔ آپ اہتمام وانصرام میں بڑے سخت ہیں اور مضبوط

ارادوں کے مالک ہیں۔ بڑے دانشور اور عالم باعمل ہیں۔ علوم ظاہر و باطن سے آراستہ اور خود حُسنِ اخلاق سے پیراستہ ہیں۔ آپ نے جہادِ فی سبیل اللہ سے فراغت اور اسلامی لشکر کی فتحِ مبین کے بعد وطنِ مالوف کی طرف مراجعت فرمائی۔

ذکر در شان والا شان سیّدنا امیر عبد اللہ عباس امام المجاہدین

آپ والا جاہ سعادت دستگاہ قدوۃ الواصلین اور زبدۃ العارفین ہیں۔ آپ کا نامِ مبارک امیر عبد اللہ عبّاس اعظم ہے۔ آپ تمام اوصافِ عالیہ اور محاسنِ کاملہ سے متصف تھے اور جو کچھ میں اوپر کی سطور میں لکھ آیا ہوں وہ آپ کی بزرگانہ صفات اور مقدس ذات پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کا تذکرہ بہت مختصر ہے۔ جہادِ فی سبیل اللہ سے فراغت کے بعد آپ نے دار الابرار شہر سبز دام کی طرف مراجعت فرمائی جو آپ کا وطنِ مالوف تھا۔ قدس اللہ سرہٗ۔

ذکر از سالار کہتران

ذکر والا شان امیر عبد الرحمٰن سالار کہتر

اللہ پاک کے فضل و کرم سے (جس کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور جو کارگاہِ عالمِ امکان کی نقش طراز اور گلشن جان و جہان کی صورتِ پرداز ہے) آپ سجادۂ صوت و صفا کے زاویہ گزین اور بزمِ زہد و تقوٰے کے مسند نشین ہیں۔ آپ زبدۃ العاشقین والکاملین قدوۃ الواصلین والکاملین عارف باللہ اور عمل پیرائے کتاب اللہ ہیں۔ آپ علومِ صوری و معنوی سے آراستہ اور ماہرِ فنِ سپہ گری ہیں۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (اس جیسی کوئی شے نہیں)۔

آپ صوفیا اور صلحا کی بزم کے چراغِ روشن ہیں۔ سادات عظام ذوی الاحترام میں سے ہیں اور امام المجاہدین ہیں آپ کا نام سیدنا امام عبدالرحمٰن ہے اور آپ کا مقدس وطن شہر سبزواسے ہے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ کی سلکِ گوہریں سے منسلک ہیں۔

چو احوالِ مجاہد نیک فرجام — بدیں صورت کہ گفتم یافت انجام

شرابے دہ کہ صورت برگدازم — بحسنِ لایزالی عشق بازم

ترجمہ: اب کہ اس مجاہد نیک فرجام کا حال جیساکہ میں نے بیان کیا اختتام کو پہنچ گیا۔ اے ساقی مجھے وہ شراب دے جو عالمِ صورت کے سیمیائی جلووں کو مٹا دے اور میں حسنِ لایزال کے عشق میں کھو جاؤں، فنا ہو جاؤں۔

ہم چو او انجامِ کارِ ما و تو محمود باد

ترجمہ: اس کی طرح ہمارا اور تمہارا کام بھی خدا کرے بھلائی کے ساتھ انجام پائے اور عاقبت محمود ہو۔

ذکر در شان والا شان سیدنا امام امین الدین کنیت احمد سالار کہتر

آپ امام المجاہدین غازی دینِ متین تہوّرِ اجمعین اسلام والمسلمین ہیں آپ بحرِ حقیقت کے شناور اور عاشقین و واصلین کے قاید و یاور ہیں آپ بدۃ المتقین وخلاصۃ الکاملین ہیں آپ کا نام امام امین الدین ہے اور آپ کی کنیت احمد ہے۔ قدس اللہ سرہٗ۔

اشعار

چنیں می گفت آن آشوبِ اُلفت	بہ تکلیف اثر ہائے محبت
نمی دانم کہ ایں آتش برافروخت	کزو دل خوں شد و خوانِ جگر سوخت
نمی دانم کہ ایں درد از کجا خاست	کہ رفتم از خود و ایں درد بر جاست

ترجمہ: وہ آشوبِ عشق کا مارا ہوا، جس کا دل محبت کی پیدا کی ہوئی تکلیفوں سے بھر گیا تھا یہ کہہ رہا تھا۔

میں نہیں جانتا کہ یہ آگ کہاں سے لگی اور کس نے لگائی جس سے میرا دل خون ہوگیا اور خون میرے جگر میں آتشِ عشق سے جل کر خاکِ سیاہ بن گیا۔

مجھے نہیں معلوم کہ یہ درد کہاں سے پیدا ہوا کہ میری ہستی مٹ گئی اور یہ سوزِ جاں گداز باقی رہا۔

ذکر حضرت امام حسن شطّاری غفراللہ لہٗ

آپ شرافت منزلت عزیز المرتبت کریم الشان اور عمیم الاحسان ہیں۔ امام المجاہدین اور سر براہِ عازیان دینِ متین ہیں۔ آپ صاحبِ زہد و تقوےٰ ہیں اور زمرۂ فقہا اور صلحا میں سے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ کے شیر ہیں۔ مجاہدِ فی سبیل اللہ ہیں اور وجہ اعلائے کلمۃ اللہ ہیں۔ اللہ کے حکم سے بہت جری اور بیباک ہیں۔ امام المتقین والصدیقین والشہدائے والصالحین ہیں۔ وحسن اولٓئِک رفیقاً ذٰلک الفضل من اللہ وکان اللہ ذوالفضل العظیماً۔ (پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۵)

ترجمہ: اور اچھے رفیق ہیں یہ لوگ۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ پاک بڑا فضل کرنے والا ہے۔

آپ کا نام واجب الاحترام سیدنا امام حسن شطاری ہے (قدس اللہ سرہٗ)

اشعار

امامِ لشکر و سالارِ لشکر — امام الاشجعین (غازی صفدر)
درآمد با ہزاراں لطف دیگر — لباسِ سُرخ چوں گُل کردہ در بر
شدہ از عکس لباسِ او بنا گوش — شہادت نامہ خون سیاوش
بس آں نازک بدن گل پیرہن بود — مئے لعلش نمایاں از بدن بود
زسیرِ جلوہ اش چشمِ تماشا — گلِ بادام گشتہ در نظر ہا
نمایاں ہم چوں خورشیدِ شفق پوش — زگیسوے سیاہش شام بردوش
لباسِ آتشیں چوں شعلہ در بر — فروزاں اخترِ بختِ سکندر
مثالِ شیشۂ افتادہ بر سنگ — چنیں بیخویشتن سر کرد آہنگ
کہ اے آشوبِ بسمل خانۂ دل — چراغِ مشہدِ پروانۂ دل
بیا اے باعثِ ایجاد فریاد — جہاں شوق را سامانِ بیداد
بیا اے خرمنم را برق حاصل — بیا اے عاشقِ رُسوائی دل
بگوشِ دلبر آمد داستانش — اثر ریزِ ترحم شد فغانش

ترجمہ: وہ لشکرِ غازیانِ دین کے امام اور مجاہدینِ اشجعین کے قافلہ سالار ہیں۔
وہ ہزاراں ہزار لطف و نوازش کے ساتھ جلوہ فرما ہوا اس وقت وہ پھول کی طرح

لباسِ سُرخ زیبِ بدن کئے ہوئے تھا۔

وہ پھولوں جیسے جسم والا معشوق اِس قدر نازک بدن تھا کہ اس کی جوانی کی سُرخ شراب اس کے بدن کے بلوریں پیمانے سے جھلکتی رہتی تھی۔

جب چشمِ تماشا میں اس کی تصویر جلوہ گر ہوئی تو نگاہوں میں بادام کے تازہ پھول بس گئے۔

وہ اس وقت شفق کا قرمزی لباس پہنے ہوئے سورج کی طرح نظر آرہا تھا اور اس کی سیاہ زلفیں شام کی طرح اس کے شانوں پر بکھری تھیں۔

شعلہ کی طرح وہ آتشیں لباس پہنے تھا اور اس طرح چمک رہا تھا جیسے سکندر کی قسمت کا ستارہ مسکرا رہا ہو۔

جیسے شیشہ پتھر پہ گرے اور آواز ہو اسی طرح اس کا ٹوٹا ہوا دل بیخودیٔ عشق میں فریاد کر رہا تھا۔

کہ اے دلِ بیقرار پر قیامت ڈھانے والے اور اے پروانۂ روح کے لئے چراغِ شہر بننے والے۔

اے فریاد و فغاں کے لئے باعثِ ایجاد اور اے فتنہ و آشوب کی دنیا کے لئے سر و سامانِ ظلم و ستم۔

اے میرے خرمنِ صبر و ضبط کے لئے برقِ بے اماں، اور اے دل کی رسوائی کے لئے چشمِ فتنہ گو۔

اس کے محبوب کے کانوں تک اس کی داستاں گئی اور اس کی دردبھری فریاد نے اس کے دل میں رحم کا جذبہ پیدا کر دیا۔

مرشدی و مولائی امام حسن سلسلۂ عالیہ شطاریہ گرگامیہ مخزونیہ سے وابستہ تھے۔ آپ کا وطنِ مالوف خلاصۃ الدیار شہر سبزوار تھا۔آپ ساداتِ عظّام ذوی الاحترام سے ہم نسبی (لگف) رکھتے تھے۔

ذکرِ درشان والاشان امام محمّد کنیّت قاسم

آپ زبدۃ الاولیاء اور زبدۃ الصلحا ہیں۔آپ کا نام سیّدنا امام محمّد کنیّت قاسم ہے اور آپ سالارِ کہتر لشکرِ اسلام والمسلمین اور امام غازیان اجمعین ہیں۔آپ روزگار خجستہ آثار کے لئے باعثِ فخر ہیں۔آپ منبع فیوضِ سبحانی اور مجمعِ علومِ روحانی ہیں۔آپ کاروانِ منازلِ تحقیق کے پیشوا اور رہروانِ مراحلِ تدقیق کے عقدہ کشا ہیں۔آپ کی پیشانی انوارِ الٰہی کا آئینہ ہے اور آپ کے چہرۂ مبارک پر سعادتوں کا نور برستا ہے۔آپ صراطِ مستقیم دینِ محمدی کے رہبر اور بحرِ عرفان وحقیقت کے شناور ہیں۔نسبتِ بیعت سلسلۂ عالیہ قادریہ سے رکھتے تھے اور قبیلۂ آلِ اطہار (سادات) سے تھے۔تمام علوم صوری و معنوی سے فیضیاب تھے۔مردانِ دیدۂ اسلام میں سے آپ ایک بڑے دانشور اور صاحبِ فضل وہنر انسان تھے۔راہِ سلوک کے منازل طے کر چکے تھے۔عاشقینِ الٰہی اور واصلینِ بارگاہِ لامتناہی میں سے تھے اور بے حد ستودہ صفات اور صاحبِ فیوض و برکات شخص تھے۔ ع

{جمالِ حق فروغِ دیدہ اش باد}

(اللہ کا جمال اُس کی آنکھوں کو روشن کرے)

نامِ او برلوحِ دل مرقوم باد {خاکِ او باعطرِ جاں مشموم باد}

(اس کا نام لوحِ دل پہ مرقوم ہو اور اس کی خاک عطرِ جاں سے عنبریں ہو جائے)

(روشن از او دیدۂ ناسوت باد) سیرگاہش منزلِ لاہوت باد
(اس سے عالم صورت کی آنکھیں روشن ہوں اور اس کی سیرگاہ منزل لاہوت ہو)

مختصر ذکر در شان والاشان حضرت امام ابوبکر کنیت علی اصغر

آپ محبوبِ رب المشرقین والمغربین جد الحسن والحسین امامِ کونین مولائے ثقلین امام العادل والخیر والطاعات فخر موجودات بحر الحقیقت منبع المعرفت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دینِ برحق کے پیشوا اور مینارۂ روشن صدق وصفا ہیں۔ آپ کی شخصیت بے حد مقدس ومحترم ہے۔ آپ اپنی شجاعت وشہامت کے لحاظ سے زبدۃ الاشجعین اور قدوۃ الکاملین ہیں۔ آپ کا نامِ نامی امام ابوبکر ہے اور آپ کی کنیت علی اصغر ہے۔ نور اللہ مرقدہٗ برہان اللہ اسرارہٗ۔

اشعار

نثارش کرد از بس مشکِ اذفر زمینِ خاک پایش گشتہ عنبر
غلامانِ خطائی از خطا دور بعالم در فراست گشتہ مشہور
گلستاں زادہ ہائے عنبریں فام بہارِ سنبل و ریحان ایام
بیا (ساقی) بدہ مارا زیک جام کہ فیضِ دائما حاصل سرانجام (کذا)

ترجمہ: اس کی راہ میں اس قدر مشکِ اذخر بکھیر گیا کہ زمین اس کی خاک پائے عنبر سرشت بن گئی
غلامانِ خطائی جو رسومِ شائستگی کی طرح کی کوئی کمی نہ رکھتے تھے اور دنیا میں

اپنی فراست و دانائی کے لئے مشہور تھے اس کے سامنے صف بستہ کھڑے تھے۔
وہ اپنے حسن و جمال کے اعتبار سے گلستان زادے تھے اور ان کے سانس سے مشک و عنبر جیسی خوشبو آتی تھی۔ وہ زندگی کی بہاروں کا نمونہ تھے اور ان کے بدن کشت زارِ سنبل و ریحاں کے لئے باعثِ رشک تھے۔

آ اے ساقی مجھے اس شراب کا ایک جام دے جس کا فیض دائمی ہے اور جس کا نشہ کبھی نہیں اُترتا۔

{روح او با اتقیا ہم دوش باد} با دو عالم دست در آغوش باد

اس کی رُوح پرہیزگاروں کے ساتھ ہم دوش رہے اور اس کا دل فراغت منزل دونوں جہان کی نعمتوں کے مقابلے میں استغنا کی آغوش میں رہے۔
آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اپنے وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی۔

مختصر ذکر در شانِ والاشان امام محمّد حنیف کنیّت اکبر

آپ کی شان بہت بڑی ہے۔ آپ نادر البیان اور صاحبِ مکرمت و احسان ہیں۔ آپ ہر اعتبار سے جلیل المرتبت اور فخر الملّت ہیں۔ آپ نخبۃ العلما زبدۃ الصلحا اور قدوۃ الفقہا ہیں اور اللہ پاک کے بے پایاں لطف اور بے نہایت کرم کی بدولت آپ کو مساکین و عاکفین کی امامت کا درجہ حاصل ہے۔ آپ کا نام حضرت امام امیر محمّد حنیف کنیّت اکبر ہے۔

نور اللہ مرقدہٗ و برہان اللہ اسرارہٗ

آپ آلِ طاہرین سے ہیں اور آپ کا مولدِ مقدّس زاہدین ہے۔ آپ سلسلہ

چشتیہ میں بیعت تھے۔ اللہ پاک آپ کو اور سامعین کو اپنے الطاف وعنایات سے مشرف فرمائے۔

نورِ ایمان باد شمع تربتش

(نورِ ایمان اس کی شمع تربت بنے)

اشعار

زقول وفعل آں یکرنگ باشد (کذا) دل ودینم بیک آہنگ باشد

بغیر از راستی کارے ندارم بغیر از صدق دل دارے ندارم

حدیثِ ناکسے را گوش کردم چراغِ ہوش را خاموش کردم

ترجمہ: اس کا قول وفعل ایک سانچے میں ڈھلا ہوا ہے جس طرح میرا دین اور میرا دل ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں

سچائی کے علاوہ مجھے کسی سے کوئی واسطہ نہیں اور صدق وصفا سے زیادہ میں کسی چیز کو محبوب نہیں رکھتا۔

خدا جانے کس کی بات میرے دل کو لگ گئی کہ میں نے اپنے چراغِ ہوش کو بجھا دیا۔

..... سینہ افگارِ مضموں (کذا) رساند وغم از دل کرد بیروں

بہ ذوقِ نغمۂ اہلِ خرابات بشوقِ نغمۂ سازِ مناجات

بصوتِ نالۂ دلہائے افگار بسوزِ آہنگیٔ سازِ شبِ تار

بگیسو تابیٔ پیچیدۂ آہ بشبخوں کردنِ فریادِ جاں کاہ

بلطفِ نالۂ پیچیدۂ یار بہ مضموں ہائے شوقِ انگیز دیدار

بیا ساقی بیا اے شورِ محشر   ہوائے رفتن از خود، ریزدر سر

ترجمہ: سینۂ افگار کے دُکھ درد کا ترجمان بنا کر جب اُس نے اپنے عشق نامے کو اپنے محبوب کے پاس بھیج دیا تو جیسے اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا۔

نغمۂ اہلِ خرابات کی وجد آفرینی اور ساز مناجات کے تار چھیڑنے والے جذبۂ شوق کی سوگند۔

نالہائے دل افگار کی جنوں انگیزیوں کا واسطہ، اور سازِ شب تار کی سیر آہنگی کی قسم۔

دخانِ آہ کے پیچ و تاب کی قسم جسے زلفِ پریشاں سے مشابہت دی جاتی ہے اور فغانِ نیم شب کے شبخون کی سوگند جس کا حملہ بیحد جان لیوا ہوتا ہے۔

عاشق کے نالہ ہائے زار کی قسم اور شوقِ دیدار کے مضمون شورانگیز کی سوگند۔

اے ساقی آ اور اپنے خرامِ ناز سے میری دنیائے آرزو میں قیامت برپا کر اپنے احساسِ وجود سے گذر جانے کی خواہش میرے دل میں جگادے اور میرے سر کو سودائے جنوں انگیز سے بھر دے۔

مختصر ذکر در شانِ والاشان حضرت امام ابو عثمان گرگانیہ

آپ کی ذات فتح و فیروزی کا نشانِ ذی شان اور کامرانی و ظفر مندی کا چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ آپ پیش قدمی کرنے والوں کے قافلہ سالار اور لشکرِ اسلام کی فتمندیوں کے علمبردار ہیں۔ آپ بڑی پُروقار و ذی اعتبار شخصیت کے مالک ہیں، ولایتِ ابدقرین،

و دولت صدق آئیں کے امیرِ والا تمکین اور رکنِ رکین ہیں، اقبال نشان و سعادت توامان ہیں۔ آپ کا سینہ مہبطِ انوار اور مظہرِ اسرار ہے۔ آپ کی تیغِ سرافشاں خود سروں کے سروں سے چوگان کھیلتی ہے اور مفسدوں کا خون بہا کر امن و امان کی کھیتی کو سرسبز کرتی ہے۔ آپ امام المجاہدین اور سرِ لشکر غازیانِ ظفر قرین میش قدمانِ تو آئین ہیں۔ آپ کا نام سعادت نشان امام ابو عثمان گرگانیہ ہے۔

"قدس اللہ سرہ العزیز"

اشعار

زموجِ بحرِ الطافِ الٰہی — کند ایں تشنہ لب را قطرہ خواہی
چوں آرد تازہ گلہا را درآغوش — نگردد باغباں بروئے فراموش (کذا)
خداوندا بمردانِ رہِ عشق — نہادہ بار در منزل گہِ عشق
چہ خوش گفت آں دلِ پیرِ گنجِ عرفاں — کہ ..... کن دل خود را بہ یزداں
چناں دل راکہ شرحش با تو گفتم — بہ شرحش گوہرِ اسرار سفتم
ولے گر مردی آں راہے بدست آر — کہ پیشِ کارداناں ایں بود کار
چوں گل (....) رواجِ تازہ شاں باد — ز پیوندِ بقا شیرازہ شاں باد

ترجمہ: لطفِ الٰہی کے بحرِ ناپیدا کنار کی ازلی اور ابدی موج سے اس تشنہ لب کے لئے جرعہ خواہی کر۔

جب وہ تازہ پھولوں سے ہم آغوش ہوتا ہے تو باغباں کا تصور اُس کی خاطر سے فراموش نہیں ہوتا۔

اے خدا ان مردانِ راہِ عشق کے صدقے میں جنہوں نے منزل گاہِ محبت میں اپنا بوجھ رکھ دیا اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیام کیا۔

کیا اچھی بات کہی تھی اس شخص نے جس کا دل گنجینۂ علم و عرفان تھا کہ اپنا سرِ نیاز بارگاہِ ایزدی میں جھکا دے۔

ایسا دل جس کی خوبیوں کی طرف میں نے ابھی اشارا کیا ہے اور جس کی صفات میں میری زبان موتی پرو چکی ہے۔

اگر تو راہِ صدق و صفا کا مسافر ہے تو ایسے ہی دل عشق منزل کا طلبگار ہو' اس لئے کہ جو لوگ اہلِ نظر ہیں اور واقف کار ہیں اُن کی نگاہ میں تو بس یہی بڑا کام ہے۔

اُن کی ارواح تازہ کِھلے ہوئے پھولوں کی طرح شگفتہ ہوں اور سرشتۂ بقا اُن کے اجزائے حیات کی شیرازہ بندی کرے۔

غرض میرے مرشد و مولا امام الاشجعین ہیں اور آلِ طاہرین سے ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ آپ کا وطن مدینۃ الابرار شہر سبزوار ہے۔ نسبت بیعت خاندانِ گرگامیہ سے رکھتے ہیں جس کا سلسلۂ آغاز حضرت ابوالقاسم گرگامی سے ہوتا ہے۔

ذکر درشان والاشان امام عبدالعزیز نجمیہ

آپ بے حد نیک ذات و ستودہ صفات انسان ہیں۔ غربا، فقرا، یتامیٰ اور مساکین کی فریاد سُننے اور مظلوموں کی دادرسی کرنے والے ہیں۔ قافلہ سالار مجاہدینِ اشجعین اور امامِ متقین و کاملین ہیں۔ آپ عارف باللہ و اصل اللہ ہیں۔ نخبۃ الاولیاء

اور زبدۃ الاصفیا ہیں، دین و دنیا کے چراغ ہیں۔ آپ کا نامِ مبارک حضرت امام عبدالعزیز نجیبہ ہے۔

آپ بیحد مقدّس و محترم شخص ہیں۔ دین اور سنّت کے زندہ کرنے والے ہیں۔ زائر الحرمین الشریفین اور امام العادل والخیر والطاعات ہیں۔ کتاب اللہ کے جو اللہ کے نور میں سے ایک نور ہے، عالم باعمل ہیں۔ حضرت اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے آلِ اطہار میں سے ہیں اور سلسلۂ عالیہ نجیبہ قلندریہ کے سلسلے سے منسلک ہیں۔

اللہ پاک اپنی عنایات اور آسمانی فیوض و برکات سے (کہ جلایلِ الطافِ الٰہی اور اعطافِ بارگاہِ نامتناہی سے عبارت ہے) آپ کو ہمیشہ مشرف فرماتے۔ آپ کا وطنِ مالوف شہر سبزوار ہے کہ مملکتِ خراسان کا دارالخلافہ تھا۔

نور اللہ مرقدہٗ و برہان اللہ اسرارہٗ

حدیثے راکہ دل از لب نہفتہ　　　زبانِ شوخی دنبالہ گفتہ

ترجمہ: جس راز کی بات کو دل لبِ اظہار سے چھپاتا تھا دنبالۂ چشم کی شوخی نے اُسے برسرِ محفل کہہ دیا۔

اشعار

دہن لبریز حرفِ حیرت افزا　　　رواں گردید چوں مجنوں بصحرا

زداغِ سینۂ لبریز کاوش　　　کہن زخمِ جگر گرمِ تراوش

بصحرائے درآمد آں جگر خوں　　　کہ استقبال کردش رُوحِ مجنوں

ترجمہ: اس حالت میں کہ اس نے مجنوں کی طرح صحرا کی جانب رُخ کیا اس کی زبان پر عجیب و غریب حکایات تھیں۔

اس کے سینے کا داغ کاوش کا تقاضہ کر رہا تھا اور جگر کا زخمِ کہنہ گرم تراوش تھا۔

اس کشتۂ غم نے جس کا جگر خون ہو رہا تھا صحرا کی طرف سفر کیا تو روحِ مجنوں اس کے استقبال کو آئی۔

اشعار

درافتادند باہم جنگ جویاں　　زدند آتش بجانہا شعلۂ خویاں

سلامت رخت بربست از چپ و راست　　ز آب تیغ طوفانِ اہل خاست

بہ تندیہائے تیر و ناوک از شست　　نشانِ زخم از دلہا بروں جست

کہ ہر جانب ز آبِ تیغ و پیکاں　　شگفتہ گلشنِ زخمِ نمایاں

رواں گردید خونِ مشہد آرا　　ز گردن ہائے بے سر ہم چوں مینا

دراں آشوب گاہِ عرضِ نیرو　　چوں گل بشگفت او را زخم بررو

بوقت نیزہ بازیہا دراں دشت　　قیامت آمد و گردِ سرش گشت

بہ بحرِ خوں ز ناعدائے تبہ کار　　حبابِ کاسۂ سر شد نمودار

ہزیمت بر صفِ دشمن عیاں شد　　جہاں پُر شور بانگِ الاماں شد

ترجمہ: جنگجو آپس میں بھڑ گئے اور شعلہ خویوں نے ایک دوسرے کے خرمنِ حیات میں چنگاریاں ڈال دیں۔

امن و امان نے چاروں طرف سے اپنا رختِ سفر باندھ لیا اور زلزلوں کے

پانی سے موت کا طوفان اُمنڈ آیا۔

کمان کے چلّوں سے نکلنے والے تیروں کی تیزی و تُندی سے دل میں لگنے والے زخموں کے نشان سینوں سے باہر آگئے۔

ہر طرف تیغ و پیکان کے آب سے زخموں کے چمن کھِل گئے۔

مشہد آرائی کرنے والے خون کی دھار (ان گردن ہائے بے سر سے) اس طرح بہہ نکلی جیسے ٹوٹی ہوئی بوتل سے شراب بہہ جاتی ہے۔

غرضِ صبر و طاقت کی اُس آزمائش گاہ میں بہادروں کے چہروں پر پھولوں کی طرح زخم آگئے۔

اِس کشت و خون والے میدان میں جب وہ نیزہ بازی کر رہا تھا تو قیامت آکر اُس کے چاروں طرف صدقے ہو رہی تھی۔

اعدائے تباہ کار کے خون سے جو سمندر موجیں مار رہا تھا اس میں دشمنوں کے سر اس طرح بہے جا رہے تھے جیسے موجوں پر بُلبلے رواں ہوں۔

آخر آثارِ ہزیمت دشمن کی صفوں پر نمایاں ہوئے اور ہر طرف سے الامان الامان کا شور بلند ہوا۔

(سایہ رحمت بود دائما دنبال او)

دفترِ اخلاص بادا نامۂ اعمال او

ترجمہ: خدا کرے کہ رحمتوں کا سایہ ہمیشہ اس کے پیچھے پیچھے چلے اور اس کا نامۂ اعمال دفترِ اخلاص بن جائے۔

ذکر درشانِ والاشان امام زین العابدین مخزومی

آپ دین و آئین کا پرچم بلند کرنے والے عمدۃ البنیان اور عدیم البرہان ہیں۔ زبدۃ الصلحا اور خلاصۃ الفقرا ہیں۔ قدوۃ السالکین اور امام العارفین ہیں۔ بحرِ حقیقت کے آشنا اور بزمِ عشق و محبت کے یارِ باصفا ہیں۔ مجاہدِ اسلام والمسلمین اور ہادیٔ پیروانِ دینِ متین ہیں۔ آپ کا نام سراپا احترام امام زین العابدین مخزومی ہے۔ آپ کی ذات مجتمع صفات ہے۔ آپ قایم اللیل و صائم النہار تھے۔ یعنی تمام رات کھڑے ہو کر عبادتِ الٰہی کرتے اور دن میں روزہ رکھتے اور ہمہ وقت ذکر و شغل میں مشغول رہتے تھے۔ آپ عارف باللہ با کتاب اللہ تھے اور پوری طرح اِس آیت شریفہ کے مصداق تھے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

(طمانیتِ قلب اللہ کے ذکر میں ہے)

آپ کا پاک وطن سبزوار ہے اور آپ کا سلسلۂ بیعت خاندانِ قادریہ مخزومیہ ہے یعنی آپ شہیدِ کربلا امام الحرمین الشریفین حضرت امام حسینؓ کے پیرو ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین والشہداء والصالحین۔ (اللہ پاک ان سب سے راضی ہوا)

وحسن اولٰئک رفیقا ذٰلک الفضل من اللہ وکفیٰ باللہ علیما۔

(پ ۵ سورہ نساء رکوع ۵)

ترجمہ:- اور یہ حضرات بہت اچھے ہیں رفیق ہیں۔ یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے۔ اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں۔

اشعار

الا اے آسمانِ فتنہ انگیز الا اے دشمنِ بے مہر خوں ریز
نمی نالم کہ با بلبل چہ کردی بگو بارے کہ با آں گل چہ کردی
بصحرا دیکے مجنون و مدہوش بجائے دل ہما اخگر در آغوش
مگر یابم ز قیدِ غم رہائی نمایم تازہ طرحِ آشنائی
نگار و نازنیں آں آفتِ ہوش کہ بود از خندۂ گل پنبہ در گوش

ترجمہ: ہاں اے فتنہ پردازی کرنے والے آسمان اے دشمنِ دین و آگہی، اے بے مہر، اے خوں بہانے والے۔

میں اس پر فریاد نہیں کرتا کہ تُو نے دلِ بلبل پر کیا ستم ڈھائے مگر یہ تو بتلا کہ تو نے اس گل اندام کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

وہ صحرا میں مجنون و مدہوش، خاک بسر بگولوں کی طرح پھر رہا تھا۔ دل کے بجائے اس کے پہلو میں جیسے کوئی انگارہ تھا

شاید میں اس قیدِ غم سے رہائی پا جاؤں اور دوبارہ رسمِ آشنائی کو تازہ کر سکوں۔

وہ آفتِ ہوش وہ نگارِ نازنیں جو خندۂ گل سے پنبہ در گوش تھا۔

ذکر در شان سیّدنا امام یحییٰ المتّقی

آپ امام الملّت والدّین رئیس المجاہدین و غازیانِ اسلام والمسلمین ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ آپ بحرِ ذخّارِ حقیقت کے دُرِ شاہوار اور شاہراہِ سلوک و معرفت کے

چراغِ رہگذار ہیں۔ آپ ایک رُوحِ مقدس ہیں۔ اللہ کے نوروں سے ایک نور ہیں اور کتاب اللہ کے عالم باعمل ہیں اور خدائے لایزال کی بخشش و عنایات سے امام المجاہدین والصدیقین والشہدائے والصالحین ہیں۔

الا اِنَّ اولیاء اللہِ لاخوفٌ علیہم ولاھم یحزنون۔

(پارہ ۱۱ رکوع ۲ پاؤ کے ختم پر)

اشعار

روان ہمراہ جان بازانِ دلبند | بمرگِ خویش راضی کشتۂ چند
زبیتابی چو سر بر داشت از خاک | زدل سر کردہ صد آہِ المناک
چو ایں غم نغمۂ گوش آشنا شد | شہادت رحمتِ مرداں دوا شد (کذا)
چوں صورت ایں چنیں بیچید در گوش | بخاک از بیدلی افتادہ بیہوش

ترجمہ: اس کے ساتھ جانبازانِ راہِ عشق کا ایک گروہ تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنی جان دینے پر آمادہ تھے۔

جب اُس نے بیتابی کے ساتھ خاک سے سر اُٹھایا تو اس کے دل سے صدہا المناک آہیں نکلیں۔

یہ غم وہ نغمہ بن گیا جو آخر آشنائے گوش ہوا اور بالآخر شہادت، جو اللہ کی رحمت ہے ان مردانِ راہِ حق کے لئے داروئے حیات بن گئی۔

جب یہ صورتِ حال اس کے کانوں تک پہنچی تو وہ بیدلی کے ساتھ زمین پر گر پڑا۔

آپ ایک پاک اور مقدس روح تھے۔ آپ حضرت امام المتقین یداللہ فی الارضین اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی آلِ اطہار سے تھے۔ آپ کا مولد ذی افتخار شہر سبزوار تھا۔ آپ کا سلسلۂ عالیہ نجمیہ قلندریہ سے وابستہ تھے اور آپ حضرت شیخ عبدالعزیز یزدنی کے خلیفہ و ہمنشیں تھے۔ قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

(جان او ہم نشین جاناں باد) روضہ اش بزم گاہ رضواں باد

ترجمہ: خدا کرے اس کی روح شاہدِ حقیقی کی ہم نشین ہو اور اس کا روضہ بزم گاہِ رضواں و باغِ بہشت بن جائے۔

ذکر در شان امام جمال اللہ حسینی نائب علمبردار

آپ زاہدین و عاکفین کے سربراہ عاشقین و محبّین کے رہنما اور واصلین و سالکین کے قافلہ سالار ہیں۔ صاحبِ ولا عمدۃ الاولیا زبدۃ الفقرا و قدوۃ الصلحا ہیں۔ امام الاشجعین و رئیس المجاہدین ہیں۔ امیرِ ذی شان شیریں لسان اور جلیل البرہان ہیں۔ آپ خدائے لم یزال ولایزال کے لطف و کرم کی بدولت اعلائے کلمۃ اللہ کے نشانِ سعادت بنیان ہیں لشکرِ اسلام کے نائب علمبردار ہیں اور آپ کا نام امام جمال الدین حسینی ہے۔ زاد اللہ اعلامکم۔

اشعار

خوش آں بیدل کہ دولت یار گردد بگردِ خاطرِ دل دار گردد

بود نورِ جمالِ شاہدِ غیب نیابد چوں کلیمِ شاہد از جیب (کذا)

شود چشمِ دلت روشن بداں نور نماند سترِ جاناں بر تو مستور

سخن پرداز ایں کاشانۂ راز — چنیں بیروں دہد از پردہ آواز
دوائے دردِ دل بسیار کردی — بجاناں شوقِ دل اظہار کردی

ترجمہ: وہ عاشقِ بیدل کتنا خوش نصیب ہے کہ دولت جس کی یار ہوجائے اور جس کا خیال ہمہ وقت محبوب کے پیرامونِ خاطر رہے۔
شاہدِ غیب کا نورِ جمال حضرتِ موسیٰ کی طرح اس کے جیبِ گریبان سے ظاہر ہو۔
تیرے دل کی آنکھیں اس نور سے روشن ہوں اور محبوب کا بھید تجھ پر چھپا نہ رہے۔

اس کاشانۂ راز کا سخن پرداز پردے سے اس طرح آواز دیتا ہے۔
اس طرح تو نے اپنے دردِ دل کو بہت بڑھا دیا اور اپنے محبوب کو اپنے حالِ دل سے آگاہ کر دیا۔

مولائی و مرشدی حضرت امام جمال اللہ حسینی مشہدِ سعادت آثار سبزوار کے رہنے والے تھے۔ آپ کا رشتۂ بیعت سلسلۂ عالیہ مداریہ سے وابستہ ہے اور حضرت عبداللہ ابنِ عباس تک پہنچتا ہے جن کے آپ آٹھویں خلیفہ ہیں۔

بادا دائم از مئے وحدت لبالب جامِ او
(ہمیشہ اس کا جام مئے وحدت سے لبالب ہے)

درذکر والاشان امام ابوصالح کنیّت احمد عبداللہ

آپ شجیع الملّت والدّین اور محب الفقرا والمساکین ہیں۔ سالکانِ راہِ طریقت

کے راہبر اور بحرِ ناپیدا کنارِ حقیقت کے شناور ہیں۔ آپ امیر المومنین اسد اللہ فی الارضین نشانِ اعلائے کلمۃ اللہ والدین حضرت امام محمد کنیت مسعودؒ والی دار الاسرار سبزوار کے دربار کے رکنِ رکین اور عمدۃ الاکابرین ہیں۔ آپ کا نام واجب الاحترام امام ابو صالح کنیت عبداللہ ہے۔ آپ سلسلۂ اہلِ بیت سے نسبت کی وجہ سے صاحبِ عظمت و حرمت ہیں، صاحبِ شمائلِ حمیدہ و خصائلِ برگزیدہ ہیں۔ عالم کتاب اللہ نوراً من نور اللہ ہیں۔ آپ کا سلسلۂ بیعت عالیہ قادریہ محزومیہ سعیدیہ ہے اور آپ کا وطن مقدس مدینۃ الانوار شہر سبزوار ہے۔

اشعار

کُنم جائے نوائے آشوبِ محفل	چو بوئے گل نہاں در غنچۂ دل
بہ بزمِ عشق عرضِ حال کردن	چراغے در گرفتن کرد روشن (کذا)
دلم از جاں اسیرِ ناز او شد	خرابِ شیوۂ انداز او شد

ترجمہ: اے محفلِ دل میں قیامتیں برپا کرنے والے میں تجھے اپنے سینے میں چُھپا کر اس طرح رکھنا چاہتا ہوں جیسے غنچہ خوشبو کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے۔

بزمِ عشق میں اس نے کچھ ایسے عرضِ حال کیا کہ اُس نے اُسے اپنی آغوش میں کھینچا اور چراغِ عشق جل اُٹھا۔

میرا دل سو جان سے اس کے ناز و ادا کا اسیر ہوگیا اور اس کے شیوۂ انداز پر اس نے خود کو مست و خراب کرلیا۔

بادا غریقِ قلزمِ وحدت خیال او

(ہمیشہ اس کا حال وخیال قلزم وحدت میں ڈوبا رہے)

ذکر در شان والاشان سیدنا امام امین الدین کنیت اکبر

آپ فخر الملت والدین اور امام الاکابر والاشجعین ہیں۔ آپ اولیاء اللہ کے سربراہ اور برگزیدہ صفات لوگوں کے قافلہ سالار ہیں۔ آپ عمدۃ العلماء کہف الفقراء اور زاد المساکین والمسافرین ہیں۔ آپ بحرِ عرفان کے بیش قیمت موتی اور انجمن خلافت کے روشن چراغ ہیں۔ آپ کی ذات پسندیدہ خصائل وستودہ فضائل کا نمونہ ہے۔ آپ ذکرِ جلی وخفی میں مشغول رہنے والے ہیں۔ توفیقاتِ ازلی نے طلبِ حق کے لئے آپ کی راہ میں نور بکھیر دیا ہے۔ آپ قدوۃ الاصفیا زبدۃ الاولیاء ہیں۔ امام الاشجعین والابرارین ہیں۔ اور سلفِ صالحین کی روشن مثال ہیں۔ آپ میرے مرشد ومولا ہیں۔ آپ کا نام امام امین الدین اور کنیت اکبر ہے۔ آپ کے اوقات فیض آیات ہمیشہ مرضیاتِ الٰہی کی تحصیل اور احکاماتِ رسالت پناہی کی تعمیل میں صرف ہوتے تھے۔ آپ خاندانِ اہلبیت سے ہیں۔ آپ کا مولدِ مسعود شہر سبزوار ہے۔ آپ حضرت شاہ ابوالحسن شہابی سے سلسلۂ بیعت مصافحہ رکھتے ہیں اور ان کے نویں خلیفہ ہیں۔

اشعار در شان عدیم البرہان

ازاں حضرت کہ فیاض وجود است　　　خطابِ جملۂ "اوفوا بالعقود است"

نباشد ایں مثل پوشیدہ برکس　　　کہ گرد رخانہ کس حرفے بود بس

چو دریائے قدم جنبش نماید　　زبانگِ غوک بے ساماں چہ زاید
ہماں بہ کاندریں دیرِ مجازی　　کند فضلِ خدایت چارہ سازی
اگر از جلوہ بہ دل ماندے اثر ہا　　بحاضر دادے از غائب خبر ہا
چوں گل ہر دم رواجِ تازہ شاں باد　　ز پیوندِ بقا شیرانہ شاں باد
غمِ من چوں گذشت از حدِ غایت　　بحالش کرد حالِ من سرایت
بمدحِ آں چو آید بر سرِ جوشش　　زباں را حیرتش گوید کہ خاموش

ترجمہ: اس بارگاہ سے کہ سرچشمۂ فیضان وجود ہے تمام کائنات اور موجودات کے لئے یہ خطاب ہے کہ اپنے وعدوں کو ایفا کرو۔

یہ مثل کسی شخص سے چھپی نہیں رہ سکتی کہ اگر گھر میں کوئی ہے تو بس ایک حرف کافی ہے۔

جب دریائے قدم حرکت میں آتا ہے تو حقیر و بے سامان مینڈکوں کی آواز سے کیا ہوتا ہے۔

یہی بہتر ہے کہ اس دیرِ مجاز میں اللہ کا فضل تیری چارہ سازی کرے اور تو عشقِ الٰہی سے بہرہ ور ہو۔

اگر اس کے پُراسرار جلووں کا ذرا سا اثر بھی دل پر باقی رہتا تو ظاہر غیب کی خبر دیتا۔

پھول کی طرح ہمہ وقت اُن کی رُوح شگفتہ اور تر و تازہ رہے اور پیوندِ بقا سے اُن کی شیرانہ بندی ہو۔

میرا غم جب حدِ غایت سے گزر گیا تو میرے حال پر اسکو رحم آیا۔
جب اُس کی مدح کے وقت جذبات میں طوفان بپا ہوتا ہے تو حیرتِ جلوہ زبان سے کہتی ہے کہ خاموش رہ۔

سینۂ او مخزنِ اسرار باد   دیدۂ او منزلِ دیدار باد

ترجمہ: خدا کرے اس کا سینہ مخزنِ اسرار ہو اور اس کی آنکھیں دیدار کی جلوہ گاہ بن جائیں۔

ذکرِ درشان والاشان امام حسن نجمیہ

آپ امیر الآوان اور عالم الادیان ہیں۔ آپ کی ذات صاحبِ دولت و اقبال اور نشانِ جاہ و جلال ہے۔ آپ بساطِ امارت و دولت کے مسند نشین اور گلشنِ ولایت و ایالت کے نفسِ بہار آفریں ہیں۔ آپ سلطنتِ ابد قرینِ مسعودیہ کے رکنِ رکین اور خلیفۂ جہاں و خدیو رُوئے زمین کے مشیرِ والاتمکین ہیں۔ آپ اکرامِ جہاں پناہی اور الطافِ ظلِ الٰہی کی بدولت اپنے ہم چشموں میں ممتاز اور صاحبِ امتیاز ہیں۔ آپ کے مواعظِ حسنہ جو سلکِ الفاظ و عبارات میں موتیوں کی طرح پروئے ہیں اور آپ کے نصائحِ جمیل جو چراغِ ہدایت کی طرح روشن ہیں۔ ابوابِ برکات کی فتح کی کنجیاں ہیں آپ کی فیض رسانی کا دائرہ سورج کی شعاعوں کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی زبانِ صدق ترجمان اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سراجِ منیر ہے۔ آپ مولائے ثقلین محبوبِ ربّ المشرقین والمغربین جدّ الحسن والحسین ابی القاسم محمد ابن عبد اللہ نورٌ من نور اللہ

کے آلِ اطہار و خانوادۂ ابرار میں سے ہیں۔ لطفِ الٰہی اور فیضِ بارگاہِ لامتناہی کے باعث آپ بے حد مکرم و محترم شخص ہیں اور حضرت ظلِ الٰہی جہاں پناہی کی عنایات و قدردانی سے آپ کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے۔ آپ میرے مرشد و مولا ہیں اور آپ کا نام گرامی نشانِ احترام ہے حضرت امام حسن نجمیہ ہے، شہر سبزوار دولت مدار آپ کا وطنِ مقدس ہے اور لطفِ خداوندی سے آپ کا سلسلۂ بیعتِ عالیہ شطاریہ گرگامیہ ہے جس سے آپ نے نور پایا اور فیض پہنچایا ہے۔

چند اشعار از شوق با اوج در شان والاجاہ شہید

حدیثِ دل ربائیہاش می گفت   گہر در وصفِ شوخیہاش می سُفت
دراں حالت کہ دردش نالہ فرمود   زبانش گشت چو شمعِ آتش آلود
زبارِ غم دلِ او کوہ اندوہ   فغانش نالہ و فریاد در کوہ
صدائے پائے ہر کس چوں شنیدی   زبیتابی زخود بیروں دویدی
نگاہش چوں رُخِ آں نازنیں دید   گلِ باغِ شگفتن ہائے خود چید

ترجمہ: وہ اس کی دل رُبائی کی بات کر رہا تھا اور اس کی شوخیوں کے بیان میں موتی پرو رہا تھا۔

جس وقت کہ اس کا درد فریاد کی لے میں بدل گیا تو شمع کی طرح اس کی زبان آتش آلود ہو گئی۔

بارِ غم سے اس کا دل اندوہ و ملال کا پہاڑ بنا ہوا تھا۔ عجیب حالت ہے کہ

جوں ہی کسی کے پیر کی آہٹ ہوتی ہے تو بیتاب ہوکر باہر دوڑتا ہے کہ شاید وہ آگئے۔
جب اس کے رُخِ نازنیں پر اس کی نگاہ پڑی تو..... آرزوؤں کے باغ میں ہزاروں کلیاں کھل گئیں اور اس کی نظر حُسن کے پھول چُننے لگی۔

[بخاکش رحمتِ حق گل نشاں باد] سواد باغِ رضواں خاک شاں باد

ترجمہ: اس کی خاک پر اللہ کی رحمتوں کے پھول بکھر جائیں اور اس کی خاک پاک صحنِ گلشن بہشت کی طرح رنگینیوں اور خوشبوؤں سے بھر جائے۔

ذکر در شان و الاشان امیر الاولیا امیر کبیر دار الاسرار سلطنتِ مسعودیہ امام یحیٰی زاہدی

آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین مسند نشین امارت و اقبال اور انجمن آرائے عظمت و اجلال کے وابستگانِ درگاہ سے ہیں۔ آپ جلیل المنقبت رفیع الشان کریم الخلق اور عمیم الاحسان ہیں۔ آپ اپنے عہد کے لئے باعثِ صد سعادت اور وجہِ رحمت ہیں۔ آپ آسمان جیسی منزلت رکھتے ہیں۔ آپ اپنے عہدِ فرخندہ مہد اور روزگارِ خجستہ آثار کے لئے باعثِ زینت ہیں۔ مواہبِ جلیلۂ الٰہی اور نعائمِ بارگاہِ نامتناہی میں سے ہیں۔

اشعار

بہر محفل کہ آں جاناں نشیند | نسیمش در مشامِ جان نشیند
نسیمش باغ جاں را تازہ سازد | نہ تنہا جاں جہاں را تازہ سازد

زجامِ بے خودی از دست رفتے | دمے بیخود بآں بے لبست رفتے (کذا)
بگفت اے قبلۂ جانم جمالت | سرِ من در عبادت پائمالت
تراعمر لیست کز جاں می پرستم | بروں شد گوہرِ بینش ز دستم
ز نومیدی دلش صد پارہ گشتہ | زکوئے خرّمی آوارہ گشتہ
ندارد (احقر) بے دل قناعت | فزاید رنج او ساعت بساعت

ترجمہ: جس محفل میں وہ محبُوب مسند نشین ہوتا ہے۔ اس کی دل نواز خوشبو مشامِ روح کو معطر کرتی ہے۔

اس کی نسیم دلکشا مشامِ جاں کو شگفتہ کرتی ہے اور صرف مشامِ جاں کو نہیں دنیا جہان کو تر و تازہ کرتی ہے۔

اُس نے بیخودی کا جام پیا اور اس پر ربودگی و خود رفتگی کا عالم طاری ہو گیا اور دنیا و مافیہا کو بھول کر وہ اس کی راہ میں نخل کھڑا ہوا؟

اس نے کہا کہ تیرا جمال میری روح کا قبلہ ہے اور میرا سر تیری راہِ عبادت میں پائمال ہے۔

ایک عمر بیت گئی کہ میں تیری پرستش کر رہا ہوں اور تیرے سوا ہر شے کو بھول گیا ہوں۔ میری آنکھیں تیرے جمال کے سوا اب کچھ دیکھ ہی نہیں سکتیں۔

نومیدی سے اس کا دل پارہ پارہ ہو گیا اور کوچۂ عافیت و مسرت کو چھوڑ کر نکل گیا۔

احقر بے دل میں قناعت کہاں ہے اس کا حزنِ آرزو تو لمحہ لمحہ بڑھتا جاتا ہے۔

آپ کا نام امام یحییٰ زاہدی ہے ۔آپ کا تقرر امام یحییٰ زاہدانی کی جگہ نائب علمبردار کی حیثیت سے ہوا تھا ابھی تک حیات ہیں ۔آپ نے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اپنے وطنِ مالوف کی طرف مراجعت فرمائی۔

الحمد للہ والشکر علٰے نعمائہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمدٍ وّآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

حواشی

تاریخہائے شہادت و نشانات قبور پُر نور

سالارِ عساکر اسلام والمسلمین و روحِ رواں غازیانِ اشجعین والشہدائے والصالحین

منقول از نقل کتاب الشہادت۔ بدست و قلم حافظ شوکت صاحب

سیّدنا امام امیر جلال الدین جلال کاشغری المعروف بہ شہید قتّال قدس سرہٗ ۶ محرم الحرام ۵۸۶ھ

مزار واقع تکیہ سائیں توکّل شاہ در قبرستان ملک زادگان (جھنجھانہ)

سیّدنا امام امیر شہاب الدین شاہ بیابانی سفیر مملکت سبزوار قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۶ھ

مزار واقع علاقہ کاٹھا پار (جھنجھانہ)

سیّدنا امام امیر سراج الدین محمد کنیت سعید قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ

معلم القرآن المعروف بہ اخوند جید

مزار واقع متّصل چاہ باغ صوفی اخلاص احمد (جھنجھانہ)

سیّدنا امام امیر حسام الدین حسن البرق المعروف بہ بجلی شہید قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ

مزار واقع بیرون احاطہ درگاہ حضرت امام شہید بر لبِ تالاب (جھنجھانہ)

سیّدنا امام امیر امین اللہ زاہدی نائب علمبردار قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ

مزار واقع پائیں روضہ حضرت امام شہید جانب غرب بر چبوترہ (جھنجھانہ)

سیّدنا امام امیر شاہ رکن الدین رکن الاسلام قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۶ھ

مزار واقع چبوترہ ملحقہ مزار پرانوار حضرت امام شہید[1]

---

[1] یہ دونوں شہدا ماموں بھانجے کہلاتے ہیں۔ ان میں سے اول الذکر دائیں جانب حضرت کے ماموں اور مؤخر الذکر بائیں جانب بھانجے ہیں۔ (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر بدیع الدین سیف الاسلام قدس سرہٗ المعروف بہ سرخ شہید ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ
مزار واقع اندرون آبادی محلہ پٹھانان وقاضیان متصل جامع مسجد (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر شہاب الدین اسعدی قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ
مزار واقع اندرون درگاہ حضرت امام صاحب بگوشہ جنوب مغرب متصل پاہ خورد (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر بدر الدین بدر الاسلام قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ
مزار واقع پائین روضہ حضرت امام بر چبوترہ جانب غرب بالادست (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر قاسم کنیت محمد المعروف نوگزہ شہید قدس سرہٗ ۱۳ محرم الحرام ۵۸۸ھ
مزار واقع چیچا جوہڑی برلب گندو نالا بیرون آبادی محلہ کوٹلہ یدمیر صاحب (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر امین الدین کنیت حسین قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ
مزار واقع بر چبوترہ بائیں سہ دری روضہ حضرت امام محمود شہید نور اللہ مرقدہٗ
بگوشہ غربی وجنوبی (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر عبدالرحمٰن قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ
اندرون احاطہ درگاہ حضرت امام صاحب پائین چبوترہ سہ دری
پیشین حجرہ رہائش گاہ مہمانان بالادست اولین بجانب غرب (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر امین الدین کنیت احمد قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۵۸ھ
متصل مزار مذکورہ بالا۔ بالادست دویمی (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر حسن شطاری قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ
مزار واقع پائین مزارات موصوفۃ الصدر وپیشین حجرہ
رہائش گاہ مہمانان متصل درخت نیب جانب شرق (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر ابوبکر کنیت علی اصغر قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ

مزار واقع پائین مزارات موصوفۃ الصدر پیشین حجرۂ

رہائش گاہ مہمانان متصل درخت نیب جانب شرق (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر محمد حنیف کنیت اکبر قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ

مزار واقع زیر درخت نیب مذکورۃ الصدر جانب عروف

پائین چبوترہ سہ دری روضہ حضرت امام بگوشہ شرق و جنوب (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر ابوعثمان گرگامیہ قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ

مزار واقع دروازۂ اولیں بنی حضرت امام شہید (جھنجھانہ)

(ہر جاکہ دو مزار ہشتند از دروازہ ہائے یمین و یسار ایں مزار از دروازہ یمین است)

سیدنا امام امیر عبدالعزیز نجمیہ قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ

مزار واقع از راہ کیرانہ بہ یسار است متصل آبادی (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر زین العابدین مخزومی قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ

مزار واقع بیرون احاطہ متصل فیل خانہ (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر احمد یحییٰ متقی قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ

مزار واقع سر حد زمین گورِ غریباں متصل درگاہ حضرت امام صاحب (جھنجھانہ)

(چک نواب ہیبری خاں چھوٹا باغ نزد باغ آساوڑی)

سیدنا امام امیر جمال اللہ حسینی قدس سرہٗ نائب علمبردار ۱۲ محرم الحرام ۵۸۸ھ

مزار زیر درخت برگد اندرون احاطہ درگاہ شریف

پیشین حجرہ رہایش گاہ مہمانان جانب جنوب (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر ابو صالح کنیت احمد عبد اللہ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۶ھ

مزار واقع برلب کاٹھا در باغ پسوئی شہزاد است

سیدنا امام امیر امین الدین کنیت اکبر قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۶ھ

مزار واقع درمیان ڈیہری متصل چاہ گھسا والا

(ملکیت پیر جی نہال احمد) زیر درخت بیری (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر حسن بجمیہ قدس سرہٗ ۱۲ محرم الحرام ۵۸۶ھ

مزار واقع برچبوترہ پیشین سہ دری درگاہ امام صاحب

بگوشہ شرق وجنوب متصل درخت نیب مزار دویمی (جھنجھانہ)

سیدنا امام امیر موسیٰ زاہدی قدس سرہٗ ۱۴ محرم الحرام ۵۸۸ھ

مزار واقع متصل مزار ابوالفتح شاہ رکن الدین رکن الاسلام

(استاذی بعلم باطنی) [بڈھانہ]

سیدنا امام امیر شاہ رکن الدین رکن الاسلام ابوالفتح

مزار واقع بیرون بستی متصل گنج شہیداں (بڈھانہ)

کرنال

کرنال جس کے راجہ سے مجاہدین نے پہلی بار جہاد کیا علاقہ ہریانہ کے مشہور اضلاع میں سے ہے۔

یہ ضلع گزٹیر ۱۹۱۸ء کے بیان کے مطابق تین ہزار ایک سو اٹھائیس مربع میل کے رقبہ پر مشتمل ہے۔ دریائے جمنا سے اس کی مشرقی حدود کی حدبندی ہوتی ہے۔ جمنا کے اس پار مغربی یوپی میں اس کی حدیں ضلع سہارنپور، مظفر نگر اور میرٹھ سے ملتی ہیں۔ اس کے شمال میں ضلع انبالہ کی تحصیل جگادھری واقع ہے۔ شمال مغرب اور مشرق کی طرف اس کی حدیں پٹیالہ اور جیند (سابق ریاستیں) سے ملتی ہیں۔ جنوب میں ضلع رہتک کی تحصیل گوہانہ اور سونی پت واقع ہیں۔

خود شہر کرنال موجودہ صورت میں دریائے جمنا سے سات میل کے فاصلے پر واقع ہے مگر قدیم زمانے میں دریا اس کے بہت قریب سے ہو کر بہتا تھا۔ گزٹیر کی روایت کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ اس کا نام "کرنال" مہا دانی راجہ کرن کے نام پر رکھا گیا ہے جو مہابھارت کے مشہور جنگ آزما ور یار جن کا مدمقابل تھا اور جس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ بڈھانہ گزٹیر میں اس کا نام گیرا گڈھ بتلایا گیا ہے۔

مسلمانوں کے ابتدائی عہد کی تاریخ میں کرنال کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہ تھی اور پٹھان عہد کے خاتمے تک تاریخ فی الجملہ اس کے ذکر سے خالی ہے[1]۔

ملے ۱ ملاحظہ ہو کرنال گزٹیر جلد ۶ صفحہ ۲۱۰

۱۰۳۹ء میں سلطان مسعود نے اس علاقے کو فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا اور یہاں کا انتظام چلانے کے لئے سونی پت میں اپنی طرف سے ایک حاکم کو مقرر کیا اور سات آٹھ سال کے بعد اُسے مقامی ہندو راجاؤں نے پھر غزنوی حکمرانوں سے چھین لیا اور تقریباً ڈیڑھ صدی تک یہاں مقامی راجاؤں کی حکومت رہی اور یہ علاقہ بحیثیت مجموعی اپنی خوش حالی اور امن نامان کے لئے خاصہ مشہور رہا۔[۱]

راجپوت بھاٹوں (Rajputs Bard) کے پتروں اور مقامی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں کیتھل اور سمانا چندیلہ راجپوتوں کے قبضے میں تھا اور ان کا لوکل ہیڈ کوارٹر سرہند میں تھا جہاں سے وہ اِس علاقے کے قرب و جوار پر حکومت کرتے تھے۔ برہا راجپوت اسندھ سفیدوں اور سلوان کے اطراف پر قابض تھے جبکہ پنڈیر راجپوتوں کی حکومت تھانیسر اور نارک (Nardek) پر تھی۔ کندری (Qundri) جو مضافاتِ فتحپور میں ہے۔ رمبا (Ramba) ہبڑی (Habri) اور پنڈرک (Pundrak) جو کرنال کے نزدیک ہے، بڑے ریاستی شہر تھے۔[۲]

مندھڑ راجپوت اجودھیا سے آئے تھے۔ انھوں نے جیند کے علاقہ سے چندیلوں اور برہا راجپوتوں کو نکال باہر کیا تھا اور اُن کے ایک بڑے علاقے پر قابض ہو گئے جس کے بعد اول الذکر سوالک کی جانب آگے بڑھ گئے اور مؤخر الذکر جمجھر کے اس پار پہنچ گئے۔ مندھڑ راجپوت پنڈیروں پر کوئی اثر نہ ڈال سکے جن کو

---

[۱] ملاحظہ ہو کرنال گزٹیر جلد ششم ص ۱۵ [۲] ایضاً ص ۸۳ – ۸۲

چوہان راجپوتوں نے ہرِ رائے کی سرکردگی میں سنبھل مراد آباد سے جمنا کے اُس پار نکال دیا تھا۔ چوان راجپوتوں نے جونڈلا کو اپنی راجدھانی بنایا۔ اُن کا نارد ک علاقے کے ایک بڑے حصّے کے علاوہ دواب کے ایک بڑے حصّے پر بھی قبضہ تھا۔ تومر راجپوت پہلے پانی پت اور اس کے قرب وجوار کے علاقے پر تسلط رکھتے تھے۔ لیکن اسلامی فتوحات کے ابتدائی دَور میں افغان حملہ آوروں نے انہیں اس علاقے سے بیدخل کر دیا۔ اب وہ تھانیسر کے اُس پار کے علاقے پر متصرّف تھے اور پانی پت کا کچھ حصّہ ہی ہنود اُن کے تصرّف میں رہ گیا تھا۔ تومر، چوہان اور مندھر راجپوتوں کی علاقائی سرحدیں پانی پت میں آکر مل جاتی تھیں جو مندھیڑوں کے قبضے میں تھا۔ اس کے مشرق میں ہبڑی چوہان گاؤں ہے اور منڈری جواب بالکل ویران ہو چکا ہے، تومر راجپوتوں کا تھا۔ تومر کھرڑ بھرل اور رسول پور پر بھی قابض تھے جہاں اُنھوں نے ایک مضبوط قلعہ بنا رکھا تھا۔ کبھی ان کا نیلی (Naulca) کے پورے علاقے پر قبضہ تھا لیکن مندھڑ راجپوتوں نے انہیں اس سے بے دخل کر دیا۔ راجپوت خود اپنے طور پر یا اپنے ماتحت قبائل کی مدد سے اس قابل ہو گئے تھے کہ وہ ہبڑی کے مضافات میں چھ سات گاؤں پر اپنا قبضہ رکھ سکیں [1]

مسلمانوں کی اس علاقہ میں آمد اور فتوحات سے پہلے کا یہ روایتی نقشہ یا سیاسی خاکہ ہے جو حضرت امام محمود شہید سبزواری کے حملے سے قبل کی صورتِ حال کو مجموعی طور پر پیش کرتا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو کرنال گزٹیر ص ۸۲-۸۱

خود حضرت امام کا مقابلہ جس راجہ سے ہوا اس کی صحیح حدودِ حکومت کیا تھیں، اس نقشے سے (وثوق کے ساتھ) اس کا پتہ چلانا ممکن نہیں۔ ہاں روایت سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ جس راجہ کے ساتھ حضرت میران شہید نے جنگ کی تھی وہ راجہ تھارو کہلاتا تھا اور اس کے نام کی مناسبت سے اس کے گاؤں بھی تھارو کے نام سے مشہور تھے[1]

ضلع کرنال ہندوستان کی تاریخ میں اپنے قصبہ پانی پت کے میدان کے لئے بہت مشہور رہے۔ جہاں ایک سے زیادہ مرتبہ ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہوا۔ پانی پت میں بہت سے اولیاء اللہ کے مزارات ہیں۔ ان میں حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس ہندوستان گیر شہرت رکھتا ہے۔ گزٹیر کی روایت کی رُو سے اس کو پہلی بار سنگ مرمر سے سلطان غیاث الدین نے تعمیر کرایا تھا۔ اس مزار کے سامنے کی سردری کے لئے سنگِ کسوٹی کے ستون نواب مقرب خان نے نذر کئے تھے۔ نواب صاحب کا اپنا قبۂ مزار بھی اسی تاریخی درگاہ کے احاطے میں ہے۔

جھنجھانہ

جھنجھانہ کی قدیم تاریخ راجہ جھن جھن بدری پرشاد جھنک پال دت راناکی میدانِ جنگ میں ہار اور اس کی وفاقی ریاستوں کی شکست کے ساتھ ختم ہوگئی۔ اس وفاقی مملکت کی حدود کے بارے میں اس وقت تک ہماری معلومات کی واحد اساس خود کتاب الشہادت کا بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حدیں سرحد حاشیہ

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب ہٰذا (وجہ مخاصمت)

پنجاب سے شروع ہو کر دریائے جمنا کے مشرقی کنارے پر سانگ پور سے لے کر بڑھوت (ضلع میرٹھ) تک پھیلی ہوئی تھیں، جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اس میں تمام کرنال کے آس پاس کا علاقہ ضلع سہارنپور ضلع مظفر نگر اور اسی کے ساتھ ضلع میرٹھ کا کچھ رقبہ شامل تھا اور کرنال، کیرانہ، بڑھانہ اور بنت اس کی وفاقی یا ماتحت ریاستوں کی راجدھانیاں تھیں۔

لہ مظفر نگر گزٹیر متعلقہ بڑھانہ سے (جس کا اس سے پہلے بھی ذکر آچکا ہے) پتہ چلتا ہے کہ راجہ کرن پال درت رانا (راجہ کیرانہ) جھنجھانہ کے راجہ کا خالہ زاد بھائی تھا۔ بڑھانہ کے راجہ ٹوڈرمن سنگھ سمرو سے اس کی بہن شکنتلا کی شادی ہوئی تھی۔ کیرا گڈھ کرنال کا راجہ، والی جھنجھانہ کا داماد تھا اور اس سے راجہ کی بیٹی سمترا بیاہی گئی تھی۔ ممکن ہے بنت کے راجہ سے بھی ایسے ہی کچھ روابط ہوں۔ برادر محترم نسیم احمد علوی صاحب نے اپنے ایک حالیہ خط میں راجہ چھن چھن بدری پرشاد سے متعلق بعض امور پر کچھ مزید روشنی ڈالی ہے:۔

"راجہ جھنجھانہ وجے دشمی کے دن اپنی رانی اور دوسرے رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ بڑے مندر میں پوجا کے لئے جاتا تھا اور ایک مذہبی جشن مناتا تھا۔ اس میں وہ اپنے ہاتھ سے مندر کے اندر دیپ جلاتا تھا یہ مندر قصبہ جھنجھانہ کی حدود سے ذرا فاصلے پر تھا۔ یہاں سے اب اون اور چرسانہ کی جانب جانے والی سڑک گزرتی ہے۔ پورب کی طرف راج مندر تھا۔ اس مندر کی جگہ اب لالہ درنی چند اور لالہ سیو رام کے کھیت ہیں۔ راجہ کی والدہ کا نام دیول دتی اور اس کی بیوی کا نام مایا وتی یا دیا وتی تھا۔"

(یہ معلومات انہیں نعیم الحسن پسر شیخ نجم الحسن سے حاصل ہوئیں جن کا یہ بیان ہے کہ انہوں نے ایک جاٹ کے پاس آلا اودل کے انداز میں لکھی ہوئی ایک ایسی قلمی کتاب دیکھی، اور اس کا مطالعہ کیا ہے جس میں راجہ چھن چھن بدری پرشاد اور مجاہدین کے مابین جنگ کے واقعات موجود ہیں مگر محترمی نسیم احمد علوی صاحب اور راقم الحروف کے بار بار کہنے اور بعض دوسرے حضرات کی سفارش کے باوجود یہ کتاب دیکھنے کو نہیں ملی)۔

یہ قصبہ (جھنجھانہ) دریائے جمنا سے چند میل کے فاصلے پر کاٹھاندی کے کنارے آباد ہے۔ اس کے مشرق میں گاؤں پیر کھیڑہ واقع ہے۔ مغرب میں کاٹھاندی ہے۔ جنوب میں جالپور گاؤں ہے جو شاہ جمال محمد نے ۱۱۴۰ھ میں آباد کیا تھا۔ ان کا مزار بھی جمال پور میں ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے۔

جنوب میں ایک سڑک میرٹھ سے شامل ہوتی ہوئی آتی ہے اور مغرب کی سمت میں آگے بڑھ کر بڈولی اور وہاں سے دریائے جمنا کے کنارے تک پہنچتی ہے[1]۔ جانب جنوب ایک سڑک کیرانہ کو جاتی ہے۔ قصبہ کے شمال میں گڈھی قانون گویاں اور درگاہ پور گاؤں معافی ہے۔ شمال کی سمت میں ایک نالہ بہتا ہے جو کاٹھاندی میں آکر گرتا ہے یہ قصبہ اونچائی پر آباد ہے۔ بہت سے مضافات جو نیچے آباد ہیں، برسات کے دنوں میں ان میں پانی بھر جاتا ہے۔[2]

کتاب الشہادت سے پتہ چلتا ہے کہ اس وفاقی ریاست کی آبادی ۳ لاکھ سے

---

[1] اس سڑک کے کنارے جھنجھانہ سے کچھ فاصلے پر ایک بہت بڑا ٹیلہ تھا جسے "مغل ٹیلہ" کہتے تھے اس کے نشانات ہنوز باقی ہیں، ویسے اس کا بہت بڑا حصہ کسانوں نے کاٹ کاٹ کر اپنی زمینوں کے گہرے کھڈوں میں بھر دیا ہے اور زمین ہموار ہو گئی ہے اور "گروہ مغاک" کا وہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے جس کا ذکر کتاب الشہادت میں آیا ہے۔ اس صدی کے ربع ثانی تک جھنجھانہ کے آس پاس ڈھاک کے گھنے جنگل تھے جن سے جھنجھانہ کے قرب وجوار کی زمین ڈھکی ہوئی تھی کیرانہ کو جانے والی سڑک کے کنارے کھجور کے صدہا درخت کھڑے تھے جو عرب و عراق کے صحرائی تمدن کی یاد دلاتے تھے۔

[2] ملاحظہ ہو مظفر نگر گزٹیر برائے ۱۸۵۷ء ص ۲۶۴ - ۲۶۳

کچھ اوپر تھی۔ خود جھنجھانہ کی آبادی تیس ہزار کچھ سو تھی جو بڑی حد تک قرینِ قیاس بات ہے راجہ کا محل بلندی[1] پر تھا اور رعایا برایا کے لوگ نیچے رہتے تھے۔ آج بھی قصبہ کی ہیئت کذائی یہی ہے مگر آبادی اس وقت سے بہت کم ہے۔ اب سے تقریباً ایک سو پچیس برس پہلے بھی آبادی پانچ چھ ہزار کے درمیان تھی۔ چنانچہ اگست ۱۸۵۷ء گزیٹیر سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۲۸ء میں ۵۵۳۷، ۱۸۳۷ء میں ۵۵۹۳ اور ۱۸۴۷ء میں

---

[1] راجہ کے اس محل کے آثار ابھی پچھلے دنوں بلندی پر واقع بعض مکانات کی کھدائی کے موقع پر برآمد ہوئے ہیں۔ یہ آثار بہت چوڑے ہیں اور سطح زمین کی بیس پچیس فٹ کی بلندی پر بھی ان آثار کی چوڑائی ایک گز کے قریب ہے۔ ان آثار میں جو اینٹیں استعمال ہوئی ہیں وہ اس علاقے کی قدیم ترین اینٹیں ہیں جن کا رنگ سُرخی مائل زرد ہے جو کوری اینٹ کا ہوتا ہے۔ سائز تقریباً ۹ × ۱۳ ½ انچ ہے۔ اس طرح کی اینٹوں کا استعمال اس علاقے کی قدیم سے قدیم عمارتوں میں بھی نہیں ملتا ہاں قبرستان یا زمین کی گہرائیوں سے یہ کیرانہ، بڈھانہ، بنت اور بعض دوسرے قریوں میں نکلی ہیں۔ جھنجھانہ میں اس سے ملتی جلتی کچی اینٹیں قبروں میں مُردے کو دفناتے وقت استعمال کی جاتی تھیں۔ کیرانہ میں راقم الحروف نے اپنے خاندانی قبرستان "چاندنی جزیرہ" کی ایک قبر سے پچھلے دنوں ایک ایسی اینٹ برآمد کی تھی۔ اس قبرستان کی پرانی قبروں کا طرزِ تعمیر پچھلی چند صدیوں میں بننے والی قبروں سے جداگانہ اور بہت قدیمانہ ہے یہ مستطیل ▭ ہیں اور سطح زمین سے ایک فٹ سے بھی کچھ کم بلند ہیں اور چبوترے کی طرح سپاٹ ہیں۔ اس طرح کی قبریں اس قصبہ میں اور کہیں نہیں ملتیں۔ اسی کے ساتھ ان میں دودھی کا پتھر استعمال کیا گیا ہے۔ یہ بھی ان قبروں کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ ایسی ہی ایک پرانی قبر سے راقم الحروف کو یہ اینٹ ملی ہے۔ جھنجھانہ میں حضرت شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق (متوفی ۹۴۹ھ) کے بزرگوں کی قبریں بھی اسی انداز کی تھیں۔

آثار دیوار قلعہ راجہ جھنجھن بدری پرشاد جھنکپال دت رانا، جھنجھانہ

خشت آثار قلعہ راجہ جھنجھن بدری پرشاد جھنگ پال دت جھنجھانہ

لمبائی ایک فٹ ۳½ انچ چوڑائی ۱۰ انچ

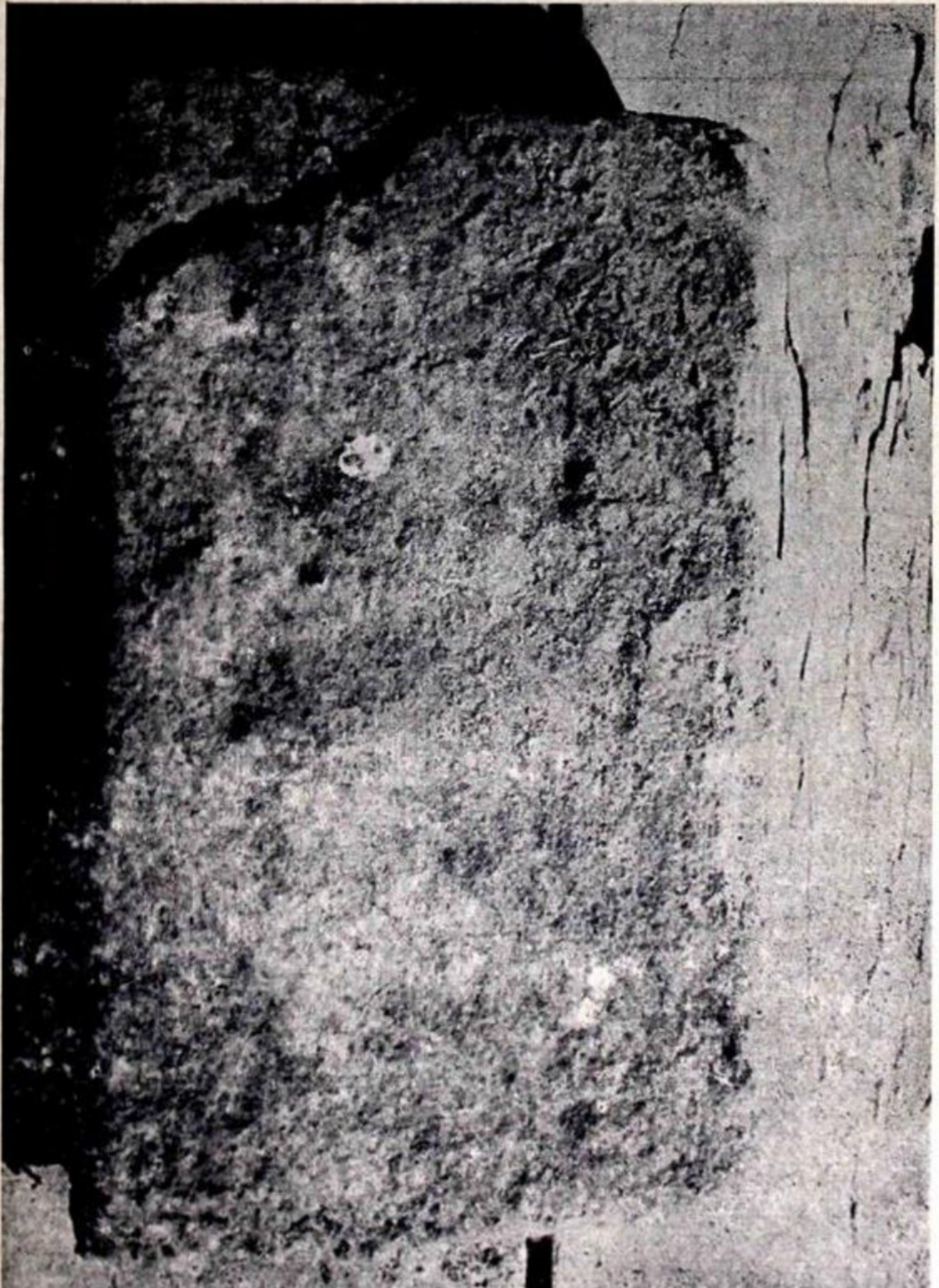

۵۶۶۲ تھی۔

اب اونچ نیچ کی وہ تفریق بہت کچھ ختم ہو گئی لیکن پہلے وہی صورت تھی جس کی طرف گزٹیر میں بھی اشارہ موجود ہے کہ اچھے اور اونچے درجے کے لوگ (بالعموم) اوپر رہتے تھے اور رعایا برایا کے لوگ نچلے حصوں میں آباد تھے[1]

محل کے وسط میں راجہ کا اپنا خاص محل راج مندر اور رسوئی گھر وغیرہ تھا۔ کتاب الشہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ معبد خانہ اندرون محلات اور مطبخ میں لڑائی ہوئی تھی۔

---

[1] قدیم زمانے سے ہندوستان میں شہروں قصبوں اور قریوں کی آبادیاں اسی انداز سے بسی ہوتی تھیں اور سماجی ڈھانچہ بھی کچھ اسی طرح کا تھا۔ رعایا برایا کے لوگوں کو بہت کم درجہ دیا جاتا تھا اور ان کی حالت ناگفتنی ہوتی تھی اور سماجی نابرابری نے اُن کے احساسِ وطنیت تک کو کمزور کر دیا تھا۔ چنانچہ پروفیسر حبیب اور پروفیسر خلیق نظامی نے اس عہد کے نظام سیاست وریاست پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی طرف واضح اشارہ کیا ہے:۔

But the political system merely reflected the basic weakness of the social structure of the time, the principle of caste which found the basis of the Indian social system in the 11 th and 12 th centuries had anxihilated all sence of common citizenship and beleed all patriotic sentiments (vobe V Page 133)

باہر بڑا مندر تھا جس کے سامنے کوئی بڑا میدان یا احاطہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی میں موہن باغ بھی تھا۔ راقم الحروف کے خیال سے اس زمانے میں چمن بندی وغیرہ کا زیادہ دستور نہ تھا ہاں مندر کے سامنے بڑے احاطے میں آموں کا کوئی باغ ہو یا پھر ایسے پیڑ پودے موجود ہوں جن کے پھول پوجا کے کام میں آتے ہوں۔ یہ ممکن ہے۔

راجہ کے یہاں مجلسِ وزرا یا (Council of ministers) ضرور کسی نہ کسی شکل میں رہی ہوگی، اس لئے کہ راجہ کے بڑے وزیر کو ارسطا طالیس اور مدارالمہام کہا گیا ہے۔

راجہ کے پاس پیدل فوج کے علاوہ کچھ گھڑسوار فوج بھی تھی۔ ہاتھیوں کا بھی ایک آدھ بار ذکر آیا ہے سامانِ حرب میں تیغ، تبر، خنجر، بھالے، زنبورک، بان، جزائر بان کرملک دنگارین آتشیں کا ذکر کیا گیا ہے۔

مجاہدین کے طریق جنگ میں یمین ویسار کا ذکر موجود ہے۔ لیکن راجہ کی فوجیں اکثر ہجومی صورت میں لڑتی ہیں۔ اُن کی تعداد ذیلی ریاستوں کی فوج کے ساتھ مل جانے سے بہت بڑھ گئی ہے لیکن ثباتِ قدم والی بات ان میں نسبتاً کم ہے۔ ممکن ہے یہ لوگ جو وقتاً فوقتاً میدان سے ہٹ کر یا بھاگ کر ادھر اُدھر گلی کوچوں اور اُن سے زیادہ جنگلوں اور اپنے خرابوں میں پناہ لیتے رہے، وہ بیشتر رعایا برایا کے لوگ ہوں۔ کبھی کبھی روش گوریلا طریقۂ جنگ کے تحت اختیار کی گئی ہو۔ اس کا بھی امکان ہے

بہر حال بڑے معبد خانے کی جنگ کے بعد راجہ کو شکست ہوگئی۔ بہت سارا مالِ غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آیا۔ اس موقع پر کتاب الشہادت میں ایسا کوئی ذکر موجود نہیں جس سے یہ گمان گزرے کہ مجاہدین نے راجہ کے حرم سے کوئی تعارض کیا یا شہر

کی آبادی کو لوٹا۔[1]

راجہ کے ساتھ جنگ میں جن قبائل یا رعایا برایا کے لوگوں نے حصہ لیا ان میں مانو موریہ (بانو موریہ) ، جموریہ اور ڈفلیا قبائل کے لوگ ہیں جو بہت بڑی تعداد میں اس جنگ میں راجہ کی طرف سے شامل رہتے تھے۔ ایک اور مددگار قبیلہ گھٹایوں تھا۔[2]

---

[1] جھنجھانہ کے قدیم مکانات کے کھنڈروں سے ہنوز کوئی ایسا ہتھیار زیور یا سکہ وغیرہ نہیں ملا جس سے اس زمانے کے بارے میں مزید کوئی بات معلوم ہو سکے۔ جب موجودہ صدی کی دوسری تیسری دہائی میں نواب بڑی خاں کے قلعہ میں تھانہ پولیس کے لئے کچھ عمارات بنوانے کے خیال سے کھدائی ہوئی تو کہا جاتا ہے کہ کسوٹی کے دو چیٹے ستون نکلے تھے جن پر ایک سمت کچھ نشانات اور مورتیاں بھی تھیں مگر جن لوگوں نے ان ستونوں کو دیکھا تھا وہ بھی ان کے بارے میں اب کچھ بتانے سے قاصر ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ان ستونوں کو اس عہد کے کلکٹر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ حافظ شوکت صاحب کو یہاں ایک کھدائی میں سکہ جیسی ایک شے ملی ہے جو پیتل سے ملتی جلتی دھات کی بنی ہوئی ہے۔ اس کے ایک سمت جگدمبے اور دوسری سمت رادھا اور کرشن کی مورتیاں اور اسی کے ساتھ دائرے میں ناگری جیسے رسم خط میں کچھ لکھا ہے۔ اس سکہ نما شے کا قطر ایک انچ کے قریب ہے شکل مدور ہے۔ اس طرح کی چیزیں یہاں کے دیہاتی طبقے میں زیور کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اور ایسے ایک سے زیادہ سکوں میں کنڈیاں لگوا کر انہیں ہار کی شکل میں پہنا جاتا ہے۔

[2] ان میں سے بانو موریہ شاید وہ لوگ ہوں جو جھنجھانہ کے قریب آباد ہیں اور آج بانوسے کہلاتے ہیں۔ جموریہ ممکن ہے چماروں ہی کو کہا جاتا ہو جن کی آبادی ابھی بڑی تعداد میں جھنجھانہ، کیرانہ اور بڈھانہ کے پاس اب بھی موجود ہے۔ ڈفلیا یا ڈبھلیا یہ غالباً وہی ہیں جو مسلمانوں میں اب شیخ ڈھپالی کہلاتے ہیں اور ذات پات کے اعتبار سے بہت کم درجے میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے ہم ذات (Counter parts) ہندوؤں میں بھی موجود ہیں۔ گھٹایوں غالباً جاٹ برادری سے تعلق رکھتے ہونگے۔ اس نسل کے لوگ بہت بڑی تعداد میں کرنال، جھنجھانہ، کیرانہ، بنت اور بڈھانہ کے پاس دور دور تک اب بھی آباد ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کرنال سے لے کر میرٹھ تک کے محاربات میں برابر حصہ لیا۔ اب اس علاقے میں چھوٹی جاتیوں کے علاوہ گوجر جاٹ روڑ اور رائیں وغیرہ بھی بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ بنت کے قریب ایک بڑا رقبہ زمین گھٹایوں کا رقبہ کہلاتا ہے۔ (یہ بات مجھے اپنے محب مکرم غیاث خاں صاحب سے معلوم ہوئی۔)

آباد کاری

راجہ اور اس کے ساتھیوں کی شکست کے بعد جھنجھانہ، بنت اور بڈھانہ کچھ زمانے تک غیر آباد رہے۔ اس کے بعد گزیٹیر کی روایت کے مطابق سلطان محمد بن سام کے زمانے میں کل علاقہ آباد ہوا[1]۔ جھنجھانہ سے متعلق کتاب الشہادت کے ایک ضمیمہ میں (جس کی

---

[1] ملاحظہ ہو گزیٹیر صفحہ ۱۶۳

ترائن کی جنگ میں رائے پتھورا کی شکست کے بعد فوراً ہی دہلی اور اجمیر کے علاقہ پر شاہی افواج کا قبضہ نہیں ہوا تھا۔ چوہان سلطنت کے سقوط کے بعد یہ دونوں اہم شہر غوریوں کے تصرف میں آگئے لیکن ان پر پتھورا خاندان کی حکومت باقی رہی جس کا حکمران سلطان محمد کا ماتحت تھا۔ بعد ازاں اس تمام علاقہ کو سلطان کے نائب السلطنت قطب الدین ایبک نے فتح کیا، جس کی تفصیل پروفیسر حبیب و پروفیسر خلیق نظامی نے ان الفاظ میں پیش کی ہے:

"Post train expension of problems — Aibek then returned to Kokram his seal of government and organised his forces to cross the Jamna to establish a military foothold in the upper nak almost all important places including Meerut Koil and Baran were under the door Rajputs who put a strong defence against the Turkish invasion Aibek — proceeded from Kokram to Meerut and occupied it in 688/1192." Page 167

A Comprehensive History of India Vol. V

نقل حافظ شوکت صاحب کے قلم سے موصوف کے اپنے خطی نسخے میں موجود ہے)
یہ روایت ملتی ہے کہ اسے ملک محمد بنجارہ نے آباد کیا۔

"بعد فتح مجاہدینِ اسلام مملکت راجہ و دارالخلافہ جھنجھانہ تا چہل سال غیر آباد افتادہ بود در سنہ شش صد و بست و ہشت ہجری رائے ملک محمد المعروف بہ ملک محمد بنجارہ از دیار پنجاب وارد دارالخلافہ جھنجھانہ مع آل و امجاد آباد شدہ"

جس کے معنی یہ ہیں کہ راجہ کی شکست کے بعد جھنجھانہ راجہ کے اپنے آدمیوں اس کی رعایا برایا اور اس کے حرم سے خالی ہو چکا تھا۔

کتاب بحر الابرار نوشتہ شاہ جمال محمد سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۰۱ھ کے قریب یہ علاقہ حضرت شیخ ابو سعید علوی الرازی کی مذہبی تولیت میں دیا جا چکا تھا۔ اسی کے ساتھ متولیانِ درگاہ کے شجرہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اس درگاہ کے پہلے متولی شیخ ابو سعید علوی بن احمد رازی تھے۔ ممکن ہے اُن کے زمانے ہی سے اُن کے اہلِ قبیلہ میں سے کچھ لوگ یہاں آکر آباد ہو گئے ہوں۔

اس کے بعد ضمیمہ کی روایت یہ ہے "در سنہ شش صد و پنجاہ و پنج ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم خان شیر خاں افغان از قبیلۂ اورک زئی بہ منصب ہزاری ذات و پانصد سوار مع جاگیر سہ ہزار بیگھہ آراضی پختہ در محال خالصہ و موضع افغان پور و شیر پور المعروف الحال موضع سکندر پور وغیرہ عطیہ سلطانی در قصبہ جھنجھانہ مع آل و امجاد آباد شدہ"

نہیں کہا جا سکتا کہ خان شیر خاں اورک زئی سے متعلق سنین کا یہ تعین جو ضمیمے میں موجود ہے کس حد تک صحیح ہے، اس لئے کہ گزیٹیر میں یہ روایت موجود ہے:۔

"حضرت امام صاحب سے متعلق مزارات شیر خاں افغان نے بحکم سلطانی سنہ ۶۰۱ ہجری میں بنائے۔ امام محمود شہید کا مزار باہتمام شیر خاں افغان سنہ ۶۰۱ھ میں بنا۔"

(گزٹیر جھنجھانہ)

"امام صاحب کا مزار باہتمام شیر خاں افغان، سید میران نے بحکم سلطانی بنوایا۔"

(گزٹیر بنت)

"ہر سہ مزارات شیر خاں افغان نے بحکم سلطانی سنہ ۶۰۱ھ میں بنائے۔"[1] (گزٹیر بڈھانہ)

ملک محمود بنجارہ کے بعد یہاں آکر آباد ہونے والے اشخاص میں ضمیمے کی روایت کے

---

[1] گزٹیر مذکور میں اس روضہ کی تعمیر وغیرہ سے متعلق مزید تفصیلات یہ ہیں: مقبرہ و مسجد و احاطہ باہتمام شیخ عبدالستار ولد شیخ عبدالمومن سجادہ نشین سنہ ۹۰۱ ہجری میں بنا۔ اس درگاہ کا سالانہ میلہ عرس بہت دھوم دھام سے ہوتا ہے اور ہزاروں آدمی دور دور سے زیارت کرنے اور منت ماننے آتے ہیں۔ عرس ۱۲ محرم سے شروع ہوتا ہے اور ۱۸ محرم کو ختم ہو جاتا ہے۔

اس درگاہ میں اولاد نواب جلال خاں جلال آباد سے اور اولاد میر یار خاں گڈھی پختہ سے سالانہ میلہ میں شرکت کرتے ہیں۔ نواب نامدار خاں بیٹے نواب جلال خاں نے درگاہ کے باہر ایک بہت بڑا کنواں اور تالاب خام کی پٹریاں اور فرش اور ایک چبوترہ چھوٹا مع ایک کنواں بنوایا اور مرمت بھی کرائی جس کی تاریخ ۱۰۶۰ ہجری ہے۔ حجرہ جات اندرون احاطہ نواب جلال خاں ولد میر ہزار خاں نے بنوائے۔ ایک حجرے میں عرس کے موقع پر یہ لوگ خود قیام کرتے ہیں اور دوسرا نے مزار مہمان خانہ۔ حجرہ جات نواب میر یار خاں گڈھی پختہ نے بنوائے۔ ایام عرس میں ایک حجرے میں خود قیام کرتے ہیں۔ دالان کے نیچے والے حجرے میں فقرا شاہ بانوا ٹھہرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو گزٹیر ص ۴۳-۱۴۲)

مطابق حضرت قاضی فاضل کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

"درسنہ شش صد وسی دسہ ہجری النبوی صلعم افضل العلما شاہ فاضل جی ابن حضرت سیدنا وسندنا افضل الفقہا مفتی شاہ ابوسعید رازی علوی القادری نور اللہ مرقدۂ منصب قضا بست و چہار پرگنہ از کیرانہ خاطر پرداختہ شدہ از قوم گوجراں بر احکاماتِ سلطانی مع آلِ اطہار درروں دار الخلافتہ جھنجھانہ آباد شدند"

یہاں صاحبِ روایت کو سہو ہوا ہے۔ حضرت قاضی شاہ ابوسعید رازی علیہ الرحمتہ کے بیٹے نہیں ہیں، اُن کی اولاد میں سے ہیں۔ شجرۂ نسب اس طرح سے ہے۔

شاہ فاضل، بن شیخ نور بخش، بن شیخ عبد العزیز، بن شیخ کمال دانشور، بن شیخ ابوسعید رازی، ــــ سجادگان کے شجرہ میں انہیں حضرت شیخ ذوالنون کا بھائی قرار دیا گیا ہے جن کا زمانۂ سجادگی سنہ ۷۳۹ ہجری النبوی تک ہے۔

اگر ہم شجرہ کی روایت کو صحیح مان لیں تو یہی زمانہ اُن کا بھی ہونا چاہیئے۔ ممکن ہے وہ عمر میں اپنے بھائی ذوالنون سے بہت چھوٹے ہوں اور ان کے بعد کافی زمانے تک زندہ رہے ہوں مگر بحر الابرار کی روایت کے مطابق ان کا زمانہ حضرت شیخ ذوالنون کے نصف صدی بعد کا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت قاضی فاضل کی جھنجھانہ میں رہائش اختیار کرنے سے متعلق کتاب بحر الابرار مصنفہ شاہ جمال محمد میں یہ روایت ملتی ہے۔

"....اسی زمانے میں سلطان مبارک شاہ لودھی نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ریاضِ رضواں کا سفر اختیار کیا اور سلطان بہلول لودھی سریر آرائے سلطنت ہوا تو قاضی فاضل کو نو پرگنوں کا قاضی مقرر کیا۔" (ترجمہ)

قاضی فاضل قصبہ کیرانہ میں قیام فرما تھے۔ ایک مرافعہ کے سلسلے میں جو ایک زمین سے متعلق تھا اور مقامی گوجروں اور کچھ شرفائے شہر کے مابین وجہ نزاع تھا، قاضی صاحب نے جو فیصلہ کیا وہ گوجروں کے دعوے کے خلاف تھا۔ جس پر یہ لوگ فتنہ و فساد پر آمادہ ہو گئے اور قاضی صاحب کو قتل کرنے کی سازش کی۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے حفاظتِ جان و مال کے خیال سے قاضی صاحب کیرانہ کی سکونت ترک کر کے جھنجھانہ چلے گئے[1]

سلطان بہلول لودی ہفتدہم ماہ ربیع الاول سنہ ۸۵۵ ہجری میں تخت نشین ہوا اور ۳۸ سال آٹھ ماہ سات یوم حکومت کرنے کے بعد سنہ ۸۹۴ھ میں وفات پائی۔[2]

ایسی صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قاضی فاضل کا زمانہ متعین کرنے میں صاحبِ ضمیمہ کو تسامح ہوا ممکن ہے اس سنہ میں قاضی فاضل نہیں اُن کے کوئی بزرگ کیرانہ سے جھنجھانہ آئے ہوں۔

اہلِ ہنود میں سے جو صاحبان جھنجھانہ آکر آباد ہوئے اُن میں رائے جوگ جیت سنگھ کا ذکر صاحبِ ضمیمہ نے اِن الفاظ میں کیا ہے :۔

"در سنہ ششصد و پنجاہ و پنج ہجری النبوی از قریہ کپور پور، ریاست محروسہ راجہ رامدیال ورانی لاول کپور دمن وانی رائے رایان جوگ جیت سنگھ ولیش راخان شیر خاں آوردہ درون دار الخلافہ جھنجھانہ آباد کرد و بامر مجبوری (کذا) دکانین اشیائے خوردنی وغیرہ ہا کشادہ کنانید[3] و یک صد بیگہ پختہ آراضی

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صحائفِ معرفت ترجمہ راقم الحروف ص ۲۳ - ۲۱

[2] ملاحظہ ہو آثار الصنادید ص ۵۴

[3] جھنجھانہ کی جامع مسجد (نیلا روضہ) کے جانب شمال خوبصورت دکانوں کا سلسلہ جو اب تقریباً ویران ہیں کافی دور تک چلا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ بازار اور دکانیں اسی عہد کی یادگار ہوں لیکن ان کا طرزِ تعمیر کچھ بہت قدیم نہیں ہے۔

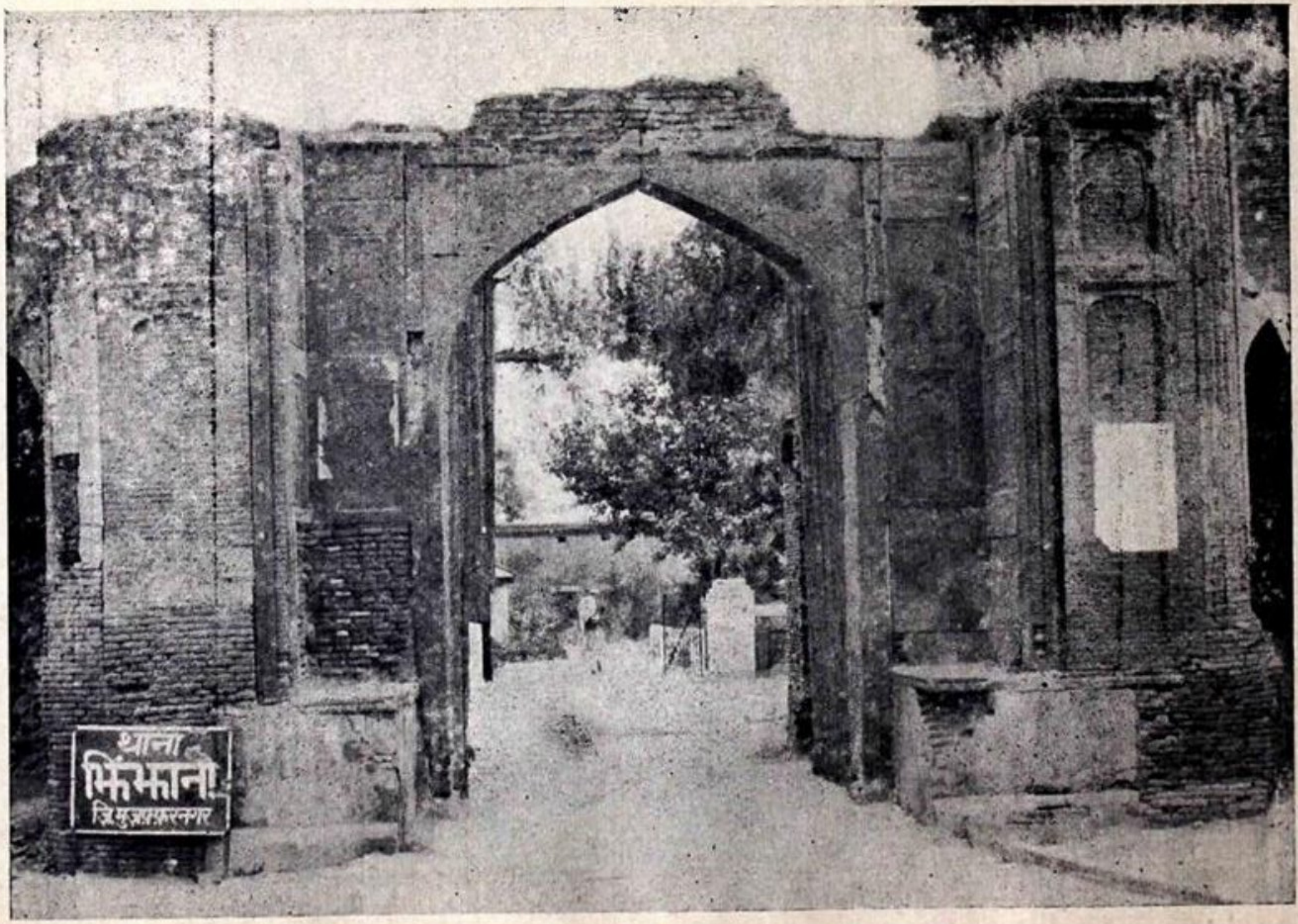

دیوار منہدمہ قلعہ نواب محمود علی عرف نواب ہٹری خاں جھنجانہ

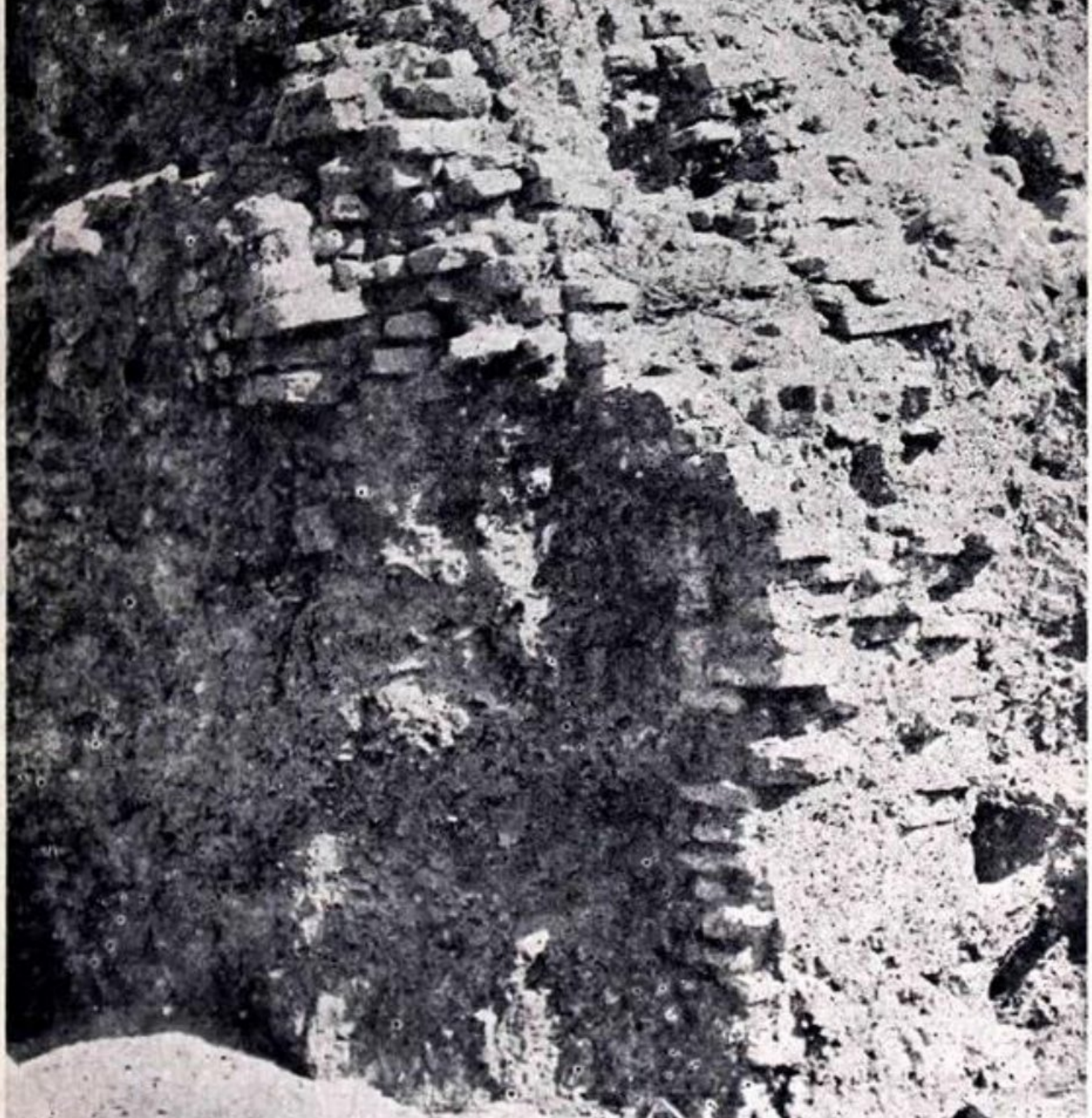

دروازہ قلعہ نواب محمود علیؒ المعروف نواب ہیڑی خاں جھنجھانہ

مع چاہ شیر خاں المشہور الحال "چاہ جوگے والا" از محال خالص وجاگیر خود خان خیر خاں افغان رائے رایان جوگ جیت سنگھ ولیش راعطا کرد و یک محل کلاں برائے رہائش رائے جوگ جیت سنگھ از اہتمام خود خان موصوف تعمیر کنانیدہ رائے موصوف را مع اموال واولاد آباد کرد۔"

یہ ضمیمہ کتاب الشہادت میں بعد کا اضافہ معلوم ہوتا ہے اور عین ممکن ہے یہ اضافہ خود شاہ غلام شرف کے قلم کا مرہونِ منت ہو۔ اس کے مندرجات کے سنین کا سلسلہ سنہ ۱۱۴۱ ہجری النبوی تک پہنچتا ہے۔ اس اعتبار سے اس ضمیمہ کی تحریر کو کتاب الشہادت کی نقل یا ترتیبِ ثانی کے گیارہ برس بعد کا واقعہ ہونا چاہیئے۔

اسی کے ساتھ جوق در جوق دوسری اقوام کے لوگ یہاں آکر آباد ہو گئے۔ اس سلسلے میں سنہ ایک ہزار ایک سو اکتالیس ہجری میں ایک اور بڑا خاندان یہاں آباد ہوا۔

"در سنہ یکہزار و یکصد و چہل و یک ہجری صلی اللہ علیہ وسلم خاندان پانڈے برہمناں از قریہ خان پور آمدہ درون آبادی جھنجھانہ آباد شد۔"

اس سے پیشتر سنہ ایکہزار پچیس ہجری النبوی میں یہ قصبہ اور اس کے قرب وجوار کا علاقہ خان محمود علی خاں المعروف نواب ہیڑی کو بارگاہِ سلطانی سے جاگیر و تنخواہ میں مرحمت ہوا۔ جو منصب ہزاری ذات در بغت صد سوار پر فائز تھے اور جو اس ضمیمہ کی روایت کے مطابق وزیر شکار گاہ سلطانی تھے۔ نواب ہیڑی خاں نے اپنے زمانے میں کچھ عمارتیں اپنی یادگار کے طور پر تعمیر کرائی تھیں۔ جہاں نواب صاحب نے اپنا قلعہ تعمیر کرایا وہیں جیسا کہ ضمیمہ سے ظاہر ہوتا ہے راجہ کا قدیم مندر تھا۔ راجہ کے مندر کے سامنے باغ و بساتین تھے جس کی وجہ سے اس کا نام موہن باغ تھا۔ موہن باغ ہی کے ایک گوشے

میں حضرت امام محمود شہید سبزواری کا سر مبارک دفن ہے۔ نواب صاحب کی تیار کردہ عمارات کی تفصیل زیرِ گفتگو ضمیمہ میں اس طور پر دی گئی ہے۔

"تعمیرات نواب ممدوح قلعہ چوبرجا معہ چہار دروازہ و بالاخانہ عالی شان و باولیاں دو عدد مع تہ خانہ و بالاخانہ، چاہ پختہ کلاں مع باولیاں دو عدد دو محلات[1] مع تہ خانہ و بالاخانہ در محلہ چوک و مسجد چوک مع چاہ پختہ"

نواب ہیڑی خاں کی بنائی ہوئی عمارتوں سے متعلق اطلاعات گزٹیر میں نسبتاً کچھ زیادہ ہیں۔

ایک قلعہ بارہ بیگہ پختہ پر نواب محمود علی خاں عرف نواب ہیڑی خاں نے بنوایا۔ اسی کے ساتھ ایک باؤڑی مع کمرے حمات بالاخانہ و چاہ کلاں پختہ بعہدِ جہانگیری سنہ ۱۰۳۹ ہجری میں تعمیر ہوئے۔ نیز ایک سرائے پختہ اور چند متفرق چاہ ہائے پختہ بنوائے جن کی تعمیر کا کام سنہ مذکور میں اختتام کو پہنچا (اب سرائے پختہ میں محلہ تاڑ تلا ہے) اُن کا مزار سنگِ سُرخ سے بنا ہوا ہے اور چھوٹے باغ میں ایک ٹیلہ پر ہے۔ یہ چھوٹا باغ نواب موصوف کی سیر و سیاحت کا باغ تھا۔

مذکورہ عمارات کے علاوہ جھنجھانہ کی تاریخی عمارتوں میں وہ عمارتیں بطورِ خاص اہم

---

[1] محل نواب ہیڑی خاں محلہ چوک میں واقع ہے۔ اس کے تہہ خانے بعض ڈاٹیں نیز سنگ سرخ سے بنا ہوا کنواں ہنوز موجود ہیں۔ اس کے قریب چھوٹی مسجد چونے اور مسالے کے دبیز پلاسٹر سے بنائی گئی۔ ایک اور مسجد اور کنواں بھی نواب مرحوم کی یادگار ہے۔

قلعہ کا شاندار دروازہ اور اس کے بالاخانے اب سے کچھ زمانہ پہلے تک اچھی حالت میں تھے۔ اب بالاخانہ ٹوٹ چکا ہے۔ اس کے چار برجوں میں سے دو برج ہنوز باقی ہیں۔ ان میں سے ایک برج میں کسی بزرگ کا مزار بتایا جاتا ہے۔

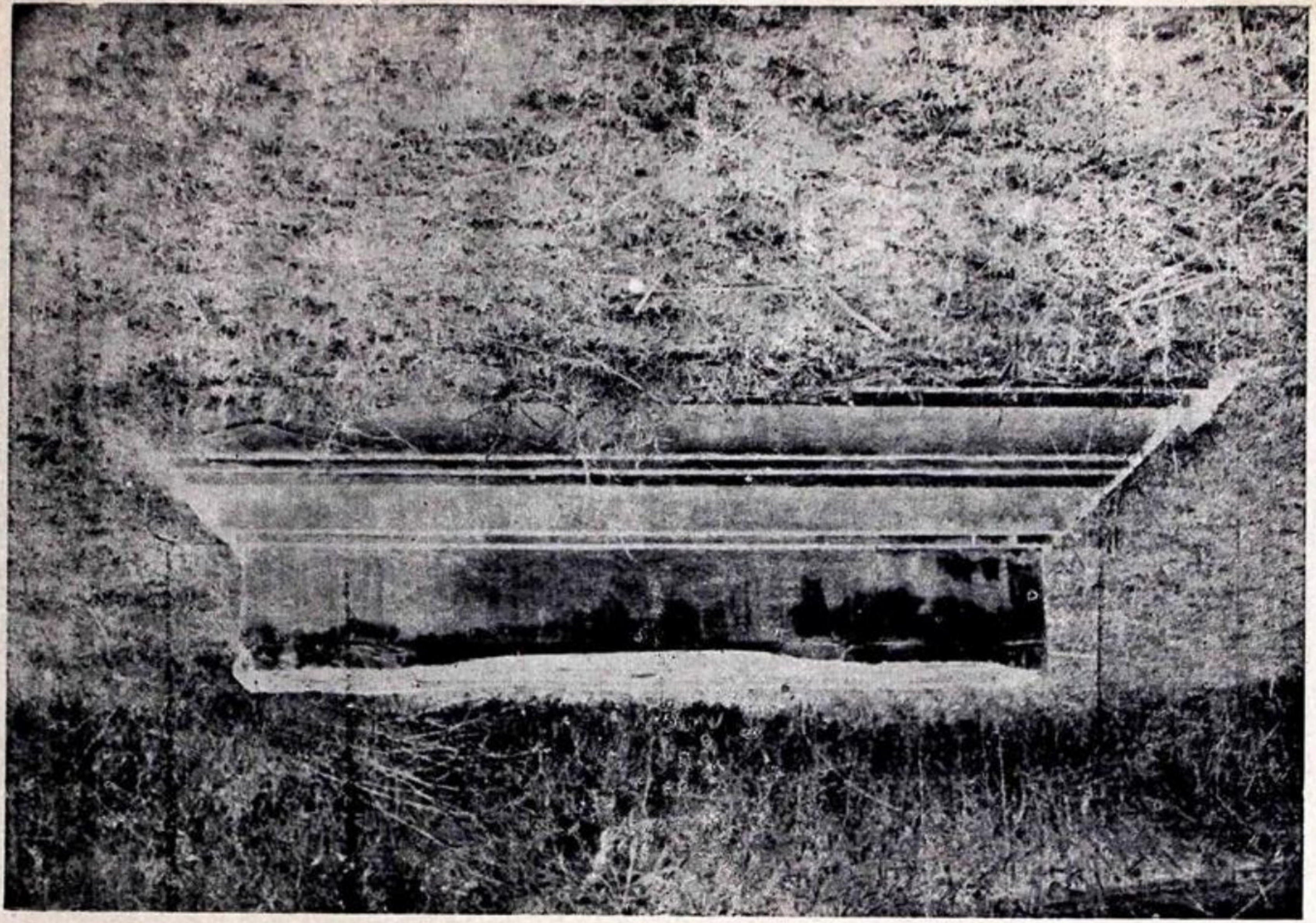

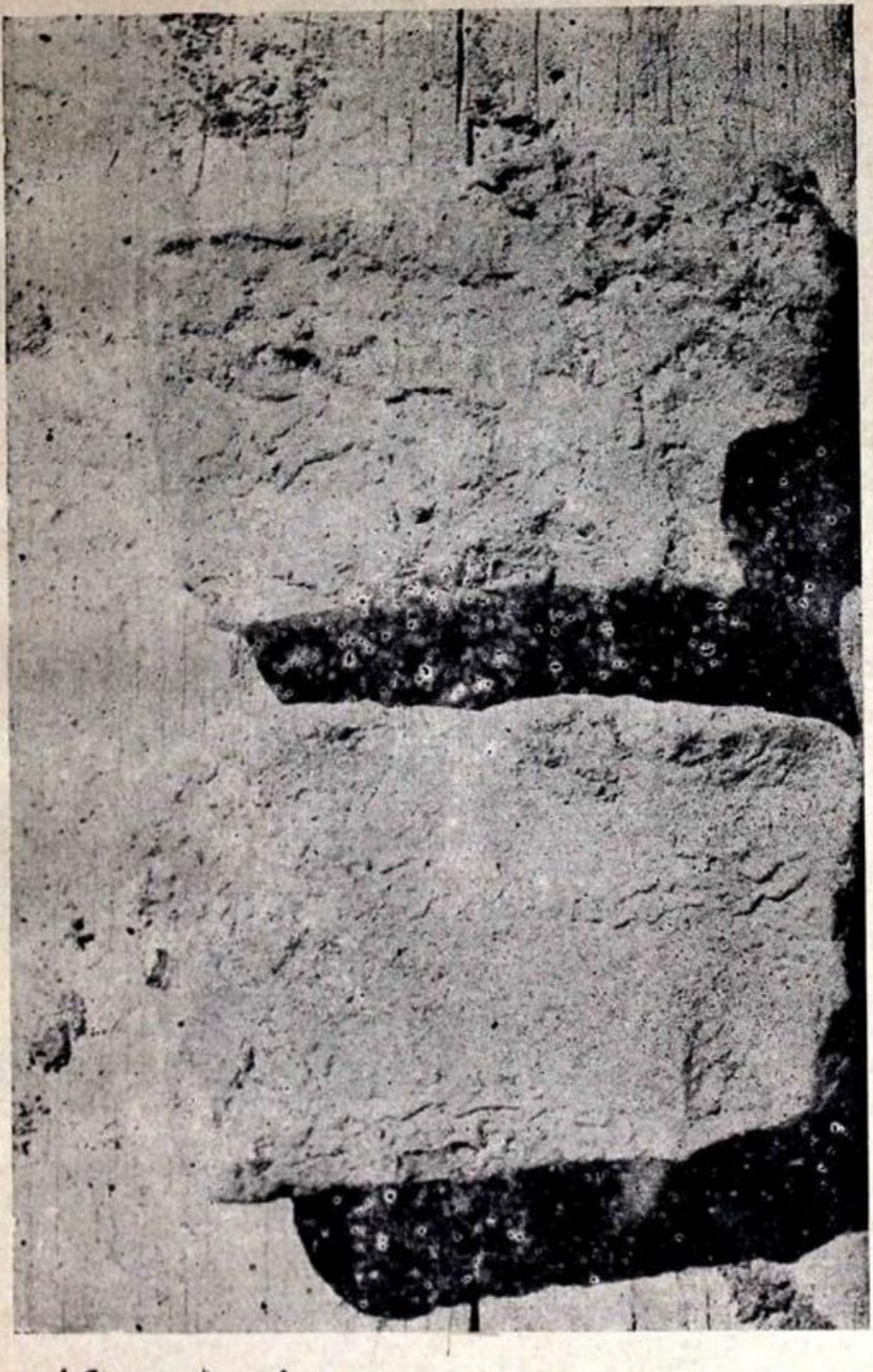

حشت ہائے کہنہ دیوارِ قلعہ نواب محمود علی عرف نواب ہیری خاں جھنجھانہ
لمبائی تقریباً ۵½ چوڑائی ۴ انچ

اور قابلِ ذکر ہیں جو حضرت شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق علوی القادری[1] کے ایک مرید معتقد نواب عماد خاں نے اپنے بیٹے نواب ابو محمد زبیری کنبوہی کے زیرِ اہتمام عہدِ جہانگیری میں بنوائی تھیں۔ گزٹیر مذکور کا مرتب لکھتا ہے:-

ایک مقبرہ عالی شان شیخ عبدالرزاق کا ہے۔ یہ قادری سلسلے کے بزرگ ہیں۔ ان بزرگ کا زمانہ سنہ ۹۲۰ ہجری اور وفات کا سال سنہ ۹۴۹ ہجری ہے۔ ان کے مرید نواب شیخ عماد تھے جو دربارِ جہانگیری کے اُمراء میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے لڑکے نواب ابو محمد میر ٹھی کنبوہی کے اہتمام میں ایک مقبرہ اپنے پیر کا اور ایک مکان اولادِ شیخ عبدالرزاق[2] کا اور تالاب پختہ اور شہر پناہ اور چند چاہ پختہ بنوائے۔ سنہ ۱۰۳۲ھ میں ان سب کی تعمیر

---

[1] حضرت شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق علوی القادری اپنے عہد کے بہت بڑے صاحبِ نسبت بزرگ، صوفی صافی اور عالم باعمل تھے۔ آپ شیخ احمد زاہد بن قاضی القضاۃ قاضی فاضل کے بیٹے حضرت شاہ اعظم خیالی کے مُرید و خلیفہ اور حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر تھے۔

[2] بڑا گھر یا محل کلاں: شاہ عبدالرزاق کے اہلِ خاندان کا رہائشی محل اور دیوان خانہ تھا۔ اس گھر کے تہ خانے سے حضرت شاہ العالمین کے مزارِ اقدس تک سُرنگ جاتی تھی جسے حافظ شوکت اور نسیم احمد صاحب علوی نے بھی اپنے بچپن میں دیکھا تھا۔ اب اس کے بعض تہ خانے منہدم ہو چکے ہیں بعض باقی ہیں۔ شاہ گھاسی دروازہ: یہ دروازہ شاہ غوث محمد صاحب کے لئے بیگم محمد شاہ بادشاہ نے بنوایا تھا جو اُن کی معتقد تھیں۔ یہ ایک بڑے محل کا دروازہ تھا۔ اس محل کے آثار اب بھی ملتے ہیں۔ ان کا مزار مسجد خواجہ مبارک کے احاطے میں موجود ہے۔ گول گھر: یہ ڈپٹی مہر سنگھ کی بنوائی ہوئی ایک بہت بڑی حویلی ہے۔ اس کے دروازوں میں جو لال پتھر لگا ہوا ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دہلی سے لایا گیا تھا۔

کا کام اختتام کو پہنچا۔ [۵۱]

جامع مسجد سکندر خان افغان نے سوریوں کے عہد میں تعمیر کرائی۔

---

[۵۱] یہ روضہ سنگِ سُرخ سے تعمیر ہوا ہے۔ گنبد بارہ ستونوں کے اوپر قائم ہے۔ ستونوں کے مابین کہیں سنگ اور کہیں مسالے کی بنی ہوئی نہایت نفیس اور نازک جالیاں ہیں۔ روضہ کے اندر گنبد میں مختلف رنگوں سے بہت خوبصورت اور قابلِ دید گل کاری کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بسم اللہ الرحمن الرحیم معہ آیت الکرسی پانچ مرتبہ بخط نسخ ابھرے ہوئے حروف کے ساتھ ایک پٹی کی صورت میں تحریر ہے۔ یہ سب تحریریں فنی اعتبار سے نہایت اعلیٰ ہیں۔ آیۃ الکرسی والے کتبات کے روبرو پہلا کتبہ کلمہ طیبہ اور دوسرا قل ہو اللہ کا ہے۔ اس ترتیب سے یہ سب کتبات سولہ ہیں۔ ان کتبات کے حروف مسالے کے ہیں جو اب بعض جگہ سے بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ روضہ کی اندرونی جنوبی دیوار پر ایک کتبہ بھی مسالے سے بنے حروف میں ہے اس کے حروف بھی خراب ہو چکے ہیں اور اب صاف پڑھے نہیں جاتے۔ پہلے سنہ تعمیر ۱۰۲۱ کے حروف موجود تھے اب گر چکے ہیں۔ گلکاری اور کتبات کا رنگ بھی اکثر جگہ سے خراب ہو گیا ہے۔ گنبد کے اوپر نیلے رنگ کا ٹائل لگا ہوا تھا۔ اسی نسبت سے یہ نیلا روضہ کہلاتا ہے لیکن اب یہ ٹائل کہیں کہیں باقی رہ گیا ہے۔ روضہ کے بالائی حصوں کو نیلے اور ہرے رنگ کے ٹائلوں سے سجایا گیا تھا۔ یہ بھی اب باقی نہیں ۔۔۔۔۔ روضہ سے ملحق عظیم الشان جامع مسجد کے بالائی اور اندرونی حصوں میں بھی ٹائلوں سے زینت کاری کا کام لیا گیا تھا۔ روضہ شریف میں داخل ہونے کے بعد پہلا مزار جمال العارفین حضرت بندگی شاہ محمد فرزند حضرتؒ، دوسرا مزار حضرت شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق علوی القادری نظامی قدس اللہ سرہٗ، تیسرا مزار ابوالفتح حضرت شاہ اکرم محمد رحمۃ اللہ علیہ (فرزند حضرتؒ)، چوتھا مزار حضرت شاہ افضل محمد قلندر قطبُ ابدال رحمۃ اللہ علیہ (فرزند حضرت) کا ہے۔

یہ چاروں مزارات سنگِ مرمر کے ہیں جن پر کلمہ اور آیاتِ قرآنی کندہ ہیں۔ یہ روضہ کے وسط میں ایک قطار میں ہیں۔ روضہ کا فرش سنگ مرمر، سنگ موسیٰ اور دیگر اقسام کے پتھروں کے ٹکڑوں سے مزین ہے۔ مگر اب بعض جگہ سے یہ سنگ پارے اکھڑ گئے ہیں۔ نیلا روضہ کے احاطہ میں جانب جنوب و مشرق سنگِ سرخ کا ایک دالان ہے۔ اس کا گنبد بغدادی ہے۔ اس دالان میں حضرت شاہ ندی محمد معروف ضیاء جمال محمدؒ

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

جھنجھانہ کی تاریخی مسجدیں

مسجد چشتی : یہ چھوٹی سی مسجد نیلے روضہ کے جنوب میں چند قدم کے فاصلے پر موجود ہے۔

(گزشتہ سے پیوستہ) اور حضرت شاہ محمد جیونؒ کے مزارات ہیں۔ یہ تینوں سنگ مرمر کے ہیں۔

روضہ شریف اور دیگر ملحقہ عمارات کے سنین تعمیر مندرجہ ذیل کتبات کے مادہ ہائے تاریخ سے ظاہر ہیں۔ پہلا کتبہ جو روضہ کے احاطہ کی مشرقی دیوار میں نصب ہے اس کے اشعار یہ ہیں:۔

زہے رفیع جنابے کہ عرش ہم قدر	ز نور ستہ معمور او بحیرانی
امام ملت عبد الرزاق شاہنشاہ	گلِ شگفتہ ز گلزار شاہِ جیلانی
بدورِ شاہ جہانگیر شاہ نورالدین	اساس یافت مسلّم تراز مسلمانی
بعہدِ شاہ مدنی خلاصۃ الابرار	چراغ بارگہِ دولتِ خداوانی
چو اعتقاد درست افگند زشیخ عمادؔ	بنائے مقبرۂ خاص شاہِ جھنجھانی
نظام کار سیم از شیخ ابو محمد یافت	عماد بارگہِ عزت الاعظمش خوانی

خرد بگفت بصادق بگو ز تاریخش

اساس پاک و مصفّا چو کعبۂ ثانی

۱۰ ھ ۲۹

اس کتبہ کے اشعار تقریباً وہی ہیں جو متذکرہ کتبہ اندرون روضہ شریف میں تحریر ہیں۔ معلوم ہوا کہ صرف عمارت روضۂ حضرت شاہ العالمین ۱۰۲۹ھ میں تعمیر ہوئی۔ دوسرا روضہ یعنی دالان اس کے بعد تعمیر ہوا۔ احاطہ کی پیشانی پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

بعہدِ حضرتِ شیخ مدنی ایں تعمیر	شدہ درست بصدقِ عمادؔ اہلِ صفا
چو جست عقل جمالِ محمدؐ ایں تاریخ	ز دل بگفت بنا گشت روضۂ زیبا

۱۰۳۱ ھ

تیسرا کتبہ جو روضۂ حضرت شاہ العالمین اور بیرونی احاطہ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد دروازۂ احاطہ کے دائیں طرف کندہ کرایا گیا یہ ہے۔

یا الٰہ العالمین

تاریخ روضۂ متبرکہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

اس کے سامنے حضرت چشتی کا مزار ہے جن کے نام کی مناسبت سے یہ مسجد چشتی مسجد کہلاتی ہے۔ اس مزار کے نشانات اب باقی نہیں، لیکن حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائم امدادیہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس مسجد کے اندر جانب شمال

(گزشتہ سے پیوستہ)

مشکوٰت فیہا مصابیح
۴۳ ۴ ۱۰

قایلہ جمال محمد بن مدنی محمد

متذکرہ بالا جملہ حضرات کے اصل مزارات تہ خانہ میں ہیں، لیکن تہ خانہ کا راستہ اب بند کر دیا گیا۔ تہ خانہ تک جانے کے لئے دوسرا راستہ حضرت شاہ مدنیؒ کے محل سے روضہ شریف تک ایک سُرنگ کے ذریعہ تھا۔ اب اس محل کے منہدم ہو جانے سے سرنگ بند ہو گئی۔

مزارات سجادگان: جامع مسجد اور نیلا روضہ کے بڑے احاطہ کے اندر شمالاً و شرقاً وضو خانے کے سامنے چبوترے پر چند پختہ مزار ہیں جو بوسیدہ و شکستہ حالت میں ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں اور بھی مزارات تھے لیکن وہ معدوم ہو چکے۔ ان اصحاب قبور کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

مشرق سے مغرب پہلی قطار میں۔ (۱) حضرت شاہ فتح محمدؒ (۲) حضرت شاہ نور الزمانؒ (۳) حضرت شاہ محمد حیاتؒ (۴) حضرت شاہ قلندر بخشؒ (۵) حضرت شاہ مکرم محمد (۶) حضرت شاہ محمود بخشؒ (۷) حضرت شاہ علی نواز عرف منیر شاہؒ۔

مشرق سے مغرب دوسری قطار: (۱) حضرت شاہ احمد اللہؒ (۲) حضرت شاہ فضل حقؒ (۳) حضرت شاہ عبدالحقؒ (۴) حضرت شاہ نہال احمدؒ۔ زیرِ دیوار روضہ شریف (جنوب میں) قبہ حضرت شاہ اشفاق حسینؒ۔

جامع مسجد نیلا روضہ اور متعلقہ عمارات محکمہ آثارِ قدیمہ کے تحت ہیں۔ محکمہ مذکور کی طرف سے ان کی مرمت بھی ہوتی رہتی ہے۔ مگر گنبد کے اندر نقش و نگار اور تحریرات کی درستی نہیں ہو سکی۔ اس حسن کا دوبارہ بحال کرنا ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے روز بروز ان کی خوبصورتی معدوم ہوتی جا رہی ہے۔

(مزار حضرت شیخ شہاب الدین روشن چراغ، جھنجھانویؒ متوفی ۸۶۲ھ

خلیفہ حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتیؒ

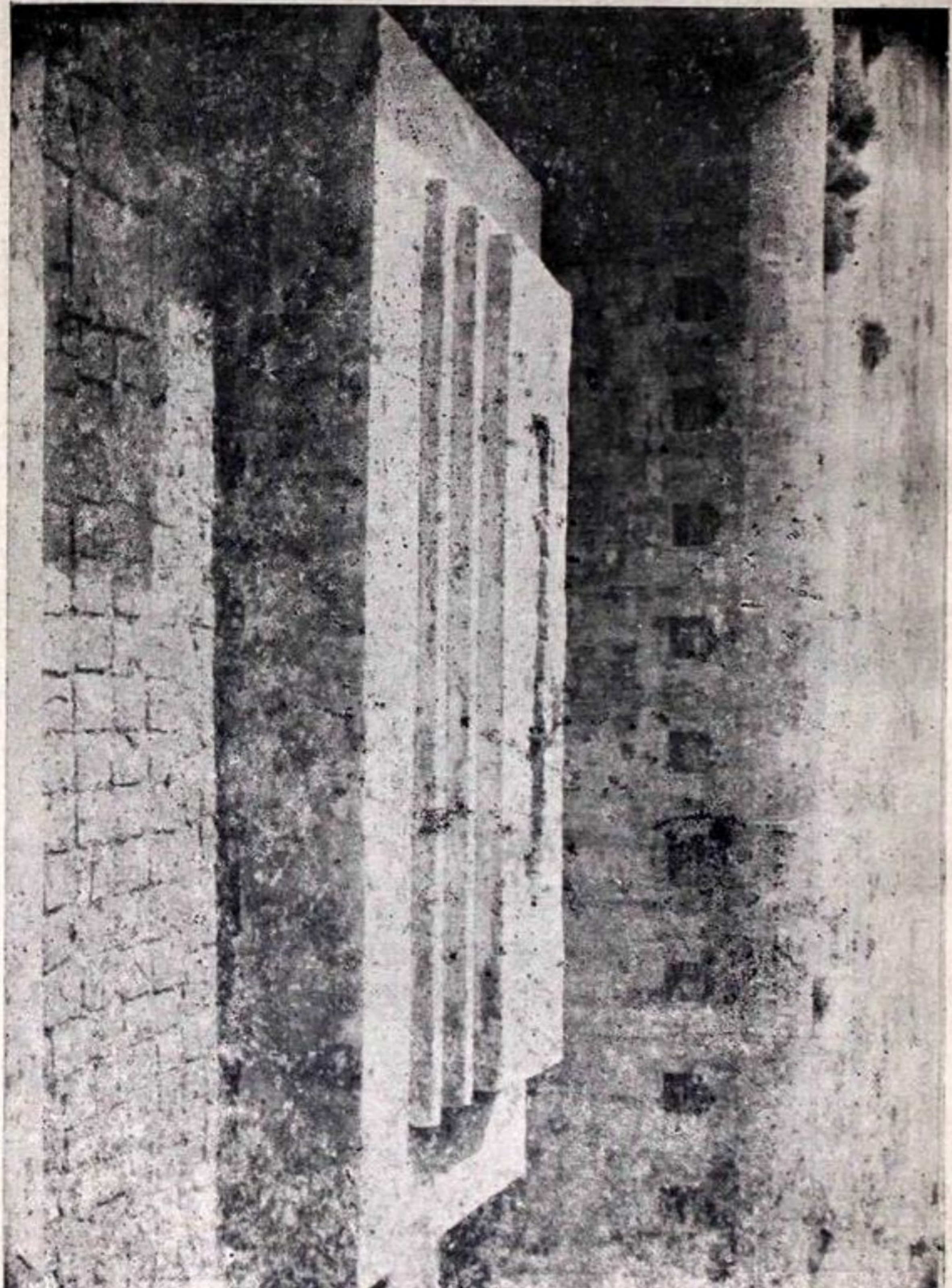

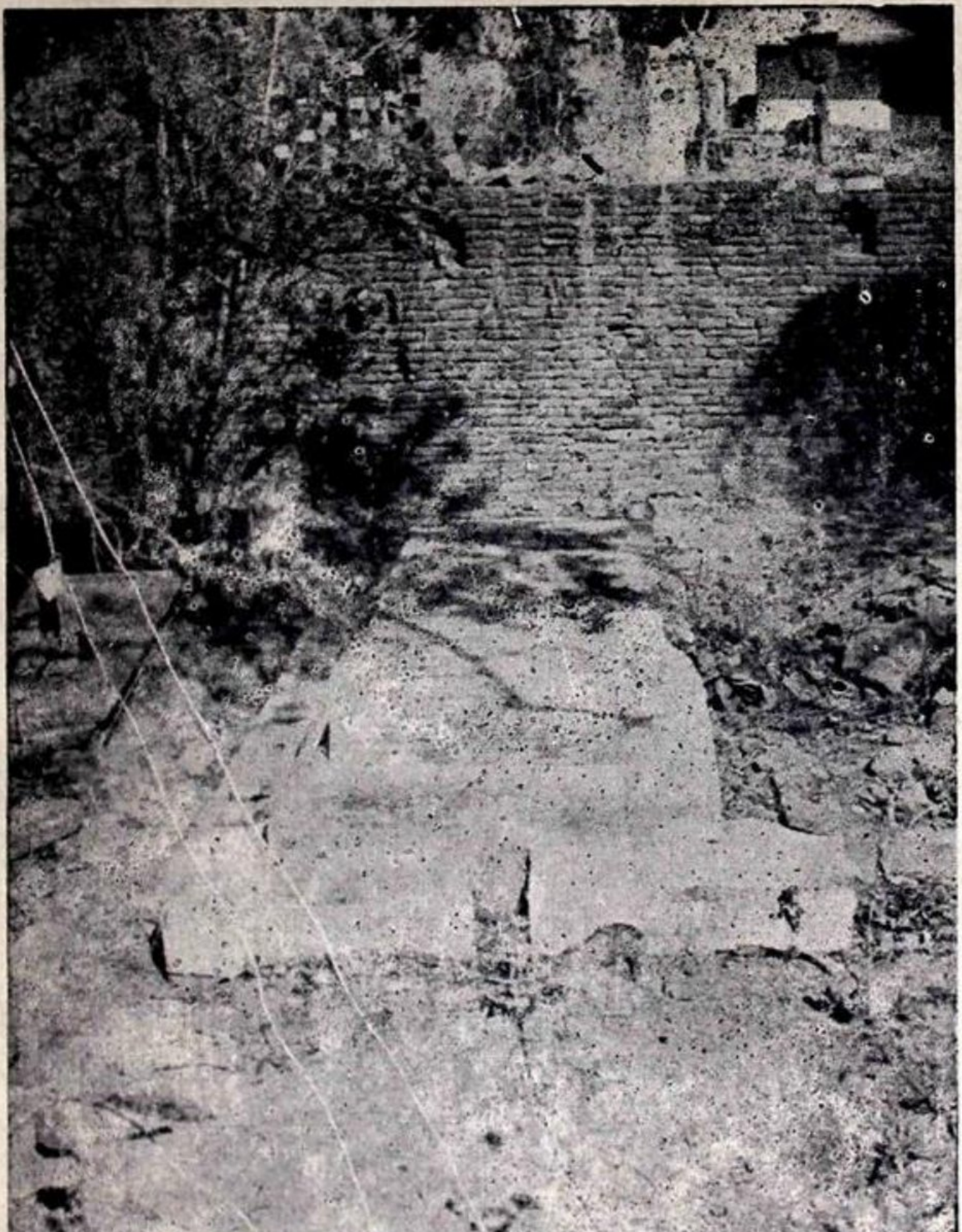

مزار حضرت شاہ مبارکؒ المعروف پیر بالا دست جھنجھانہ

وہ حجرہ ہے جہاں حضرت میاں جیو نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عبادت فرماتے تھے۔[۱]

مسجد شاہ مبارک: اس کی مناسبت سے جہاں یہ مسجد واقع ہے وہ محلہ بھی شاہ مبارک کہلاتا ہے حضرت شاہ مبارک شاہ العالمین کے برادر عم ہونے کے علاوہ دودھ شریک بھائی بھی تھے۔ اسی کے ساتھ حضرت شیخ علی قوام کے مرید و خلیفہ تھے۔

گزٹیر مذکور کی ترتیب کے وقت قصبہ کے قابل ذکر افراد و اشخاص یہ تھے۔

قصبہ کے روادار لوگوں میں نواب ہیٹری خاں کی اولاد میں سے شیخ عبدالحکیم و شیخ الٰہی بخش ہیں۔ سید رحمت علی ولد سید نوازش علی خیر خواہ سرکار ہیں اور شاہ محمود بخش ولد شیخ غلام امام سجادہ نشین شیخ عبدالرزاق اور کرم شیر خاں ولد میر داد خاں اولاد بادل خاں افغان اورک زئی اور لالہ سروپ لال ولد لالہ ہرحس رائے ڈپٹی مہر سنگھ ڈپٹی بندوبست ولد لالہ بسکرن داس اور پنڈت براگ دت ولد بینی دت وغیرہ تھے۔

---

[۱] اس مسجد کے دروازے میں وہ سیاہ پتھر ہنوز لگا ہوا ہے اور سنگ قدم کا کام دیتا ہے جس کے متعلق یہ روایت ہے کہ حضرت شاہ العالمینؒ کی ایک کرامت کے زیر اثر اس کا ایک حصہ سونے کا ہو گیا تھا جس پر ایک سنار نے اسے چرا لیا اور وہ حصہ اس میں سے تراش لیا۔ جب یہ خبر حضرت کو پہنچی تو آپ نے ہنس کر فرمایا کہ ان نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ سونا کیا ہے اور پتھر کیا ہے اس پر وہ سونا پتھر ہو گیا۔ سنار خدمت میں حاضر ہوا۔ معافی چاہی اور پتھر اپنی جگہ آ گیا مگر اس میں تراش کا نشان باقی رہا۔

کیرانہ

کیرانہ ضلع مظفر نگر کے قدیم تاریخی قصبات میں سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قصبہ کورو پانڈو کے زمانے کی یادگار ہے اور پانڈو کے بھائی مہادانی راجہ کرن کا آباد کیا ہوا ہے اور اس کے قریب "کھاس" نام سے جو خوبصورت ہلالی شکل کی جھیل پائی جاتی ہے اس کے کنارے راجہ کرن کی گڑھی تھی۔

کتاب الشہادت میں کیرانہ کے راجہ کا جو نام دیا گیا ہے وہ بھی کرن پال دت ہے اور اس کے بارے میں مظفر نگر گزیٹیر متعلقہ بڈھانہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ راجہ جھنجھانہ کا خالہ زاد بھائی تھا۔ اس کتاب کی روایت کے مطابق مجاہدین نے کرنال، جھنجھانہ، بنت اور اس کے بعد بڈھانہ پہنچ کر جنگ کی۔ کیرانہ کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے ہاں کیرانہ کا راجہ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ جھنجھانہ کی سرزمین پر ہونے والے بڑے معرکے میں شریک تھا وہ میدانِ جنگ سے واپس نہیں گیا کہ مجاہدین اس کا تعاقب کرتے اور کیرانہ کی طرف رُخ کرنے کی نوبت آتی۔ کیرانہ کے اس راجہ کا راج محل کہاں تھا۔ اب یہ پتہ چلانا دشوار ہے۔ ہاں اس کے بارے میں بعض بڑے بوڑھوں سے یہ سننے میں آیا ہے کہ جھنجھانہ کی طرف جانے والی سڑک کے مشرقی کنارے سے کچھ فاصلے پر جہاں کیرانہ کی آبادی ختم ہوتی ہے وہاں ایک بہت بڑا سا ٹیلہ تھا اور جس کے آثار اب بھی باقی ہیں، اس جگہ کسی راجہ کا قلعہ بھی تھا۔ کاغذات بندوبست ۱۸۶۲ء میں اسے قلعہ سرکار لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ جھنجھانہ کے مماثل تو نہیں پھر بھی اس علاقے کے کئی قدیم قصبات کی طرح کیرانہ کا

وسطی حصّہ بھی اچھی خاصی بلندی پر واقع ہے۔ سب سے زیادہ بلند اور مرکزی حصّے میں کیرانہ کی جامع مسجد واقع ہے۔ جس کی تعمیر نو چھٹی ہجری کے وسط میں کی گئی تھی۔ کیرانہ کے مشرق میں ایک سڑک اُدنچے گاؤں ہوتی ہوئی کاندھلہ پہنچتی ہے۔ شمال مشرق کی طرف سے ایک سڑک شاملی سے گزرتی ہے اور اسی کے متوازی شمال مغرب کی سمت سے ایک سڑک نکل کر بھورا ہوتی ہوئی جھنجھانہ کو جاتی ہے۔ کیرانہ کے مغرب میں دریائے جمنا بہتا ہے اور مغربی یوپی کو قدیم پنجاب اور موجودہ ہریانہ سے الگ کرتا ہے۔

راجہ کی شکست کے بعد مجاہدین نے اس علاقے سے کوئی تعارض نہیں کیا۔ اپنے دوسرے مفتوحہ علاقوں پر بھی وہ کوئی حکومت قائم نہ کرسکے۔ سلطان محمد غوری کے زمانے میں بحرالابرار کی روایت کے مطابق شاہ ابوسعید علوی الرازی بن احمد رازی علاقہ کیچ مقران (عراق) سے یہاں آکر آباد ہوئے۔ گوجروں اور دوسری قوموں کی آبادی یہاں اس سے پہلے سے ہوگی۔ حضرت شیخ الاسلام شیخ ابوسعید اپنے وطن مالوف سے ہجرت فرماکر پہلے دہلی آئے۔ وہاں سے قصبہ کیرانہ (ضلع مظفرنگر) میں آکر اقامت گزیں ہوئے۔ آپ کے علم وفضل کی شہرت دربارِ شاہی کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ دربارِ سلطانی تک آپ کی رسائی ہوئی۔ جب بادشاہ نے آپ کو علم وعمل دونوں کے اعتبار سے ثابت وراسخ دیکھا تو اعزاز واکرام مالاکلام سے پیش آیا۔ خطاب شیخ سے سرفراز کیا اور تمام اہلِ اسلام کے منصبِ صدارت کو ان کے اختیارِ دیانت آثار میں دیا اور تبلیغ دین کا کام آپ کے سپرد ہوا۔ آپ نے بڑے اعزاز واحترام کے ساتھ اپنی عمر بسر کی اور بعد وفات کیرانہ میں مدفون ہوئے۔ شیخ الاسلام شیخ ابوسعید اور ان کے اہلِ خاندان حضرت امام صاحب کی درگاہ کے متولی رہے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے میر کمال الدین دانشور اپنے والد کی جگہ

مسندِ تبلیغ وارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپ ایک معلّم، ایک فقیہ اور ایک مبلّغ کی حیثیت سے اپنے مراتب و مدارج میں اپنے والدِ بزرگوار سے بھی بڑھ گئے۔

آپ کے بعد شیخ نور بخش اور بعدازاں شیخ عبدالعزیز سجّادہ نشین تبلیغ وارشاد ہوئے شیخ عبدالعزیز بن نور بخش نے تلاشِ حق اور طلبِ کمال میں مختلف مقامات کا سفر کیا۔ قصبہ بڈولی کے مشرقی حصّہ میں وفات پائی۔ اس کے بعد ان کے پوتے قاضی القضاۃ قاضی فاضل نے مسندِ رُشد و ہدایت کو زینت بخشی۔

سلطان بہلول لودھی کے ابتدائے عہد میں آپ کو نو پرگنوں کا قاضی بنایا گیا۔ پرگنہ کیرانہ، پرگنہ جھنجھانہ، پرگنہ بڈولی، پرگنہ گنگوہ، پرگنہ لکھنوتی، پرگنہ تھانہ بھون، پرگنہ ٹانڈہ، پرگنہ چھرولی اور پرگنہ کاندھلہ۔ قاضی صاحب مقامی گوجروں سے اختلاف کی وجہ سے جھنجھانہ جاکر آباد ہو گئے تھے۔[1]

کیرانہ کی تاریخ کا زرّیں دَور مغل عہد کے زرّیں زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ قصبہ اسی عہد میں نواب مقرب خاں اور ان کے خاندان کی جاگیر اور جائے رہائش رہا ہے۔ نواب مقرب حضرت جلال الدین کبیرالاولیاء پانی پتی کی اولاد میں سے تھے۔ نواب صاحب کا خاندان بابر و ہمایوں کے وقت سے مغل دربار سے وابستہ تھا۔ ان کے والد حکیم بینا معتمد شاہی اور دربارِ اکبری کے طبیبِ خاص تھے۔

نواب مقرب خاں کا اصلی نام محمد حسن تھا۔ شاہی دربار سے اُن کو مقرب خاں کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ اُن کو شیخ حسنو بھی کہا جاتا تھا۔ اوائلِ عمر سے اکبر کے پاس رہے۔ تعلیم و تربیت نہایت اچھے ڈھنگ سے ہوئی۔ جہانگیر زمانہ شہزادگی سے ان پر

---

[1] صحائفِ معرفت ترجمہ راقم الحروف ص ۲۱ - ۲۰

نگاہِ تلطف خاص رکھتا تھا۔ چنانچہ جب دربارِ شاہی سے جہانگیر کو بڑے منصب پر ترقی دی گئی تو اُس نے پہلے شیخ حستو کو منصب عطا کیا۔ جس کا ذکر صاحب ماثرالامراء نے ان الفاظ میں کیا ہے :۔

"شیخ حستو از صغر سن در خدمت جنّت مکانی تربیت یافتہ شگرف پرستاریہا بہ تقدیم رسانید چنانچہ جہانگیر بادشاہ می گفت ہم چوں شیخ حستو خدمت گارے کم بادشاہے داشتہ باشد در ایام شہزادگی ہر چند شاہزادہ مبالغہ می کرد چیزے از سرکار شاہی نمی گرفت پس ازاں کہ منصب شہزادہ افزودہ شد اول کسے راکہ بہ منصب امتیاز بخشید او بود۔۔۔ بعد جلوس بہ خطاب مقرب خانی و منصب پنج ہزاری بلند مرتبہ گردید۔"[1]

جہانگیر مہماتِ سلطنت اور دوسرے امور میں نواب مقرب خاں کو اپنا معتمدِ خاص اور یار وفادار سمجھتا تھا اور وہ بھی ہمیشہ جہانگیر کے یارِ وفادار رہے چنانچہ جہانگیر اپنی تزک میں لکھتا ہے

"شیخ حسن پسر شیخ بہینا کہ از اوان طفولیت تا امروز ہمیشہ در ملازمت و خدمت من بودہ در ایامِ شہزادگی بخطاب مقرب خانی سر بلندی داشت در خدمتِ بسیار چست و چالاک بود در شکار یا پیادہ و در جلوئے من راہ ہائے دور را قطع می کرد و تفنگ را خوب می انداز د۔۔۔ بعد از جلوس بنا بر کمال اعتمادے کہ بہ او داشتم بخدمت آوردن فرزندان و متعلقان برادرم دانیال بہ برہان پور فرستادم و بخانِ خانان سخن ہائے پست و بلند و نصائح سود مند پیغام دادم مقرب خاں ایں خدمت۔

[1] آثار رحمت صفحہ ۸۰ بحوالہ ماثرالامرا۔

در اندک مدت بتقدیم رسانید۔"[۹۱]

نواب مقرب خان کو جہانگیر نے گجرات، بہار اور دہلی کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا اور اپنے اقران و امثال میں امتیاز بخشا۔ نواب صاحب کی امارت و دولت اور اُن کے مزاج کی نفاست و شائستگی کا اندازہ اُن کے لگائے ہوئے نفیس باغات اور اُن کی بنائی ہوئی حسین و پرشکوہ عمارات سے ہوتا ہے جن کے کھنڈر اور آثارِ باقیہ آج بھی ان کے عہدِ عظمت کی داستان سُنا رہے ہیں۔

نواب صاحب کا باغ نولکھا باغ کہلاتا تھا۔ اس میں ہزاروں نہیں شاید لاکھوں درخت اور پیڑ پودے تھے اور تین سو کنوؤں سے اس کی سینچائی اور اس کے چمنستانوں کی آبیاری ہوتی تھی۔ اس باغ کے گرد پختہ دیواریں تھیں۔ اس کا رقبہ ایک سو چالیس بیگہ تھا۔ صرف سرو کے درخت اس باغ میں تین سو تھے۔ جہانگیر اس باغ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تزک میں لکھتا ہے:۔

"بست و یکم بہ پرگنہ کیرانہ نزولِ سعادت اتفاق افتاد پرگنہ مذکور وطن مالوف مقرب خان است آب و ہوایش معتدل و زمینش قابل مقرب خاں درآں جا باغات و عمارات ساختہ چوں مکرر تعریف باغ او بعرض رسیدہ بود خاطر را بسیر آں رغبت افزود روز شنبہ بست و دوم با اہل حرم از سیر آں باغ محظوظ گشتم بے تکلف باغیست بغایت عالی و دلنشین آنچہ دیوار پختہ بہ دور آں برکشیدہ وخیابانہا فرش بستہ یکصد و چہل بیگہ است و درمیانِ باغ حوضے ساختہ است طول و دو بیست و بست

---

[۹۱] آثارِ رحمت ص ۸۲ بحوالہ تزک جہانگیری (جلوس اول) ص ۱۳

درع درمیاں حوض صفۂ ماہتابی بیست ودو درع و ہمہ درختہائے
گرم سیری وسردسیری نیست کہ دراں باغ نہ باشد از درختہائے میوہ دار
کہ درولایت میشود حتی نہال پستہ ہم سبز شدہ است سروہائے خوش قد
باندام دیدہ کہ تاحال بایں خوبی ولطافت سروے بنظر نیامدہ فرمودم
کہ سروہا را بشمار ندسہ صد درخت بشمار درآمد در اطراف حوض عمارات
مناسب اساس یافتہ[1]

جب جہانگیر کے بعد شاہجہاں بادشاہ سریر آرائے سلطنت ہوا تو نواب مقرب خاں حکیم مسیح الزماں کے ساتھ لاہور سے آگرہ آئے۔ کورنش کا شرف حاصل ہوا۔ بادشاہ نے اُن کو خلعتِ خاص عنایت کیا۔ چونکہ نواب مقرب خاں اب بوڑھے ہو چکے تھے اِس لئے اُن کو ملازمت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا گیا۔ کیرانہ کی جاگیر بحال رہی جس کی آمدنی اس وقت ایک لاکھ روپے سال تھی۔ نواب صاحب کے خاندان میں کافی زمانے تک دولت وثروت باقی رہی مگر زمانے کے ساتھ ساتھ یہ ڈھلتا ہوا سورج بالآخر وقت کی تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ باغ کا تو ایک ایک پتّہ وقت کی خزاں کے نذر ہوگیا۔ حوض (تالاب) اس کے وسط کا صُفۂ ماہتابی، اس کے کناروں پر بنی ہوئی ایک دو بیر گاہیں، نواب صاحب اوران کے خاندان کے محلات کے عظیم دروازے اور بعض دوسرے امراء کی حویلیوں اور محلوں کے بچے کھچے آثار اب بھی کیرانہ میں موجود ہیں۔ (یہاں یہ کہتے ہوئے دُکھ ہوتا ہے کہ محکمۂ آثارِ قدیمہ نے ہنوز ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی)

---

[1] آثارِ رحمت ص ۸۰ (بحوالہ تزک جہانگیری جشن چہاردہم ص ۲۸۳)

کیرانہ کی تاریخی مسجدیں

کیرانہ میں بہت سی تاریخی مسجدیں موجود ہیں۔ سب سے بڑی مسجد جامع مسجد ہے جس کے کتبات حسب ذیل ہیں[1]

مسجد کے دروازے کی پیشانی پر قرآنِ پاک کی یہ آیت بصورت کتبہ کندہ ہے۔

انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ واقام الصلوٰۃ

واٰتوا الزکوٰۃ والمؤفون بعھدھم اذا عٰھدوا

عمارت مسجد کی وسطی محراب پر ایک مستطیل نما بڑا سا کتبہ موجود ہے جس کے حروف مسالے میں ابھارے گئے ہیں۔ زمین سیاہ اور حروف سفید ہیں اور خط جلی ہے جو نستعلیق کا بہت عمدہ نمونہ ہے :-

مسجدِ جامع بہتر از اوّل — باز تیار شد ز فضل خدا
بانی اش قاضی امین الدین — معدنِ علم و بحرِ جود و سخا
دمبدم بر خلوصِ نیت او — باواز غیب صد ہزار جزا
سال تاریخ او حسن گفتہ — کعبۂ را خلیل کردہ بنا
۱۲۵۰

اس سے اوپر مربع شکل میں ایک اور کتبہ نصب ہے۔

مسجدِ جامع کہ بد تعمیر اکبر بادشاہ — منہدم شد بعد مدت باز تقدیر الٰہ
باز شد تیار از فضلِ خداوندِ مجید — در ہزار و دو صد و پنجاہ با صدعز و جاہ

---

[1] اسی مسجد کے دروازے سے متصل مکتبِ قرآن میں راقم الحروف نے حافظ ہدایت اللہ صاحب سے قرآن پاک حفظ پڑھا تھا۔ حافظ صاحب یہاں اب بھی پڑھاتے ہیں۔

باعثِ تعمیر او شد قاضی فرخندہ خو — منصفِ دوراں امین الدین عالی دستگاہ
گفت ہاتف سال تاریخ بنایش از سخن — باخدا ایں جابملہ عالم راہمیشہ سجدہ گاہ

۱۲ ھ ۵۰

عمارتِ مسجد کی دائیں محراب پر قرآن پاک کی یہ آیت ہے۔

لَمَسجِدٌ اُسِّسَ علے التقوٰے مِن اوّلِ یومٍ احقُّ ان تقوم فیہِ واللہُ یُحِبُّ المُطّہِرین۔

اس کے مقابل بائیں محراب کلامِ الٰہی کی اس آیت سے مزیّن ہے۔

قُل یاعبادی الّذین اُسرفوا علے انفسھم لا تقنطوا مِن الرحمۃ اللہ انّ اللہ یغفر الذّنوب جمیعا انّہٗ ھُو الغفور الرحیم۔

یہ مسجد جیسا کہ مذکورہ کتبہ سے ظاہر ہے اکبر کے زمانے میں بنائی گئی تھی۔ اِس پر اس کتبے سے بھی روشنی پڑتی ہے جو مسجد کے اندر صدری محراب کے اوپر ہے۔

شد بہ دورِ اکبرِ غازی در اکنافِ جہاں — زیں مساجد بے شمار و دیں بسے عالی مقام
گشت باعث ایں بنا را حضرتِ عفت مآب — لیک شد از ہمتِ خواجہ ضیاء الدین تمام

۹۹۰ ھ

ایک چھوٹا سا کتبہ صرف اس ایک شعر پر مشتمل ہے:۔

کرد چوں قاضی امین الدین مسجد را بنا
بے عدد یا یافتم تاریخ او خانہ خدا

۱۲ ھ ۵۰

یہاں کی سب سے قدیم مسجد محلہ نواب دروازہ کے قریب ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے مگر اس کی پیشانی پر ایک بہت بڑا کتبہ لگا ہوا ہے جو اس کی

قدامت اور اس کی تاریخِ بنا کی طرح اہم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ — اللہ کافی

بنا هذا المسجد فی زمن امیر المؤمنین کهف الاسلام

سلطان اسلام خاں بن شیر شاہ۔

اللہ کافی اللہ حق حق حق اللہ اللہ

ولعمرۂ شیخ هارون بن شیخ حاجی خرمی لا یبتغا

مرضات اللہ۔ فی سنہ ثمان وخمسین وتسع مایتهٖ

۹۵۸ھ

کتبہ عبداللہ بن عبدالعزیز قصبہ کیرانہ

اسی کے قریب ایک اور قدیم مسجد مسجد محلہ افغانان ہے جس کی لوحِ پیشانی پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

بدورِ شہنشاہِ شاہجہاں — کہ زیبد ورا نامِ صاحب قرآں
چنیں مسجدِ عالیِ دل فریب — بعونِ خدا کرد شیخ نصیب
چو لزمی بدل خواست سالش قریب — بروں آمد از نامِ شیخ نصیب

۱۰۷۲ھ

دربار کی تاریخی مسجد کی پیشانی پر یہ کتبہ منقش ہے

بانی ایں مسجد صاحب سلطان والدہ شیخ محمد فضیل۔ در سن الف و سبع و خمسین

۱۰۵۷ھ

مسجد بنا ساختہ۔

"مزید فرش و روغن چراغ و فراشی وغیرہ از حاصل چاہ کنہاں محمود پور متوازی شصت و ہشت بیگہ پختہ کہ از خرید است و شش دکان در وجہ معیشت خدمہ ا نمود، واگر کسے ازیں محصول غیر از مسجد صرف کند بے صرفہ حرام است"۔[19]

ایک اور تاریخی مسجد محلہ خیل کلاں میں ہے جس کا کتبہ حسب ذیل ہے۔

شد بعصرِ بادشاہ ثانی صاحب قرآں
مسجدِ عالی بحکم بانوئے عصمت مآب۔
مریم عہد ست او ہم رابعہ بصری وقت
ذکرِ حق را شغل وارد امر دینی را کتاب
سال تاریخ بنایش جست چوں احمد ز دل
دل نشانش داد زبیدہ وقتی عفت ایاب

قصبہ کے شمال مشرقی گوشہ میں ایک اور چھوٹی سی تاریخی مسجد ملتی ہے جو ہسپتال سے متصل ہے۔ اُس کا کتبہ یہ ہے۔

اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بدورِ شہنشاہِ اورنگ زیب — کزو شد جہاں گلشنِ دلفریب
بنا یافت ایں مسجدِ دل پذیر — ز بھورائے فرزند جتا فقیر
بتاریخ آں دل چوں رزمی گماشت — چہ خوش قبلہ گاہے ز دل برنگاشت

۱۰ ھ ۸ ۵

ان کے قریب ایک مسجد مسجد قدم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہلاتی ہے اس کا کتبہ سنہ ۱۱۲۷ ہجری کی نشان دہی کرتا ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ابوبکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ

فقیر فتح محمد نمود این تعمیر سنہ ۱۱۲۷ھ

عہدِ شیر شاہ میں بنی ہوئی مسجد کے کتبہ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے جس کا خط پختہ نسخ ہے ان تمام مسجدوں میں جو کتبات لگے ہوئے ہیں ان کا خط نستعلیق ہے۔[1]

---

[1] محلہ کایستھ واڑہ کی ایک اور قدیم مسجد کی تعمیر نو کے وقت یہ کتبہ لگایا گیا۔

کہنہ بود این مسجد آہنگراں از باستاں — منکسر محراب و در شکستہ یکسر آستاں
تاجر دہلی کریم النفس و محمودِ زمن — دیندار و متقی مقبولِ ایزد بوالحسن
از زر خود از سر نو کرد تعمیرش جدید — بہترین و عمدہ از سابق عمارت شد پدید
مہتمم شد شیخ علی بخش از پئے تعمیر آں — بود ہجری سیزدہ صد شانزدہ سال رواں
۱۳۱۶ھ

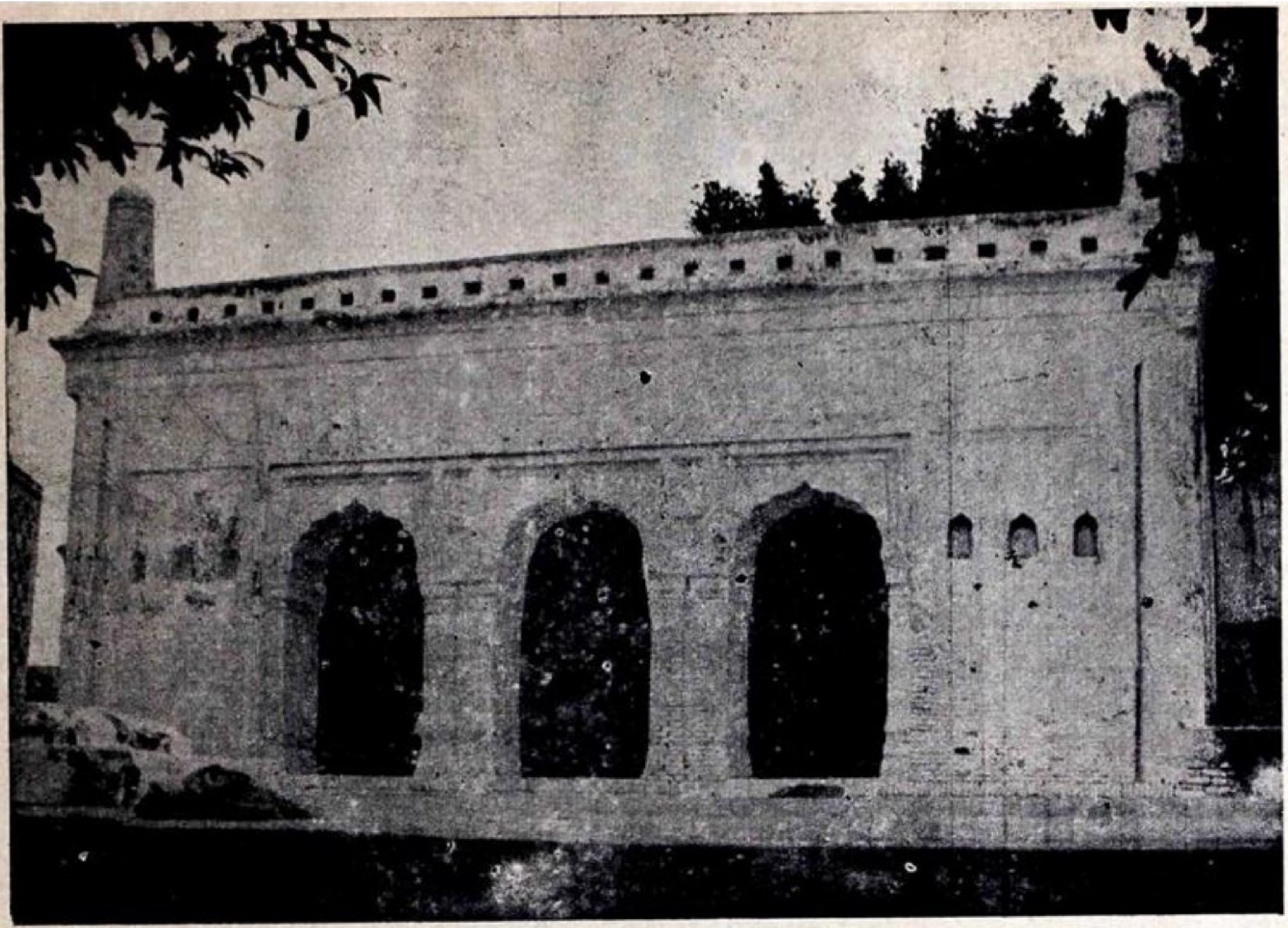

مزار حضرت امام سید محمود شہیدؒ قصبہ بنت

سہ دری درگاہ حضرت امام سیّد محمود شہیدؒ قصبہ بنت

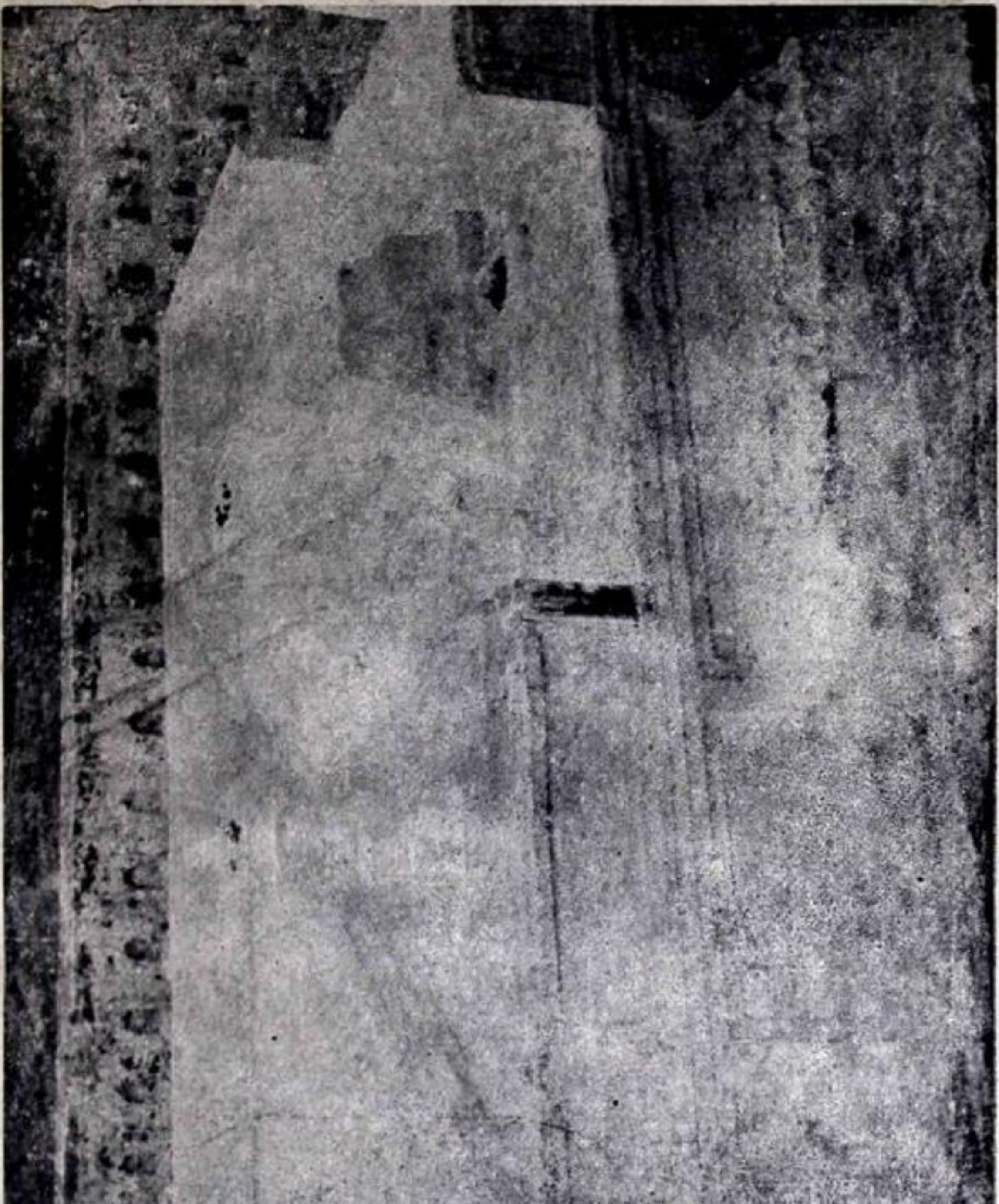

بنت

یہ قصبہ کرشنی ندی کے کنارے آباد ہے۔ مظفر نگر سے اس کا فاصلہ اکیس میل اور شاملی سے دو میل ہے۔ بنت کے غرب میں ایک سڑک مظفر نگر کو جاتی ہے اور اس کے راستے میں کرڑی اور گوہرنی نام کے گاؤں ہیں۔ جنوب میں جھال اور ساجرا سینا اور شاملی ہیں۔ شمال میں ایک گہسر گاؤں جلال پور اور سکہ کو جاتی ہے۔ قصبہ ہذا کے مشرق میں کرشنی ندی ہے، جس کا پانی برسات میں کچھ رقبہ کو زیر آب کر دیتا ہے۔ اس کے ماسوا فتحپور گوہرنو پور وگڈانہ گاؤں ہیں۔ یہاں کی زمین بہت زرخیز ہے۔ سنہ ۱۸۲۷ء میں قصبہ کی آبادی ۴۲۸۳، اور سنہ ۱۸۴۷ء میں ۴۷۹۶ تھی۔ آخری مردم شماری ۱۸۵۷ء میں آبادی ۴۹۳۸ رہی۔ زیادہ تعداد ہندوؤں کی ہے۔ قصبہ کے رودار لوگوں میں سید تراب علی ولد رمضان علی و سیّد محمود علی ولد سیّد احمد علی و اللہ دیئے خاں ولد سبحان خاں و چودھری رام سرن ولد چودھری ہرسرن رائے ہیں۔

.... درگاہ (سید امام محمود شہید سبزواری) کے نگراں سیّد تراب علی ہیں، جو یہاں دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ امام صاحب کا مزار باہتمام شیر خاں افغان سیّد میراں نے سنہ ۹[illegible] ہجری میں بحکم سلطانی بنوایا اور احاطہ و مسجد و صحن و فرش و چاہ پختہ و حجرہ جات دروازہ وغیرہ باہتمام سیّد حسین پوتے سید میراں بہ کوشش شیخ عبدالستار سنہ ۹۰۱ ہجری میں بنا۔ اس درگاہ کا سالانہ عرس ۱۱ محرم کو شروع اور ۱۲ محرم کو ختم ہو جاتا ہے۔ یہ میلہ عرس بہت دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ ہزاروں آدمی دُور دُور سے آکر شریک ہوتے ہیں۔ یہاں کا محل پنجیدرہ بہت مشہور ہے۔ (مظفر نگر گزیٹیر متعلقہ)

بڈھانہ

قصبہ بڈھانہ ہنڈن ندی کے کنارے پر آباد ہے۔ اس کا فاصلہ مظفرنگر سے ۲۴ میل ہے۔ قصبہ کے شمال میں ایک سڑک مظفرنگر اور ایک شاہ پور کو ہوتی ہوئی جاتی ہے۔ اس پر گاؤں شکار پور، عمر پور، شوروں اور بلاڑی ہیں۔ جنوب میں کرتھل وغیرہ ہیں۔ قصبہ کے مشرق میں ہنڈن ندی بہتی ہے (اس کے پانی کی وجہ سے برسات میں بہت سا رقبہ زیرِ آب ہوجاتا ہے) اور جندیڑی اور بنگہ گاؤں ہیں۔ غرب میں گڑھی سخاوت، دچولہ وحبیب پور ولوئی سرائے ونیمہ کھڑی اور پرسولی ہے۔ یہاں کے رودار لوگوں میں اس وقت صوفی رفیع الدین ولد حمید الدین وسید مردان علی ولد رمضان علی ولالہ رائے شنکر داس ولالہ ہرسرن داس ہیں۔ قصبہ کی آبادی زیادہ تر اہلِ ہنود کی ہے۔ اس قصبہ کی آبادی ۱۸۲۷ء میں ۷۶۹۳، ۱۸۴۷ء میں ۸۴۶۱، اور ۱۸۵۷ء کی مردم شماری میں ۸۶۹۱ تھی۔

قصبہ کے غرب میں پرانے زمانے کی ایک درگاہ امام صاحب کی ہے جس کا رقبہ ۵۴ بیگہ پختہ ہے جس میں آدھا قبرستان سے گھرا ہوا ہے۔ ان کا میلہ بہت دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ ۱۴ محرم سے شروع ہوکر پندرہ محرم کو ختم ہوجاتا ہے۔ ان کی تاریخ شہادت ۱۲ محرم ہے۔

قصبہ کے شمال میں ایک پرانی درگاہ سید رکن الدین ابوالفتح کی ہے جو شاہ ولایت کے نام سے مشہور ہے۔ اسی احاطے میں ایک مزار سید امام موسیٰ زاہدی کا ہے۔ ان کا بھی میلہ عرس بہت دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ یہ عرس ۱۴ محرم کو

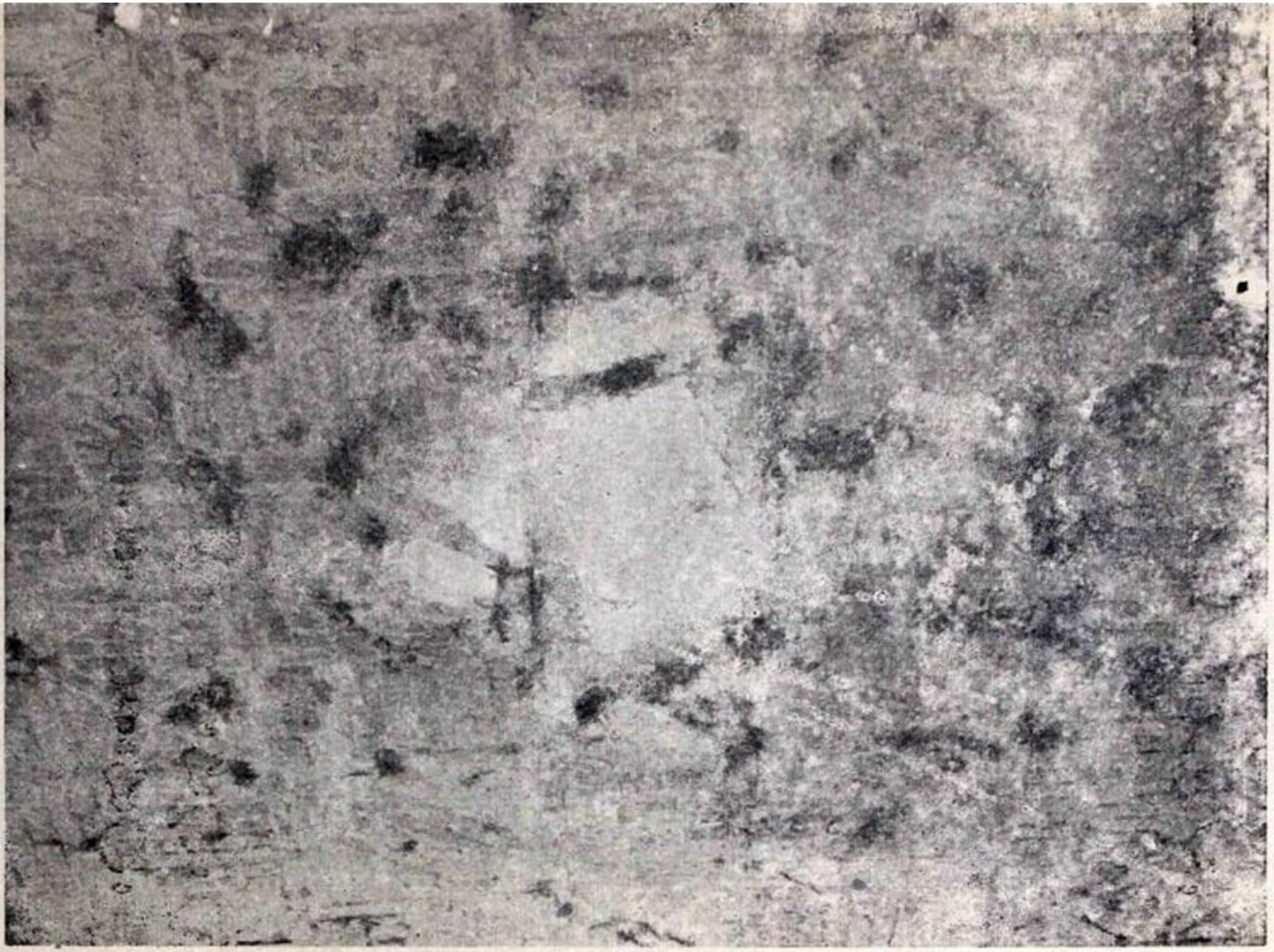

نشان قبر کبوتر نامہ بر اندرون روضہ حضرت شاہ ولایتؒ۔ ڈھانہ

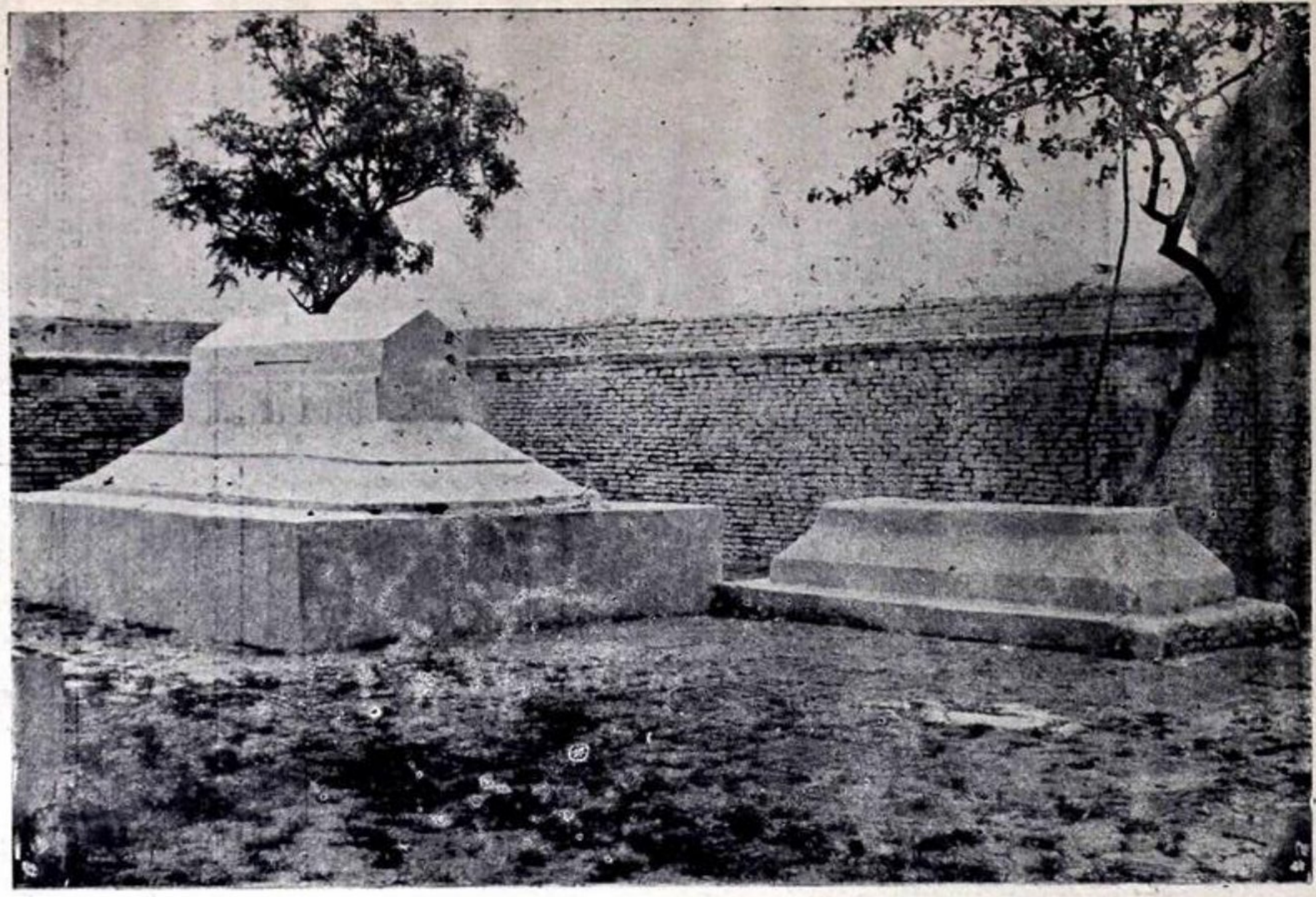

مزار پرانوار حضرت شاہ ولایتؒ ۔ بڈھانہ
پائینِ مزار ربیعہ بنت حضرت شاہ بیابانیؒ کی قبر ہے

۱

شروع اور ۱۵ محرم کو ختم ہوتا ہے۔[۱] یہاں پر مسجدیں اکثر پرانی ہیں (مظفر نگر گزیٹیر تعلقہ تھانہ

لہ راقم الحروف نے کتاب الشہادت کے ترجمے کے دوران ان مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کی تو بتلایا گیا کہ اسی احاطے میں دروازہ سے متصل پہلی بڑی قبر ربیعہ کی ہے جو حضرت شاہ بیابانی کی بیٹی تھی اور جس کی رخصت سے متعلق راجہ اور حضرت شاہ بیابانی کے مابین یہ جھگڑا شروع ہوا تھا جو بالآخر ایک عظیم جہاد پر منتج ہوا۔ یہیں زمین سے ملی ہوئی ایک اور بہت چھوٹی سی قبر کے بارے میں یہ بتلایا گیا کہ یہ اس کبوتر نامہ بر کی قبر ہے جو پیغام لے کر گیا تھا۔ اس کبوتر اور ربیعہ کی وفات کیسے ہوئی یہ معلوم نہ ہو سکا۔

مزار شاہ ولایت کے قریب وہ بڑا تاریخی قبرستان ہے جہاں بہت سے شہدائے جہاد مدفون ہیں حکیم محمد مبین صاحب نے مجھے بتلایا کہ ایک بار یہاں کی کھدائی کے موقع پر بہت سے انسانی ڈھانچے ملے تھے۔ یہ مقام گنج شہیداں کہلاتا ہے۔ اس میں ایک چبوترہ (جس کے آثار ہنوز باقی ہیں اور اس پر بنی ہوئی قبریں بھی) اور ایک ہزیرہ اب تک باقی ہیں۔ ہزیرے کی دیوار پر مسالے میں جو گل کاری کی گئی ہے اسی کے ساتھ اس پر محراب تراشی کا جو انداز ملتا ہے اس سے ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ ان عمارات کو عہدِ فیروز شاہی کی یادگار ہونا چاہیئے۔ اس قبرستان میں ایک قبر اپنی نقش آرائی کے اعتبار سے کسی بہت ممتاز شخص کی معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے اس شخص کی ہو جس نے یہ ہزیرہ وغیرہ بنوایا تھا۔ ان میں سے کسی بھی تعمیر پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

شہدائے جہاد میں سے بعض کی قبریں قصبہ کے باہر دوسرے گوشوں میں ہیں۔ حضرت امام محمود شہیدؒ کا مزار روضہ کی شکل میں نہیں احاطہ کی صورت میں ہے۔ اس احاطہ میں اور اس کے باہر جو قبریں ہیں ان کا انداز بہت قدیمانہ ہے۔ یہ چھوٹی اینٹوں سے بنائی گئی ہیں اور احاطہ سے باہر کی قبروں کی خشتہائے کہنہ خزاں رسیدہ پتوں کی طرح یہاں سے وہاں تک بکھری ہوئی ہیں۔ اللہ باقی من کل فانی۔

ذکر نواب ابو محمّد خاں

نواب ابو محمد خاں ابن نواب شیخ عماد شیخ صدر الدین عرف شیخ صدر جہاں کی اولاد میں سے تھے۔

شیخ صدر جہاں ابو محمد خاں کے دادا، شیخ عبد الغفور کے ساتھ آکر میرٹھ میں اقامت گزیں ہوئے۔ اُن کے دو بیٹے تھے، شیخ عماد اور شیخ حبیب خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ یہ شیخ عماد صاحبِ جاہ و منصب تھے۔ ان کے دونوں بیٹے بہ زمانۂ نور الدین جہانگیر و شہاب الدین صاحب قران امرائے شاہی سے تھے۔ بادشاہ نامہ میں عبد الحمید لاہوری نے لکھا ہے کہ شاہجہاں کے عہدِ عدالت مہد میں ابو محمد خاں کا منصب ہزاری ذات و ہشت صد سوار تھا۔ اسی کے ساتھ نواب محمد بہادر خاں کنبوہ منصب پانصدی ذات اور چار صد سوار سے ممتاز تھے۔

رسالہ مبارک سے مستنبط ہوتا ہے کہ ہگلی بندر کے راجہ کو شکست دے کر ابو محمد خاں نے اس ملک کو فتح کیا تھا۔ نواب صاحب کالی ندی سے ایک چشمہ کاٹ کر میرٹھ میں لائے۔ عوام الناس اس کو اب ابو کا نالہ کہتے ہیں۔ ایک قلعہ میرٹھ میں تعمیر کرایا تھا۔ اب اس کی جگہ محلہ کوٹلہ ابو محمد خاں موجود ہے۔ مقبرہ عالی شان شیخ عماد جو سنگ سرخ سے بنا ہے اُن کی یادگار ہے ـــ مقبرہ کی محراب شمالی پر متعدد اشعارِ تواریخ کندہ ہیں۔ ان میں سے ایک تاریخ کا مصرع آخر یہ ہے "از شیخ عماد آہ گفتہ" جس سے ۱۰۳۹ ہجری کے عدد نکلتے ہیں۔ مقبرے کے اندر چند قبروں کے تعویز اور حوضہ سنگ مرمر کے ہیں اور ان پر خطِ نسخ میں کلمۂ توحید اُبھرے ہوئے حروف میں کندہ ہے۔ یہ مقبرہ ابو محمد خاں

کے نام سے مشہور ہے اِس لئے کہ مرکر خود بھی یہیں مدفون ہوئے۔

قصبہ بڈھانہ میں مسجد و مہمان سرائے اور چاہ و باولی وغیرہ تعمیر کرائے۔ قصبہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر میں بازار و جوئے بار و مساجد و مسافر خانہ و تالاب پختہ و روضہ مبارک ابوعبداللہ شمس الاسلام حضرت شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق صاحب علوی القادری و شہر پناہ و محلات ته خانہ و بالاخانہ و سرنگ وغیرہ بنوائے حضرت شاہ العالمین کے ساتھ شیخ عماد کو بہت عقیدت و ارادت تھی چنانچہ حضرت کا روضہ شیخ عماد نے اپنے بیٹے نواب ابو محمد خاں کے اہتمام میں تعمیر کرایا اور سنہ ۱۰۳۳ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا، جس کی تاریخ تکمیل یہ ہے "کمشکوٰۃ" "فیہا مصابیح"
۱۰۳۳ھ

نواب صاحب کا خاندانی شجرہ حسب ذیل ہے[1]

شیخ عبدالغفور معروف میاں لڈن
نواب صدرالدین خاں عرف صدر جہاں

- شاہ حبیب الدین عرف حبیب — سال وفات ۱۰۳۳ روضہ حبیب (۱۰۳۳ھ)
- نواب عمادالدین عرف عماد
  - نواب ابو محمد خاں
    - نواب فتح محمد خاں
    - نواب علی محمد خاں
    - ہدایت بی بی
    - لڑکی (نام نہیں لیگیا)
    - عالم خاتون
    - مرصع بی
  - نواب عاقل خاں دیوان دکن — ان کی اولاد میں نواب وقار الملک تھے
  - نواب بہادر خاں

[1] ماخوذ از اوراق نقل حافظ شوکت صاحب بحوالہ کتاب المشاہیر ص ۱۲۹ - ۱۴۶

ذکر نواب محمود علی خاں عرف نواب ہیڑی خاں

آپ کا نام خان محمود علی خاں ابنِ خانِ محترم حامد علی خاں ہے۔ آپ ساداتِ علویہ میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم جھنجھانہ میں شاہ ابو یعقوب خراباتی ابن شیخ جلال جھنجھانوی سے حاصل کی۔ بعدازاں جملہ علومِ کسبی و وہبی کی تکمیل دہلی جاکر فرمائی۔ تعلیم و تربیت کے اعلیٰ مدارج طے کرکے اُمرائے شاہی میں داخل ہوئے اور خطاب خانی سے سرفراز کئے گئے۔ آپ کا منصب ہزاری ذات و پانصد سوار تھا۔ اُمرائے جہانگیری میں مردِ حق بین وصاحبِ خیر وصلاح سمجھے جاتے تھے اور منتظم شکارگاہِ سلطانی تھے۔ آپ نے مغل شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں قصبہ کے جانبِ شرق ایک قلعہ جو رقبہ میں ۱۲ بیگہ پختہ کے قریب ہے مع چار بروج اور چار دروازوں کے تعمیر کرایا۔ قلعہ کے مشرق میں ایک خوبصورت باغ کہ "چھوٹے باغ" کے نام سے مشہور تھا، سیر وسیاحت کی غرض سے لگوایا تھا۔ قدیم زمانے میں یہ کُل علاقہ مُوہن باغ کہلاتا تھا۔ چھوٹے باغ کے قریب جانبِ جنوب ایک بڑا کنواں مع باولی و مکانات بالاخانہ وزینہ جات وغیرہ تعمیر کرایا[1]۔ اس باولی کے متّصل ایک بلند چبوترے پر کچھ پختہ قبریں بنی ہیں، جو آپ کے بزرگوں کی ہیں۔ اسی کے قریب بقیہ رقبے میں آپ کے اہلِ خاندان کا

---

[1] نواب صاحب نے ۱۲ سنہ جلوس حضرت والا مطابق ۱۰۲۵ھ سے تعمیرات شروع کرائیں۔ اول قلعہ تعمیر ہوا اور دو سال کے اندر ۱۰۲۷ھ میں بنکر تیار ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ رائے مایاں بخشی الملک اور نواب مقرب خاں کے ذریعے نواب ہیڑی خاں نے شہنشاہ جہانگیر کو جھنجھانہ آنے کی دعوت دی تھی۔

قبرستان ہے۔ چھوٹے باغ کے وسط میں ایک اونچے پختہ چبوترے پر نواب صاحب کا اپنا مزار ہے جو سنگِ سرخ سے بنا ہے۔ قلعہ کا ایک دروازہ جانب شرق چھوٹے باغ کی طرف کھلتا تھا۔ دوسرا دروازہ بازار کی سمت واقع تھا۔ تیسرا دروازہ اس شاہراہِ عام کی طرف تھا جو حضرت امام صاحب کی درگاہ کو جاتی ہے۔ چوتھا دروازہ جانبِ شمال تھا۔ اسی سمت میں ریاست کے عمال کے مکانات، دیوان خانہ اور اصطبل وغیرہ تھا۔ اب بجائے محلات دیوان خانہ وغیرہ رعایا بمرایا کہار کمہار وغیرہ یہاں آباد ہیں۔ ایک بگڑ (بڑا سا مکان) رعایا پُرانی پولیس کے نام سے اب بھی مشہور ہے۔ آپ کی جاگیر میں بہت سے گاؤں تھے۔ ہیڑی آپ کا عرف تھا۔ آپ منتظم شکارگاہِ شاہی تھے۔ فن شکار کے ماہر تھے۔ غالباً اسی لئے بادشاہ نے آپ کو ہیڑی خاں کا خطاب دیا تھا۔ آپ نے دربارِ شاہی میں رہتے ہوئے بڑے بڑے کام انجام دیئے، جس کے صلے میں آپ شاہی انعامات و تنخواہ و جاگیر سے نوازے گئے۔ آپ نے ایک اور محل واقع محلہ چوک مع تہ خانوں اور بالاخانوں کے بنوایا تھا (اس کا کچھ حصہ مع تہ خانہ ابراہیم خاں پسر محبّ اللہ خاں نے خرید لیا ہے۔ کچھ حصے پر للن خاں پسر عبدالرحیم خاں کا خاندان آباد ہے) آپ نے اپنے اس مذکورہ محل کے متصل ایک مسجد اور چاہ پختہ بھی بنوایا تھا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے کنوئیں تعمیر کرائے تھے۔ جیسے چاہ کھاری، چاہ صوفی والا، چاہ پکھو والا مع باولی و چاہ باغ مع باولی و مکانات اندرونی و بیرونی و چاہ باغ غلام شرف و چاہ چھوٹا باغ اور یہ سب کنوئیں مع زمینات آپ کی جاگیروں میں تھے۔ قلعہ کے دروازے بہ استثنا دروازہ جانبِ غرب عہدِ برطانیہ میں گر چکے تھے۔ اُن کی جگہ دیواریں بنا دی گئی تھیں۔ اب یہ دیواریں بھی گر گئی ہیں اور کچھ دن ہوئے

جانبِ غرب کے دروازے کا بالاخانہ بھی منہدم ہوگیا۔ نواب صاحب کی جاگیر میں مذکورہ کنواں اور ان سے متعلق زمینوں کے علاوہ گاؤں درگاہ پور معافی اور دیگر مضافات تھے۔

قلعہ میں اب پولیس تھانہ کے دفاتر ہیں۔ یہاں قدیم زمانے سے ایک مزار ہے مزار پر جمعرات کو لوگ چراغاں کرتے ہیں۔[1]

ذکر حضرت شاہ محی الدین عرف آسوری شاہ

آپ نیکی و نیک بختی کی بلندیوں پر فائز تھے۔ آپ کو دولت امارت و ایالت حاصل تھی۔ آپ کے انفاسِ قدسی مخلصوں کے مشامِ جاں کو عنبر بیز فرماتے تھے۔ آپ کی

---

[1] نواب صاحب سے متعلق یہ تمام معلومات ان اوراق سے منقول ہیں جن کی تحریر حافظ شوکت صاحب کے قلم کی مرہونِ منت ہے۔ یہ اوراق کتاب الشہادت کی نقل کے ساتھ موجود ہیں۔

شجرہ نواب محمود علی خاں عرف ہیڑی خاں

نواب حامد علی خاں
|
نواب محمود علی خاں
|
نواب محمد علی خاں
|
شیخ احمد علی خاں
|
(شیخ) احمد بخش خاں
|
شیخ عظیم بخش
|
شیخ الٰہی بخش — شیخ رحیم بخش

پاکیزہ طبیعت جب خوش اخلاقی کی کلیاں کھلاتی تھی تو شفقت و محبت کے باغ میں عطر بیز ہوائیں چلتی تھیں۔ آپ نے اپنے مطلب معروض کو حضرت ایالت مرتبت میر میران شہزادہ سبزوار و خراسان کی بارگاہ مودت پناہ میں پہنچایا۔ اس عرض پر تقدیس کے پیش ہوتے ہی حاکمانِ قضا و قدر نے اس پر تصدیق و تائید کی مہر لگا دی اور اس "محی مراسم مہربانی و قدردانی" اور صاحب "صحائفِ سرور و شادمانی" کو آیات تفضلاتِ رحمانی سے نوازا گیا۔ آفریں صد آفریں کہ وہ مرد مومن جو محبتِ فقراء و غرباء تھا، آئینِ دینداری اور حفظِ مراتب ہوشیاری ہیں کہ دلیلِ فیضانِ الٰہی ہے اور فواحش و ممنوعات کی ترویج کو روکنے میں جس کی توفیق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے بمرتبہ کامیاب و کامران ہوا اور اس کا شمار حضرت امام الشہداء محب الفقراء زبدۃ العاشقین و محبین امام محمود شہید کنیت ناصر الدین شہید کے عاشقوں اور جاں نثاروں میں ہوا۔ ان کا نام نامی محی السنت والدین حضرت شاہ محی الدین عرف آسوری شاہ ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ والمسلمین کے بادہ شناس و دینِ متین کے رکنِ محکم اساس ہیں۔ آپ کا شمار زمرۂ فقرائے شاہ بانوا میں ہوتا ہے۔ آپ سلسلۂ عالیہ عزیزیہ مداریہ درویشیہ سے نسبت رکھتے ہیں اور اس کے خلیفۂ ششم سے بیعت ہیں۔ آپ کا مولدِ مقدس سرہند شریف ہے۔ جب آپ سنِ بلوغ کو پہنچے تو سرزمین جھنجھانہ میں آ کر حضرت امام شہید کی خاک پاک اور مزار پُر انوار پر معتکف ہو گئے۔ قائم اللیل و صائم النہار تھے۔ تمام عمر آپ نے حضرت میران امام محمود شہید کے عشق اور عالمِ محویت میں گذاری اور آخر درِ محبوب و درگاہِ محمودی میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

آپ کا مزار عقب مسجد درگاہ واقع ہے[1]

کتاب الشہادت میں بعض اشعار جو محی تخلص کے ملتے ہیں۔ ممکن ہے وہ انہیں شاہ محی الدین صاحب کی فکر فرمائی کا نتیجہ ہوں۔ ان کے سالِ وفات کا تعین نہیں ہو سکا۔

کتاب الشہادت کی نقل بدست حافظ شوکت حسین کے آخر میں حضرت امام محمود شہید کی تعریف میں کچھ اشعار محی تخلص کے ساتھ آئے ہیں جن میں سے مختلف اشعار اس سے پہلے بھی متن میں شامل سلسلہ ہائے اشعار سے منسلک ہیں۔ ان شعروں کے آخر میں یہ اشعار بھی موجود ہیں۔

سزد کیں نامۂ نیکو سرانجام	بود نیرنگ عشقش در جہاں نام
چو شد ختم ایں کلام سینہ پُر درد	خرد تکلیف تاریخش ہمی کرد
نمایاں گشت تاریخ نو آئیں	ز گلزارِ بہارِ فکرِ رنگیں

۱۰۹۰ ھ

ان اشعار سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ کوئی عشقیہ مثنوی ہے جس کا نیرنگِ عشق نام رکھا گیا اور جس کے اختتام کی تاریخ ۱۰۹۰ھ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار آسوری شاہ کی تصنیف ہوں۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ۱۰۹۰ھ میں حیات تھے۔ نیز اس حقیقت سے اس خیال کو مزید تقویت پہنچتی ہے کہ یہ اشعار بعد کے اضافات ہیں۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ)۔

---

[1] یہ ترجمہ اس عبارت پر مبنی ہے جو حضرت شاہ محی الدین عرف اسوری شاہ سے متعلق کتاب الشہادت کے اوراق منقول کے ساتھ موجود ہے اور جن کی نقل حافظ شوکت صاحب کے قلم کی مرہونِ منت ہے۔

اشاریہ[۱]

شخصیات

(الف)

ابراہیم ادہم ۲۷۰

ابوالعباس (احمد الناصر الدین اللہ) ۸۲

ابوالقاسم گرگانی ۳۱۲

ابومحمد (نواب ابومحمد خاں) ۳۴

احقر (تخلص ....؟) ۲۰، ۲۱، ۷۸، ۹۹، ۱۰۶، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۵۹، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۶، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷

اسحاق (بن امام جعفر صادق) ۳۸

اسمٰعیل " " ۳۸

اظہر حسن (حکیم) ۶۹

اعتماد خاں ۶۹

افلاطون ۲۲۳

اللہ رکھا ۶۷

امام ابوالفرح (کنیت ابوبکر) ۳۹، ۱۱۶

امام ابوبکر (کنیت علی اصغر) ۵۱، ۵۷، ۱۲۲، ۱۲۳، ۲۰۷

امام ابوحنیفہ (امام اعظم) ۳۸

امام ابوصالح کنیت احمد عبداللہ ۳۸، ۵۱، ۵۷، ۱۳۰، ۲۰۷، ۳۲۰، ۳۲۱

امام ابوعثمان گرگانیہ ۵۱، ۵۷، ۱۲۲، ۱۷۲، ۲۰۷، ۳۱۰، ۳۱۱

امام ابومحمد کنیت احمد ۳۸، ۱۱۶

امام محمد یحییٰ متقی ۲۷، ۵۱، ۱۲۳، ۱۷۲، ۲۰۸، ۳۱۷

امام امین الدین کنیت احمد زاہدی ۵۱، ۱۲۲، ۱۶۰، ۳۰۲

امام امین الدین کنیت اکبر ۲۸، ۳۸، ۱۷۲، ۳۲۲

امام امین الدین کنیت حسن ۵۱، ۱۲۳

امام باقر (حضرت امام باقرؓ) ۳۸، ۳۹، ۱۱۵

امام بدرالدین بدرالاسلام زاہدی ۲۶، ۴۴، ۵۰، ۱۲۱، ۱۴۲، ۱۶۳، ۱۶۶، ۲۵۱

امام بدیع الدین سیف الاسلام زاہدی ۲۶، ۴۴، ۵۰، ۱۰۱، ۱۶۱، ۱۶۳، ۲۴۹، ۲۵۲، ۲۴۱

امام جعفر صادقؓ ۳۸، ۳۹، ۱۱۶

امام جلال الدین سعد جلال کاشغری ۴۸، ۵۰، ۵۳، ۱۲۱، ۱۴۲، ۱۵۰، ۱۵۴، ۲۶۸، ۲۷۰

امام جمال اللہ حسینی ۲۸، ۵۱، ۵۷، ۱۲۳، ۲۰۸، ۳۱۹، ۳۲۰

امام حسام الدین حسن البرق ۲۷، ۵۰، ۱۲۱، ۲۹۳

امام حسنؓ ۲۹۷

امام حسن شطاری ۲۷، ۲۸، ۳۷، ۵۱، ۱۲۳،

[۱] حواشی کا اشاریہ شامل نہیں۔

۱۵۷، ۱۶۶، ۳۰۳، ۲۶۴، ۳۰۸
امام حسن کنیت زاہد ۳۹، ۱۱۶
امام حسن بجمیہ ۲۷، ۴۰، ۳۲۴، ۳۲۵
امام حسین (شہید کربلا) ۲۸، ۳۷، ۱۱۵، ۲۷۹
امام حسین (میراں) ۱۲۳، ۱۶۶، ۳۱۶
امام رکن الدین رکن الاسلام ابوالفتح شاہ ولایت
۲۷، ۵۰، ۶۳، ۶۴، ۱۲۲، ۱۲۶،
۲۱۲، ۲۱۷، ۲۳۷، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹
امام زبیر ابن عبداللہ ۵۱، ۱۲۳

امام زین العابدین ۳۷، ۱۱۵، ۱۷۲، ۲۰۷
امام زین العابدین مخزومی ۳۸، ۵۱، ۵۷،
۱۲۳، ۳۱۶
امام سراج الدین محمد کنیت مسعود ۵۰، ۱۲۱،
۱۵۹، ۲۳۹، ۲۶۳
امام سید احمد کنیت سعید ۴۹
امام شاہ محمد بہلانی ۲۶، ۵۰، ۶۵، ۱۲۱،
۳۰۰
امام شہاب الدین (الملقب بہ شاہ بیابانی)
۲۷، ۳۳، ۴۰، ۴۲، ۴۳، ۴۴ تا ۴۸، ۵۵،
۸۱، ۸۳ تا ۸۸، ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۵۹، ۱۶۳،
۲۸۴، ۲۸۶، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۹
امام شہاب الدین اسعدی ۲۷، ۳۴، ۴۰، ۴۳، ۴۴،
۵۰، ۱۲۱، ۱۳۱، ۱۵۰، ۱۶۷، ۱۹۸، ۱۷۲،
۲۵۵، ۲۷۵، ۲۷۵، ۲۷۷، ۲۸۰
امام عارف محمد ۳۳۹
امام عبداللہ ۲۵، ۱۲۲

امام عبداللہ سعید ۳۸، ۳۹
امام عبداللہ عباس ۵۱، ۵۷، ۶۵، ۱۷۲،
۱۷۹، ۲۷۱
امام عبداللہ مکی ۳۸، ۳۹، ۱۱۶،
امام عبدالرحمن ۲۶، ۵۱، ۱۲۲، ۱۶۶، ۳۰۲
امام عبدالعزیز بجمیہ ۵۱، ۵۷، ۱۲۳، ۱۷۲، ۲۰۷،
۳۱۲
امام علی اکبر کنیت قاسم ۳۹
امام علی منتظر ۳۸، ۳۹، ۵۱، ۱۱۶
امام قاسم کنیت محمد ۳۹، ۴۱، ۵۰، ۱۶۴،
۱۶۶، ۲۷۷
امام مالک ۳۸
امام محمد حنیف کنیت اکبر ۳۹، ۵۱، ۱۲۲،
۱۷۲، ۳۰۸
امام محمد عبداللہ ۱۱۶، ۱۲۲
امام محمد کنیت قاسم ۳۰۸ (دیکھو امام قاسم)
امام محمد کنیت مسعود (امام عبداللہ مسعود) ۲۶،
۳۷، ۳۹، ۴۱، ۴۲، ۴۸، ۴۹، ۵۷،
۷۹، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۳۵، ۱۸۵، ۱۹۲، ۲۱۷،
۲۱۸، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۴۰، ۲۴۹، ۲۵۱،
۲۶۳، ۲۷۰، ۲۸۵، ۳۲۱
امام محمود شہید کنیت ناصر الدین ۲۳، ۲۹، ۳۹،
۴۹، ۵۰، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۶، ۶۸،
۷۹، ۸۰، ۹۸، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۳۹،
۱۸۳، ۱۸۵، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۷، ۲۰۸،
۲۰۹، ۲۱۰، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۷،
۲۳۸، ۲۶۱، ۲۶۲

امام موسیٰ زاہدی ۵۷، ۶۱، ۶۲، ۲۱۳، ۲۱۷،
۲۵۹، ۲۷۸، ۲۷۹
امام موسیٰ کاظمؓ ۳۸
امام مہدی کنیت عمر ۳۹
امام یحییٰ زاہدانی ۶۵، ۲۹۶، ۳۲۸
امام یحییٰ زاہدی ۲۳، ۳۵، ۵۰، ۵۷، ۶۵،
۱۲۱، ۳۲۸
یوسف (حضرت یوسف علیہ السلام) ۲۳۸
امانت علی ۶۷
برکت علی ۶۷
بشیر الدین (خان بہادر) ۲۳
بخش خاں ۴۱
جعفر علی ۶۷
حافظ (تخلص ....؟) ۲۱، ۱۰۵، ۱۱۵،
۲۷۱، ۲۷۴
خلیق نظامی (پروفیسر) ۳۶، ۶۵، ۷۱

(ر)

راجہ بنہت راؤ (گوپال سنگھ ساہی) ۳۵، ۵۰،
۵۳، ۶۰، ۶۹، ۸۱، ۱۴۰، ۱۴۹، ۲۰۹، ۲۱۰
راجہ بلرمن سنگھ سمرو (گوپال دت) ۳۵، ۵۲، ۵۳،
۵۸، ۶۱، ۶۲، ۷۰، ۸۱، ۱۷۳، ۲۱۰، ۲۱۱،
۲۱۲، ۲۱۴
راجہ جمن جمن بیدی پرشاد (جھنک پال دت رانا) ۳۵،
۴۲، ۵۰، ۵۸، ۶۰، ۶۳، ۶۷، ۶۸،
۱۹۴، ۲۹۲
راجہ کرنا دت شنکر اوتم چند ۲۱
راجہ کرن پال دت اوتم چند گرو ۳۵، ۵۲، ۵۳،

۵۸، ۵۹، ۷۰، ۸۱، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۷۷
رانا اوتم سین ۱۸۰
رانا بھیرو بلوان ۵۸
رانا مہندرا آدجی ساہو ۵۷، ۱۷۲
رانا ہمی پال راؤ ۱۸۰
رانا دیلو بلوان ۱۸۰
رانی سمترا (دختر راجہ جھنجھانہ) ۴۶
رانی شکنتلا ۷۰
ربیعہ (بنت حضرت شاہ بیابانی) ۴۵، ۴۶
رحمت علی ۶۷

(س)

سکندر ۲۳۲، ۲۳۴، ۳۰۴، ۳۰۵
سید حسین ۶۹
سید میران ۶۹

(ش)

شاہ ابوسعید (بن احمد رازی) ۶۶، ۶۷
شاہ عبدالرزاق (ابا عبداللہ حضرت شاہ العالمین
۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۷۳، ۷۵، ۷۸
شاہ ابوالحسن جمالی ۲۸، ۳۰۲
شاہ عبدالستار علوی القادری (مصنف کتاب ہذا)
۲۰، ۲۱، ۲۸، ۲۹، ۳۴، ۳۵، ۷۳
شاہ عبدالعزیز ۳۱۷
شاہ غلام شرف ۲۰، ۲۱، ۲۹، ۶۷، ۶۸،
۷۲، ۸۰، ۲۳۰
شاہ قاسم علی ۳۷۱
شاہ محمد (صاحب) ۶۷
شاہ محمد امام بخش ۶۷

شاہ محمد بختیار ۶۷
شاہ محمد برخوردار ۶۷
شاہ محمد خدا بخش ۶۷
شاہ محمد عزیز اللہ ۲۰، ۲۱، ۲۹، ۶۷، ۶۸، ۷۲، ۷۳، ۸۰
شاہ محمد کبیر دانا پوری ۴۰
شاہ مکرم محمد ۳۰، ۳۲
شاہ نور احمد (حافظ) ۶۷
شوکت حسین (حافظ) ۶۹، ۲۲۷، ۲۵۲
شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) ۲۹
شیخ اللہ دیا ۶۷
شیخ بایزید بسطامی ۳۸
شیخ ذوالنون ۶۷
شیخ عبدالعزیز ۶۷
شیخ عبدالعزیز مدنی ۲۷، ۳۱۹
شیخ عبدالمومن ۲۸، ۳۰، ۶۷
شیخ فتح محمد ۲۰
شیخ نور بخش ۶۷
شیخ نور کمال دانشمند ۶۷
شیر خاں افغان ۶۸، ۶۹
ظہور احمد ۶۷
عباس (بن امام جعفر صادق) ۳۸
علی (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) ۳۷، ۹۸، ۱۹۷، ۲۳۲، ۲۷۹، ۳۱۴، ۳۱۹
علی (بن امام جعفر صادق) ۳۸
عبداللہ (بن امام جعفر صادق) ۳۸
غیاث خاں ۶۹
قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق ۳۸

لالہ امیر چند ۷۰
لالہ شنکر داس ۴۶، ۷۰

(م)

محمد (ابن امام جعفر صادق) ۳۸
محمدؐ (ابن عبداللہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم) ۵۷، ۷۶، ۷۷، ۳۲۴
محمد (حاکم قصر الموط) ۴۲
محمد غوری (سلطان شہاب الدین سام) ۳۶، ۶۵
محی (تخلص، محی الدین آسوری شاہ) ۲۲
موسیٰ (حضرت موسیٰؑ) ۳۲۰
نسیم احمد علوی ۶۹
یوسف (حضرت یوسفؑ) ۲۲۶، ۲۶۸

قبائل

بالیگڑ ۴۲
بنتھا ۵۲، ۵۷، ۶۲
چاموریا ۵۲، ۵۷، ۶۲، ۹۱، ۲۰۹، ۲۱۰
ڈبھلیا ۵۷، ۶۱، ۱۴۸
سنتھا ۵۲، ۵۷
سندھیا ۱۸۳
گھٹایوں ۵۶، ۵۷، ۶۱، ۱۶۵، ۱۹۷، ۲۱۰
مانڈوریا ۵۲، ۵۷، ۶۱، ۱۶۲، ۱۶۷، ۲۱۰

مقامات

اندلس ۸۹
بدایوں ۶۵
بڈھانہ ۳۵، ۴۴، ۴۶، ۵۰، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۶، ۶۹، ۷۰، ۷۹، ۸۱، ۱۷۳، ۲۱۰، ۲۱۲
بڈھوت (بڑوت) ۳۵، ۷۹

بغداد ۳۸، ۶۳، ۸۲
بنہت ۶۱، ۶۶، ۶۹، ۸۱
بہار ۶۵
پانی پت ۳۹
پنجاب ۳۵، ۳۶، ۶۳، ۷۹، ۸۱
ٹھسکہ میران جی ۷۱
جھنجھانہ ۳۵، ۳۶، ۴۴، ۴۶، ۵۰، ۵۲، ۵۸، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۶، ۶۷، ۷۰، ۷۹، ۸۱، ۸۴، ۱۹۴، ۲۸۱
چین ۸۲
خراسان ۳۳، ۳۴، ۳۷، ۴۰، ۴۱، ۴۸، ۵۶، ۸۳، ۸۴، ۱۱۸، ۱۳۲، ۲۰۸، ۲۱۸، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۹، ۲۵۲، ۲۶۳، ۲۸۹، ۲۹۹
دوآب ۳۶
دہلی ۳۶، ۴۷، ۶۵
ناہدین (زاہدان؟) ۳۰۸
سارنگ پور (سہارنپور) ۳۵، ۷۹، ۸۱
سبزوار ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۷، ۳۹، ۴۰، ۴۳، ۴۸، ۵۶، ۶۰، ۶۱، ۶۸، ۷۰، ۷۸، ۸۳، ۸۸، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۳۲، ۱۵۳، ۲۰۸، ۲۱۶، ۲۳۱، ۲۴۰، ۲۵۱، ۲۶۳، ۲۸۹، ۲۹۱، ۲۹۹، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱
سونی پت ۶۳، ۶۶
قصر الموط ۴۲
کاشغر ۳۶۹
کراگڈھ (کرنال) ۴۶، ۶۹، ۷۰
کرنال ۳۵، ۴۶، ۴۹، ۵۰، ۶۳، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۸، ۷۹، ۹۴، ۹۵، ۱۳۲، ۲۸۶
کشمیر ۴۹، ۹۱
گیلان ۹۸
لدھیان (موضع) ۲۱۱، ۲۱۲
مظفر نگر ۴۶، ۶۲، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۷۰
موہن باغ ۳۴
میسور (منصورہ) ۶۶، ۱۳۵
ہیڑی (ہابڑی) ۴۶
ہندوستان ۲۲، ۳۶، ۳۷، ۶۹، ۷۱، ۸۲، ۲۹۲
دریائے جمنا ۵۲

سلسلہ ہائے عالیہ

چشتیہ ۳۰۰
شطاریہ گرگامیہ ۲۸، ۳۳۹
قادریہ ۲۱۶، ۲۳۱
مخزومیہ ۲۸، ۳۰۸
مخزومیہ سعیدیہ ۲۱۹، ۲۳۱
مداریہ ۲۸، ۳۲۰
نجمیہ قلندریہ ۲۸، ۳۱۲، ۳۱۹
گرگامیہ درویشیہ ۲۸
چشتی ۷۸
سہروردی ۷۳
علوی ۷۸
قادری ۷۸
مجددی ۷۳
نقشبندی ۷۳
نظامی ۷۸

کتب

تاریخ ابن خلدون ۴۰
تاریخ الفخری ۴۰
تاریخ فرشتہ ۶۵
تذکرۃ الکرام ۳۸، ۴۰
قرآن ۲۶
کتاب الشہادت ۱۹، ۲۰، ۳۹، ۷۲۔

کتابیات

اساسی ماخذ

الف۔ کتاب الشہادت (قلمی)

ب۔ کتاب الشہادت۔ نقل بدست حافظ شوکت حسین

ذیلی ماخذ

Muzffer Nagar Gazateer Prep. by K.M.G. Tomas August 1857

Panjab Gazatteer - VI Distt. Karnal Prepared by.... 1917.

A comprehensive history of India Vol. V by Prof Mohd. Habib & Prof Khaliq Nizami Vol. V.

اضافی ماخذ

تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم
ترجمہ۔ مولوی حکیم احمد حسین صاحب۔
مطبوعہ۔ یونانی دواخانہ پریس الہ آباد ۱۹۲۲ء

تاریخ الفخری
مولفہ۔ محمد بن علی
ترجمہ۔ مولوی محمود علی خاں
ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۶۹ء

منتخب التواریخ
مولفہ۔ عبدالقادر بدایونی
ترجمہ۔ مولوی احتشام الدین مرادآبادی
مطبوعہ نول کشور ۱۸۷۴

تذکرۃ الکرام
(تاریخ خلفائے عرب و اسلام)
مولفہ شاہ محمد کبیر داناپوری
مطبوعہ۔ نول کشور پریس (سن ندارد)

ضمنی ماخذ

پانی پت اور بزرگان پانی پت
مولفہ مولوی محمد میاں
مطبوعہ الجمعیۃ پریس ۱۹۶۳ء

معین الارواح
مولفہ نواب محمد خادم حسن شاہ
ناشر معینی گدڑی اجمیر ۱۹۵۶

کشف المحجوب
مولفہ شیخ علی بن عثمان الہجویری
ترجمہ عبدالرحمٰن طارق۔ ملی کتب خانہ لاہور

سفینۃ الاولیا۔ تالیف شہزادہ داراشکوہ
مطبوعہ مطبع مدرسہ آگرہ ۱۸۵۲ء

خزینۃ الاصفیا مولفہ غلام سرور
مطبوعہ مطبع ثمر ہند لکھنؤ ۱۹۲۰ء

صحائف معرفت
شاہ العالمین عبدالرزاق ترجمہ تنویر احمد علوی
مطبوعہ ادارۂ مطبوعات نور محمدیہ جھنجھانہ مظفرنگر
۱۹۶۹

مدرسہ نورِ محمدیہ کی کچھ مطبوعات

تاجدارِ مدینہ خدا کے پیارے نبی سچے رسول اور سب سے اچھے انسان کی پاک زندگی کے پاک حالات بہت صاف ستھری اور پیاری زبان میں لکھے گئے ہیں۔ بچوں کے لئے حضورِ پُرنور کی زندگی پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں یہ ان میں ایک بہت اچھی کتاب ہے۔ اسی نسبت سے اس کی کتابت، کاغذ اور چھپائی بھی بہت اچھی ہے۔ اس خیال سے کہ یہ اچھا اور سچا تحفہ سب بچوں تک پہنچ سکے۔ اس کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے۔ قیمت مجلد ۸۸ پیسے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ یہ کتاب اللہ کے سچے رسول کے سچے ساتھی اور دوست اور حضورؐ پُرنور کے پہلے خلیفہ کی مختصر مگر جامع سوانح عمری ہے جو بہت سادہ و سلیس اور نہایت شگفتہ زبان میں لکھی گئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس سے بچے اور بڑے سب ہی برابر کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اپنی زندگی خدا کے سچے رسول کی محبت اور دین کی خدمت کے سانچے میں ڈھال سکتے ہیں۔ کاغذ اور کتابت عمدہ۔ قیمت بہت مناسب یعنی پچاس پیسے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام اور مسلمانوں کے بہت بڑے ساتھی ہیں۔ آپ ایسے بڑے رتبے والے صحابی ہیں کہ آپ کے لئے خدا کے رسولؐ نے خود دعا فرمائی تھی کہ اللہ پاک عمر بن خطاب کو مسلمان کر دے۔ آپ مسلمان ہوئے تو اسلام اپنی تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔ اسی لئے آپ حضرت عمر فاروق کہلاتے ہیں۔ آپ کی خلافت کے زمانہ میں اسلام کی روشنی دور دور تک پھیل گئی اور اس وقت کی سب سے بڑی حکومتوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ آپ کا شمار دنیا کے بہترین انسانوں میں ہوتا ہے۔ یہ کتاب آپ کی زندگی کے تمام بڑے بڑے کارناموں کا مرقع ہے۔ اس کی زبان بہت ہلکی پھلکی سادہ اور سلیس ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے روشنی اور رہنمائی حاصل کر سکیں۔ کتاب اچھی، کتابت و طباعت اچھی۔ اور قیمت بہت کم۔ صرف پچاس پیسے۔

حضرت عثمان رضؓ خدا کے رسول کے تیسرے خلیفہ مسلمانوں کے سچے دوست اور حضورؐ کے بہت اچھے ساتھی تھے۔ آپ سے ہمارے حضورؐ کی دو بیٹیاں بیاہی گئی تھیں۔ اسی لئے آپ ذوالنورین یعنی دو نور والے کہلاتے ہیں۔ آپ قرآن کے جمع کرنے اور وحی الٰہی کے لکھنے والوں میں سے ہیں۔ آپ کی زندگی انسانی اور ایمانی سچائیوں اور اچھائیوں سے بھری ہے جس کی کہانی اچھی زبان اور دلچسپ اندازِ بیان کے ساتھ آپ اس کتاب میں پڑھیں گے جو بچوں اور بڑوں سب کے لئے ہے۔ اچھی کتابت و طباعت اچھا کاغذ قیمت ۵۰ پیسے

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اسلام اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ۔ آنحضرتؐ کے سب سے زیادہ محبت کرنے والے چچا حضرت ابی طالب کے بیٹے اور حضورؐ کی سب سے چہیتی بیٹی خاتونِ جنت

فاطمۃ الزہرا کے شوہر، خیبر کے دروازہ کو اپنے بازوؤں سے اکھاڑ پھینکنے والے اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے والے مجاہد حضرت علی کی زندگی پر یہ کتاب سب کے پڑھنے کے لائق ہے۔ اسی کے ساتھ بہت سی ظاہری خوبیوں سے سجی ہوئی ہے اور قیمت اس کی لاگت سے بھی کم ہے۔ ۵۰ پیسے

سیرتِ بلالؓ (از منشی وجاہت حسین جھنجھانوی) حضرت بلال اسلام کے پہلے مؤذن ہیں۔ آپ نے جو اذان حضورؐ کے سامنے بلند آواز سے کہی تھی آج اس کی صدا سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور ایمان کی روشنی پھیل رہی ہے۔ حضرت بلالؓ کی سیرت ایک اچھی اور سچی زندگی کی روشن مثال ہے۔ مصنف نے اس کتاب کا ایک ایک حرف باوضو ہو کر لکھا ہے۔ نفیس کتابت و طباعت کے ساتھ قیمت ایک روپیہ ۲۵ پیسے۔

صحائفِ معرفت حضرت شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق علوی القادری اپنے عہد کے بہت بڑے صوفیا اور فقرا میں سے تھے۔ علم تصوف پر آپ کی کتاب علم سینہ و علم سفینہ دونوں کا بہترین امتزاج پیش کرتی ہے۔ تصوف کیا ہے اور شریعتِ حقہ سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اس کی علمی تشریح، روحانی توجیہ اور اخلاقی تعبیر کو جاننے اور سمجھنے کے لئے یہ کتاب ناگزیر حیثیت رکھتی ہے۔ ترجمہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے کیا ہے اور بقول مدیر تجلی دیوبند جتنی اچھی کتاب اتنا ہی اچھا ترجمہ ہے۔ کاغذ، کتابت طباعت کتاب کے شایانِ شان۔ قیمت مجلد چھ روپے۔ غیر مجلد پانچ روپے۔

نورِ محمدی حضرت قطبِ عالم میاں جیو نور محمد صاحبؒ اپنے وقت کے بہت بڑے روحانی پیشوا اور عالم شریعت اور رموز اسرار طریقت تھے۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی مدنیؒ کے پیر و مرشد تھے اور اس اعتبار سے سلسلۂ عالیہ امدادیہ کے راس رئیس ہیں۔ یہ کتاب آپ کی حیات باکرامات کا ایک روحانی مرقع ہے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ

طریق القلندر یہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا وہ معرکۃ الآرا وعظ ہے جو آپ نے حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی کے مزار مقدس کے ایک عظیم اجتماع میں فرمایا تھا اور جس میں طریق قلندریہ کی توضیح و تشریح فرمائی تھی۔ اس عظیم وعظ کی دینی و روحانی اہمیت کے پیش نظر اسے کتابی صورت میں طبع کرایا گیا ہے۔ اور قیمت صرف ایک روپیہ ۲۵ پیسے رکھی گئی ہے۔

ضروری گزارش ادارہ نور محمدیہ کی شائع کردہ تمام مطبوعات مدرسہ ہذا کی ملکیت ہیں اس لئے ان کا منافع بھی مدرسہ ہی کو پہنچتا ہے۔ لہٰذا مدرسہ کی مطبوعات کے خریدنے والوں کو دو منافع ملتے ہیں پہلا منافع دینی معلومات میں اضافہ اور دوسرا منافع مدرسہ کی امداد کا اجرا۔ یہ دونوں باتیں باعث ثواب دارین ہیں

نسیم احمد علوی بانی و مہتمم مدرسہ نور محمدیہ

ملنے کا پتہ:- نسیم احمد علوی بانی و مہتمم مدرسہ نور محمدیہ قصبہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر (یو۔پی)

نوٹ:- پتہ اردو اور انگریزی میں صاف اور خوشخط تحریر فرمائیں۔

ایک سوال

کیا مدرسہ نور محمدیہ کی مختلف مطبوعات آپ کے مطالعہ میں آئی ہیں اور آپ مدرسے کے تعمیری و اصلاحی پروگرام سے واقف ہیں اور اس سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے ابھی تک ایسا نہیں ہے تو ہمیں خط لکھیئے اور اسی کے ساتھ اپنے احباب کے پتہ سے بھی ہمیں مطلع فرمایئے۔ ہم آپ کو اپنا لٹریچر بھیجیں گے اور آپ سے رابطہ پیدا کر کے ہمیں خوشی ہوگی۔

نسیم احمد علوی مہتمم مدرسہ نور محمدیہ

جھنجھانہ ضلع مظفر نگر (یو۔پی)